جلد ۹ | دہلی، یکم جولائی ۱۹۴۷ء

ہندوستان میں طب یونانی کے سب سے بڑے اور معتبر دواخانے
"ہمدرد" کی جدید فیکٹری اور لیبوریٹری کا ایک منظر
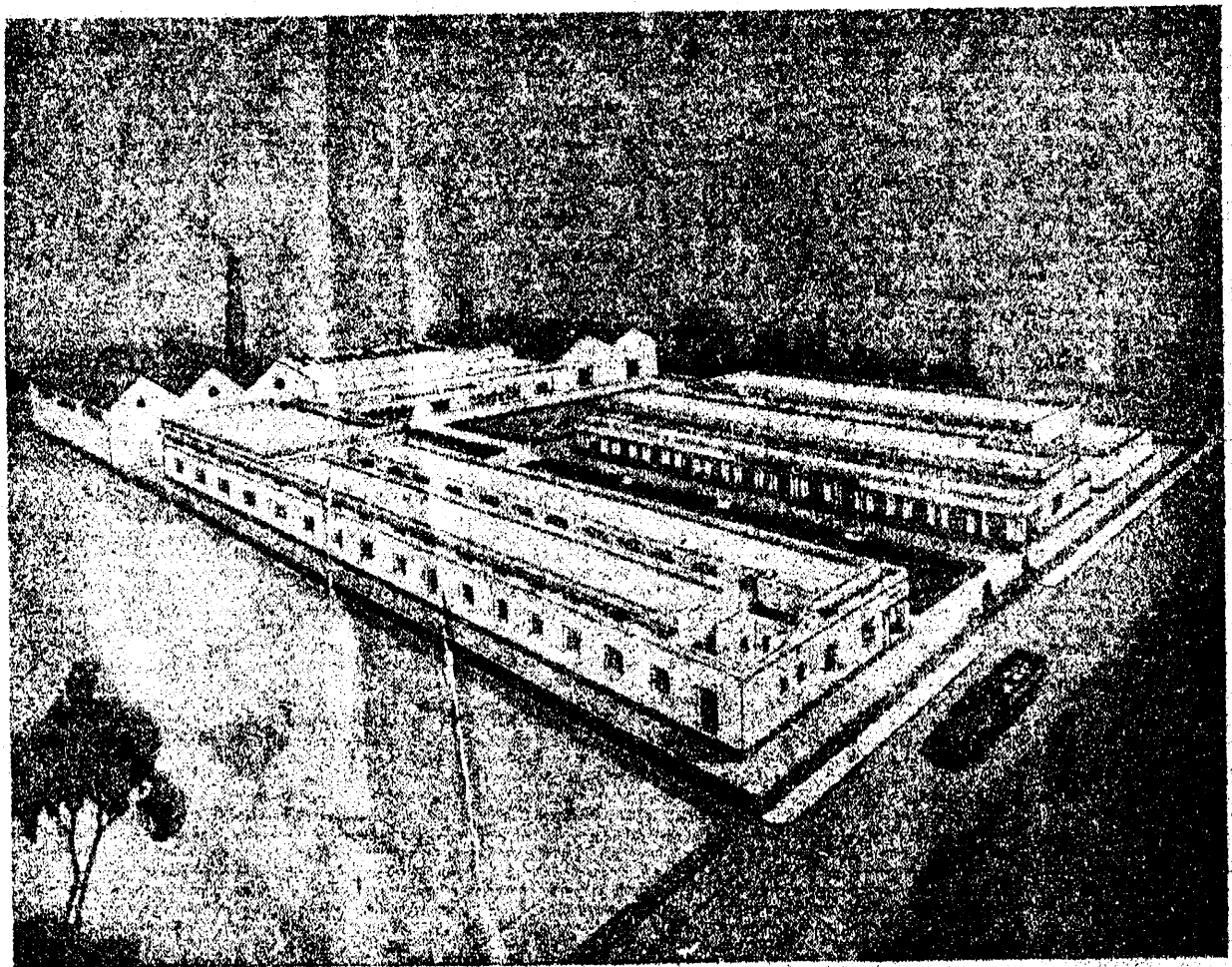
ہمدرد دواخانہ دہلی کے مالک حکیم حاجی عبدالحمید صاحب رئیس اعظم دہلی نے اپنی اس سائنٹفک فیکٹری کے افتتاح کی تقریب میں مبلغ پانچ ہزار روپئے کا گرانقدر عطیہ انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی کے عمارتی فنڈ میں عطا فرمایا۔

بیٹھا تھا وہ اپنی دم کو خاموشی سے ہلاتا رہا اور بل پہ بل دیتا رہا۔ اس دن سورج کی گرم شعاعوں میں ہزاروں آنکھیں بڑے اطمینان سے جھپکتی رہیں۔ غالباً کسی نے بندروں سے بھرے درخت پر اتنی خاموشی کبھی نہیں دیکھی ہوگی۔ وہ ایک موثر نظارہ تھا۔ ہمارا سب سے زیادہ سال خوردہ بندر سب سے اوپر کی ٹہنی پر متمکن تھا۔ اس کے ذرا نیچے ہمارے دوسرے معزز بندروں کا اجتماع تھا اور اسی طرح اپنی اپنی حیثیت کے مطابق نیچے کی ٹہنی تک سب خاموش بیٹھے تھے۔

ہماری خاموشی کو ابھی ایک ہی لمحہ گذرا تھا کہ ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس نے ہم سب کو خوف زدہ کر دیا۔ ہمارے سکوت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک بندر درخت پر چڑھ آیا اور وہ سیدھے بندروں کی پیٹھ پر سے ہوتا ہوا اور شاخ بہ شاخ چلتا ہوا ہماری صفوں کو توڑ کر درخت کی سب سے اوپر کی ٹہنی پر پہنچ گیا۔ وہ چھوٹے بندروں کا لیڈر تھا جس سے ہماری گفتگو ہوئی تھی۔

"یہ سب دھوکا ہے" وہ چلایا "تم اس طرح صلح کی یادگار منانے کا بہانہ کر رہے ہو۔ دراصل تم اس تمام دوران میں ہملوں کو بڑے پیمانے پر پھیلنے کی تجویزوں پر غور کرتے رہے ہو اور اگر میں یہ کہوں کہ تم بالکل چپ نہیں ہو تو غلط نہ ہوگا کیوں کہ تمہارے پیٹوں اور دانتوں کو تیز کرنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔"

یہ واقعی ہماری عادت تھی اور ہم ایسا غیر شعوری طور پر کر رہے تھے۔

"پکڑ لو! اسے مار دو۔" ہجوم چیخ اٹھا۔ اور ہم میں سے بہت سے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس پر پل پڑے۔ لیکن اس میں بلا کی طاقت تھی اور اس نے آن کی آن میں آدھے بندروں کو نیچے گرا دیا۔ اس کے جسم میں شاید کوئی آسیب داخل تھا اور ہم اب بھی سمجھتے ہیں کہ کہیں اس کے مقلدین میں بھی یہ آسیب حلول نہ کر چکا ہو۔

آخر کار ہم اسے نیچے گرانے میں کامیاب ہو گئے اور جا سب سے زیادہ سال خوردہ بندر اسے دیکھنے کے لئے نیچے اترا اور پھر ہم نے جو منظر دیکھا اس سے ہمارے اوسان خطا ہو گئے

دم بخود وہ اپنے پیٹ کے بل زمین پر لیٹا تھا۔ اس کی پیٹھ ننگی تھی اور اس پر کوئی بال نہ تھا، اس کے کوئی دم بھی نہیں تھی —— ہم سب اس کو دیکھ کر چلا اٹھے "یہ تو آدمی ہے"

اور ہم نے محسوس کیا کہ ہم بھوکے ہیں۔

(جہاں نما)

خواتین کے لیے۔

میری پسند کی کتاب

از —— میر محمود علی بادشاہ ام۔ اے لکچرر مہارا جا کالج میسور

اس موضوع کے متعلق میں تو اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ ع

دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

قدرت کے کارخانے میں ہر چیز ایسی جاذب نظر ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا مشکل اور نہایت مشکل ہے۔ حیوانات میں چرند پرند درند اور دیگر اصناف ہیں، پھر نباتات میں جمادات ہیں، معدنیات ہیں، ستارے اور سیارے ہیں، چاند اور سورج ہیں یہ ایک ہی بلا بھی مختلف چیزیں ہیں جن میں ہر ایک کی شان علیحدہ ہے۔ ہر ایک میں حسن ہے جمال ہے غرض

جو چیز خدا نے ہے بنائی
ظاہر ہے اس میں خوش نمائی

کائنات کی ان تمام چیزوں میں وہ ہستی بھی ہے جس کی خاطر زمین و آسمان پیدا کئے گئے نیز وہ تمام اشیا جو دونوں کے اندر یا دونوں کے درمیان میں ہیں۔ وہ کون ہستی ہے؟ وہی جس نے دنیا کو ایک دل چسپ مقام بنایا۔ جس کے تصرفات نامحدود ہیں جس کی طاقتیں بے پناہ ہیں۔ جو قدرت کو بہت زیادہ عزیز ہے جو ظاہری و باطنی کمالات میں یکتا ہے جس کا حسن بے نظیر ہے جس کے آگے تمام نوری مخلوق کو ہی نہیں بلکہ ان کے ناری معلم کو بھی جبہ سائی کا حکم قدرت کی طرف سے صادر ہوا تھا۔ جو اشیا کے حقایق اس طرح دریافت کرتی چلی جاتی ہے کہ اسرار کا سربمہر لفافہ کھلتا جا رہا ہے۔ غرض یہ وہ ہستی ہے جس کی دخل دہی اور دراندازی پر اگر قدرت کو رشک ہے اور اسے حفظ اسرار کا سودا ہے تو پھر اسے معدوم کر دے گی اور ایسا شعور رکھنے والی کوئی دوسری ہستی ہرگز نہ پیدا کرے گی۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ یہ ہستی قدرت کی محبوب ہے اور اس کی شاہکار و قدرت کا مصنف کائنات کی تصنیف اسی ہستی کے ہاتھوں میں دے کر دور سے تماشہ دیکھ رہا ہے کہ اوراق کتاب سے کہاں تک لطف اٹھایا جاتا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے میں یہ ہستی کتنا انہماک ظاہر کر رہی ہے۔ اس کے تجربے اور مشاہدے میں روز بروز کس قدر اضافہ ہو رہا ہے اس کے پاس اس کتاب کی قدر و منزلت کس درجے پر ہے۔ معلوم ہے یہ کون ہستی ہے؟ وہی جس کا نام انسان ہے۔ پس اگر کوئی سوال کرے کہ تمہاری پسندیدہ کتاب کونسی ہے تو میں کہوں گا کائنات کی کتاب اسی کا مطالعہ سب سے زیادہ دل چسپ ہے۔ کوئی دوسری تصنیف جو ہم سے نسبت رکھتی ہے ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

مگر سوال کا پہلو اور ہے، وہ ایسے کارنامے سے تعلق رکھتا ہے جو اوراق کا غلاف در عبارت پر مشتمل ہو کر کتاب کہلاتا ہے۔ اسی صورت میں اس کا جواب مشکل بلکہ دشوار ہو جاتا ہے۔ انسانوں نے تبادلۂ خیالات کے لئے مختلف زبانیں وضع کر لی ہیں، پھر ہر زبان کو معراج کمال پر پہنچانے والے بھی اور ہیں۔ بس اس شخص کو اپنی پسندیدہ کتاب کے بتلانے میں زیادہ وقت اور حیرانی ہوگی جو خوش قسمتی یا بدقسمتی سے اپنی مادری زبان کے علاوہ دو تین دوسری زبانیں بھی جانتا ہو۔ اس کے لئے ستم ظریفی کی بات تو یہ ہے کہ اس انتخاب میں کتابوں کے ساتھ ان دانستہ زبانوں کو بھی چھاننے پر آمادہ ہونا پڑتا ہے تاکہ یہ بتا سکے کہ اسے کونسی کتاب زیادہ عزیز ہے اور کیوں۔

اب ہم اجمالی طور پر دو ایک زبانوں کا اور ان کی بہترین کتابوں کا جائزہ لیں گے۔ میری پسندیدہ کتاب عربی میں بتانی پڑے تو جواب کافی وافی اور شافی دیا جا سکتا ہے یعنی ایسا کہ جس پر کسی کو جائے اعتراض نہ رہے وہ کتاب وہی کلام ہے جس نے ماہرین زبان کے دعوے کو باطل کر دیا۔ وہی جس کی وجہ سے سبعہ معلقہ کی قدر و قیمت نہ رہی۔ وہی جسے بے ساختہ طور پر زندہ معجزہ کہا جاتا ہے۔ وہی جو سدا بہار ہے۔ دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں جو کم و بیش ہر ساٹھ سال میں بدلتی نہ رہی ہو۔ مگر یہ حیرت کا مقام ہے کہ اس کتاب پر چودہ صدیاں گذر چکی ہیں اور ہنوز اس کی عبارت تر و تازہ ہے۔ اس کتاب نے اپنے ساتھ اپنی زبان کو بھی زندہ جاوید کر دیا ہے۔ نہ اس میں رطب و یابس ہے، نہ اس کے انداز بیان میں ناہمواری۔ اس میں دل چسپ قصے ہیں، امید افزا باتیں ہیں۔ عبرت انگیز معلومات ہیں، بداحتیاطی اور بے اعتدالی پر رونگٹے کھڑے کرنے والی دھمکیاں ہیں، حسن عمل کے لئے بشارت ہے، زبان کے چٹخارے ہیں، وجد میں لانے والے فقرے ہیں پند و موعظت ہے۔ علم و حکمت ہے، فصاحت و بلاغت ہے، شان و شکوہ ہے، غرض ایک ایسی جامع و مانع کتاب ہے جس میں سب کچھ ہے۔ اتنی کچھ صراحت کرنے کے بعد کیا یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ اس کا نام کیا ہے؟ اچھا تو سنئے اسے کہتے ہیں قرآن۔ دنیا بھر کی کتابوں میں اور زبانوں میں کیا کوئی کتاب اس پلے اور پایے کی ہے؟ ہم اسے لاجواب کتاب کہیں تو خوش اعتقادی نہیں حقیقت ہے۔ لہٰذا وہ میری ہی نہیں بلکہ ہر ایک کسی کی پسندیدہ کتاب ہے۔

اب چلئے فارسی کی طرف، طوس کے ابوالقاسم کو کیا معلوم تھا کہ قدرت نے اسے حیرت افزا بنانے کے لئے پیدا کیا تھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اگر کوئی یہ کہے کہ غزنی کا وہ مشہور حکمراں اسی ابوالقاسم کی خاطر معرض وجود میں آیا کہ اس کے ذریعے ابوالقاسم کی قدر و قیمت دنیا کو معلوم ہو جائے تو یہ نہ شاعرانہ مبالغہ ہے نہ والہانہ قول! کیا کسی کتاب کی جو ہم جیسے انسانوں کی تصنیف ہو کہیں ایسی قدردانی دیکھی یا سنی گئی ہے کہ ایک ایک بیت اشرفی کے مول بکے۔ پھر جانیں کتنی؟ ایک لاکھ، اشرفی کس قدر؟ اتنی ہی۔ اتنی بڑی لاگت کو دیکھ کر غزنی کے حریص حکمراں کا دل تھوڑے وقت کے لئے مچل جائے اور وہ اپنے قول سے پھر کر چاندی کے سکوں میں اس کی قیمت ادا کرنی چاہے تو تعجب کی کیا بات ہے؟ اس پر طوس کا یہ [illegible] مند فقیر بادشاہ وقت کے انعام کو رد کر دے تو اس سے نہ اس کی تنقیص ہوئی نہ ذلت۔ الٹے غزنی کا حکمراں ہی زمانے کی نظروں میں حقیر بنا۔ اسے جوں ہی اپنی غلطی اور [illegible] کا احساس ہوا اس نے فوراً اشرفیاں بھیک [illegible] کرنا چاہا۔ اس موقعہ پر بدبختی بے نیاز طوسی کی نہیں بلکہ نیاز مند غزنوی کی تھی کہ وہ اپنے وعدے کو اس کے جیتے جی پورا نہیں کر سکا اور دنیا کو یہ منظر دکھایا کہ اشرفیوں کے شاہی حمال بل پر ایک طرف سے گذر رہے ہیں اور دوسری طرف سے طوس کے اس ہیرے کو لوگ تودۂ خاک میں چھپانے کی خاطر بڑی احتیاط سے لئے جا رہے ہیں۔ بہرصورت غزنی کا محمود شاہنامے کے اس بے عدیل فردوسی کی قدر کئے بغیر نہ رہ سکا۔ قدر بھی کیسی؟ ایسی کہ جو آج تک کسی دوسرے شاعر کو میسر نہ ہوئی

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

جس کتاب کی قدر و منزلت یہ ہو اس کے انتخاب روزگار ہونے میں کسی کو تامل ہو سکتا ہے؟ کیا اسے صرف میں پسند کر سکتا ہوں؟ آپ بھی اسے منظور نظر بنانے پر مجبور نہ ہوں گے؟

ایک کی حقیقت کو آپ دیکھ چکے اب ہم ایک جھلک دوسری کتاب کی دیکھ کر آگے بڑھیں گے۔ اس کتاب پر جس کسی کی نظر پڑی ہے اس نے یہی کہا ہے۔ ع

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

مذہب کے حقائق کو دل فریب قصوں اور نکتہ آموز تمثیلوں میں کوئی سمجھنا چاہے تو یہ کتاب ناگزیر ہے۔ فلسفہ و تصوف، عشق و معرفت، پند و نصیحت سے کسی کو دل چسپی ہو تو اس کتاب کو پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا پھر

ان کی مترنم بحر، چست بندشیں، درستگی بیان، ہوائے خیال کی دل آویزی، تشبیہات و استعارات کی برجستگی، الفاظ کی معنویت، ان تمام خوبیوں کے مدنظر اگر کوئی اس کتاب کے متعلق بے اختیار کے عالم میں یہ کہہ دے ؎

مثنوی مولوی معنوی ۔ ہست قرآں در زبان پہلوی

تو کیا کسی کو اس کی تردید کی مجال ہو سکتی ہے؟ کیا وہ قول اس کتاب کو میرے اور آپ کے لئے گل سرسبد نہیں کر سکتا؟ میرا روئے سخن آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

مجھے تو مجبوراً قلم کے قدم کو آگے بڑھانا پڑتا ہے۔ ورنہ کتنی اور ہستیاں ہیں جو اپنے کمالات کو بتا کر اپنے منتخب ہونے کا ہمیں یقین دلا رہی ہیں۔ خصوصاً شیراز کے حافظ و سعدی۔ ہم ایران کی شیریں و لطیف زبان کو جس کا حسن تمام اہل دنیا کے لئے جاذب نظر رہا ہے با دل ناخواستہ خیرباد کہہ کر آگے چلیں گے۔

ہماری توجہ اس کے بعد انگریزی زبان اور اس کے ادب کی طرف منعطف ہوتی ہے۔ یہاں بھی لائق مصنف اور قابل وقعت مصنفین کی اتنی کثرت ہے کہ کسی ایک پر ہم اپنی نظر زیادہ دیر تک نہیں جما سکتے۔ اگر ایسا کریں تو

جلوۂ یار یکایک ابھی دیکھا کیا ہے

کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ عالم یہ ہو تو بھلا بتلائیے کوئی فیصلہ کیونکر کر سکے۔ ملٹن، کیٹس، شیلی، ورڈسورتھ، جارج ایلیٹ، بائرن، آرنلڈ، لانگ فیلو، وغیرہ سب نے زبان اور ادب کی اتنی اہم خدمت کی ہے کہ سب برابر کے شریک ہیں۔ ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا سراسر ناانصافی ہے۔ مگر ہر دلعزیزی اور مقبولیت کے لحاظ سے شیکسپیر ایسی شہرت کا مالک ہے جو شاید ہی کسی تاجدار کو نصیب ہوئی ہو۔ اس کے ڈرامے انسانی فطرت کی گوناگونی کے آئینہ دار ہیں۔ ان کو پڑھ کر حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو شہر سے دور تھا اور جو اپنے وقت کا کچھ حصہ ہرن کے شکار میں بسر کرتا تھا انسان کے کردار کا ایسا گہرا مطالعہ کیوں کر میسر ہوا؟ ڈرامہ کو ادبی شان عطا کرنا اور اس کا رتبہ بلند کرنا یہ اسی کا حصہ تھا قدرت نے اسے ڈرامہ نگار بنا کر بھیجا۔ اسی سے وہ نامناسب ماحول کے باوجود اعجوبۂ روزگار بن گیا۔ اقبال نے ہمارے اس شاعر کے متعلق ٹھیک کہا ہے ؎

ہو ترے فکر فلک رس سے کمال ہستی
کیا تری فطرت روشن تھی مآل ہستی

پھر جرمنی کا گوئٹے اور فرانس کے والٹیر اور روسو اپنے کارنامے لئے ہوئے سربرآوردہ دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں ہر ایک کی کتاب کو کوئی پڑھے تو دوسری تمام کتابوں کو تھوڑے وقت کے لئے بھول کر یہی کہے گا میری پسندیدہ کتاب یہی ہے۔

ہم دوسری زبانوں کے بوستانوں کی سیر و تفریح سرسری طور پر کر چکے۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ ہماری زبان میں وہ کونسی تصنیف ہے جسے میں اپنی پسندیدہ کتاب کہوں تو آپ میرے ساتھ اتفاق کر سکیں۔ لیکن اس انتخاب میں میرے ساتھ آپ کو بھی حیران و پریشان ہونا پڑے گا وہ جیسے دلی کی سرزمین سے اتنی دلبستگی تھی کہ لکھنؤ پہنچ کر چلا اٹھے ؎

دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
رہتے تھے منتخب ہی جہاں روزگار کے
اس کو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا
ہم رہنے والے ہیں اسی اجڑے دیار کے

کیا ہمیں اس کے خدائے سخن ہونے میں کوئی تردد ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ جس کو تیر و نشتر کھانے کا حوصلہ ہو البتہ وہ اسی خدائے سخن یعنی میر تقی میر کو ترجیح دیگا۔

پھر ہماری نظر میر کے ہم عصر مرزا محمد رفیع یعنی سوداؔ پر پڑتی ہے۔ ان کے کلام کی شان کو دیکھ کر ہم بے ساختہ ان کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ پھر ہمیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ غنچہ کو پکار کر قلمدان نہ منگوائیں اور ہماری ہجو لکھنے نہ بیٹھ جائیں۔ اس لئے ہمیں سر پر پاؤں رکھ کر ان کے پاس سے بھاگنا پڑتا ہے۔

اس کے بعد ہمیں انشاؔ و مصحفیؔ، آتشؔ و ناسخؔ، امیرؔ و داغؔ، دبیرؔ و انیسؔ ملتے ہیں۔ انشا کا کلام مقناطیسی اثر رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے خصوصاً آخر الذکر دو شاعروں کے متعلق ہر کسی کو گمان یہی گذرتا ہے کہ قدرت نے مرثیہ کا پایہ بلند کرنے کے لئے خاص طور پر انھیں دنیا میں بھیجا تھا۔ پھر ہمیں اکبرالہ آبادی ملتے ہیں جو اپنے سراپا ظرافت اور پرمعنی اشعار سے ہمیں ہنساتے ہنساتے پیٹ میں بل ڈال دیتے ہیں۔ اس پر دل کہنے لگتا ہے کہ ہم انھیں کو پسند کر لیں۔ اتنے میں اقبال اپنی بانگ درا سنا کر داد طلب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کیا تم نے میری بال جبریل، ضرب کلیم، زبور عجم، اسرار خودی، رموز بے خودی وغیرہ پڑھی ہے؟ ہمیں انھیں باادب کہنا پڑتا ہے کیوں نہیں؟ ہم ضرور لطف اندوز ہوئے ہیں۔ لیکن اتنی متعدد کتابوں میں ہر ایک کا وزن ہمارے پاس دوسری کے برابر ہے۔ ہم کسی کو دوسری پر ترجیح دے کر بدتمیز بننا نہیں چاہتے۔ لہٰذا ہمیں اجازت دیجئے۔

اس کے بعد اور شعرا سے قطع نظر کر کے ہم نثر نگاروں کی صف کو دیکھیں تو سرشار اپنے ناولوں کے ساتھ آگے آتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ پھر نذیر احمد سامنے ہو کر کہتے ہیں دلی کی زبان کا لطف محاورات کے چٹخارے اور دلچسپ قصوں میں نصیحت میرے کارناموں کے سوا اور کہاں مل سکتی ہے؟ اتنے میں رتن ناتھ سرشار اپنے فسانہ آزاد کو لئے ہوئے قدم آگے بڑھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں اودھ اخبار کی ہر دلعزیزی کا سبب تمہیں معلوم ہے؟ ہمیں ان تمام لوگوں سے یہی کہنا پڑتا ہے کہ آپ کی بزرگی کے آگے ہمارا سر تسلیم خم ہے۔ مگر آپ لوگوں کے کارنامے اتنے متعدد ہیں کہ اس میں کسی ایک کو ترجیح دے کر ناحق آپ کو ناراض کرنا ہمیں منظور نہیں۔ لہٰذا ہم اجازت طلب ہیں۔

غرض بہت کچھ دیکھ بھال کے بعد ایک مختصر دیوان ہمارے ہاتھ لگتا ہے جس میں بمشکل سو صفحے ہیں، اس کے اشعار اردو میں ہیں۔ کلام کی فارسی ترکیبوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شاعر عجمی ہے۔ الفاظ کی چست بندشیں یہ بتاتی ہیں کہ زبان پر اسے کتنا زور ہے۔ انداز بیان جواب کا طالب ہے تو کسی دوسرے کو اپنا نمونہ پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ تخیل کی بلندی آسمان کو پست کئے دیتی ہے۔ مترنم بحریں موج میں لا کر اس کے اشعار کو الاپنے پر آمادہ کر دیتی ہیں۔ تشبیہات و استعارات کی رنگینی ہمارے دل کو عجیب طرح لبھاتی ہے۔ صفائی و روانی، شوخی و جدت، فلسفہ و حکمت، معرفت و تصوف، عشق و جوانی، شراب و کباب غرض ہر بات و کیفیت ان مختصر اوراق میں اس طرح ادا ہوئی ہے کہ پڑھنے والا اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان اشعار کا جوہر نیم روز کسی ماہر علم کی آنکھوں کو خیرہ کر کے اس کی زبان سے یہ کہلوائے کہ یہ آسمانی کتاب ہے تو تعجب کیا ہے؟ شارحین و مفسرین کی ایک قابل جماعت جس میں حالی، حسرت موہانی، طباطبائی، خود دہلوی، آسی لکھنوی، محمد باقر وغیرہ شامل ہیں، اس کے دیوان کے حقائق کو سمجھنے اور سمجھانے پر آمادہ ہو جائے تو حیرت کاہے کی؟ ایک نہ ایک مضمون کسی اخبار یا رسالے میں اس کے متعلق ہمیشہ شائع ہو رہا ہو تو اس کے معنے کیا ہیں؟ اردو زبان اور ادب کے تذکروں اور تاریخوں میں کیا کہیں اس کے دیوان اور اس کا ذکر حذف ہو سکتا ہے؟ کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اس مولف کی سوانح عمری کس کس نے لکھی ہے؟ اور کون کون لکھنے چلے جا رہے ہیں؟ مدرسہ کے درس میں یا کالج کے کورس میں اسے شامل کئے بغیر کام چل سکتا ہے؟ امیر کی زبان سے یا فقیر کے منہ سے، ناٹک کے اسٹیج پر یا سینما کے سیمیں پردے پر، جلسہ کے پلیٹ فارم پر یا ذاتی گفتگو میں کیا کوئی نہ کوئی شعر اس دیوان کا سنائی نہیں دیتا؟ کیا یہ دیوان مختلف تقطیعوں میں نہیں چھپا اور چھپتا چلا جا رہا ہے؟ کیا اسے چغتائی نے مرقع نہیں بنا دیا؟ کیا تاج کمپنی نے چکنے اور دبیز کاغذ پر اعلیٰ طباعت کے ساتھ شائع نہیں کیا؟ صدہا مرتبہ اشاعت کے باوجود کیا اس کی مانگ کم ہوگئی؟ غرض دیوان کی یہ شان ہو تو ۔ ع

اس کی ہر بات پہ ہم نام خدا کہتے ہیں

کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ سچ ہے جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ اتنی کچھ صراحت کرنے کے باوجود اگر کوئی اشارہ کو نہ سمجھے اور پوچھے کہ ذکر کس کا ہے تو اسی شاعر کی زبان سے سن لیجئے ؎

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

اس کے بعد کیا یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ میری پسندیدہ کتاب دیوان غالب ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی بھی یہی رائے ہے۔

بٹن پھول

از ۔۔۔۔ غوث النساء بلقیس فاروقی

آج دستکار بہنوں کی خدمت میں ایک جدید طرز کی کرامت جس کو بٹن پھول Button Rose کہا جاتا ہے پیش کر رہی ہوں امید ہے بہنیں اسے پسند کریں گی۔ اس طرح پھول بنانے سے پھول کی شکل زیادہ قدرتی معلوم ہوتی ہے اور شیڈ دار رنگ سے کاڑھیں تو اور بھی زیادہ خوشنما لگتا ہے۔ بنانے کا طریقہ یوں ہے۔ کپڑے پر جہاں وہ پھول بنانا ہو گول نشان کر لیجئے بعد ازاں سوئی کپڑے میں اس طرح ڈالی جائے کہ سوئی کی نوک دھاگے کے حلقے سے ہو کر نکلے سوئی کپڑے سے نکالنے سے پہلے اسی پر دھاگہ لپیٹتی جائیے۔ کافی ہوشیاری کے ساتھ سوئی کو اس طرح کھینچیے کہ اس پر لپٹا ہوا دھاگہ ہرگز شکل نہ بدلے۔ اس طرح سے جتنے بڑے پھول کی ضرورت ہو اتنا ہی بڑا بنایا جا سکتا ہے۔ یہ بٹن پھول بہت حسین اور خوشنما ہوتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۸ کالم ۱)

اب تو ساجدہ ہمارے اسکول میں سب سے شریف بھی اور لائق لڑکی خیال کی جاتی ہے۔ اب ہم اسے اچھی ساجدہ کہتے ہیں۔

اُردو دُنیا

سردار پٹیل کی ریڈیو پالیسی پر ادبائے بنارس کا احتجاج

یوم قائد منعقدہ ۳۰ مئی کے موقعہ پر مقامی بیرونی معاملات پر ادبائے بنارس سے متعدد تجاویز منظور کیں۔ چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ حکومت ہند کی ریڈیائی پالیسی سے جس پر یکم اپریل ۱۹۴۷ء سے عمل درآمد ہوا ہے یہ اجتماع اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ حکومت ہند ہماری ہندو مسلم اتحاد کی آئینہ دار اردو زبان کو سخت نقصان پہنچا رہی ہے۔ یہ اجتماع بموجب سے حقوق انسانی اپیل کرتا ہے کہ ایسی پالیسی اختیار کریں جو اردو داں دنیا کو مطمئن کر سکے۔

۲۔ اگر حکومت یو۔پی انگریزی زبان کو بتدریج ہندوستانی میں منتقل کرنا چاہتی ہے تو یہ اجلاس اس کو مستحسن خیال کرتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ تاکید کرتا ہے کہ اردو کو اس کی آبادی حیثیت کے پیش نظر کسی طرح نظر انداز نہ کرے۔

۳۔ یہ اجلاس حضور نظام دکن کی علم پروری سے امید کرتا ہے کہ حکومت میں چند متعصب عناصر کے شمول سے اردو کے ساتھ جو معاندانہ پالیسی برتی جا رہی ہے اس پر توجہ کر کے اس کا سدباب کیا جائے گا اور انجمن ترقی اردو ہند کے زیر نگرانی اردو کو خسروانہ عنایتوں سے فروغ دیا جائیگا۔

مراسلہ عبدالرحمان۔ ناظم نشر و اشاعت

آل انڈیا ریڈیو کی اردو کش پالیسی

انجمن ترقی اردو سرحد کا احتجاجی جلسہ

پشاور ۲۵ مئی ۱۹۴۷ء۔ انجمن ترقی اردو سرحد کا ایک غیر معمولی جلسہ زیر صدارت آنریبل ملک خدا بخش خاں ایڈوکیٹ بیبی کورس گارڈن میں ۹ بجے منعقد ہوا جس میں ذیل کی قرارداد متفقہ طور پر پاس کی گئی۔

انجمن ترقی اردو سرحد کا یہ جلسہ حکومت ہند کے محکمہ اطلاعات و نشریات کی توجہ آل انڈیا ریڈیو کے "نیوز بلیٹن" کی طرف دلاتا ہے جو کچھ دنوں سے ایسی زبان میں نشر کئے جا رہے ہیں جو شمالی ہندوستان کے رہنے والوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں کیونکہ اس میں ہندی اور سنسکرت کے غیر مانوس الفاظ کو زبردستی ٹھونسا جا رہا ہے۔

یہ جلسہ اس فرقہ وارانہ اور معاندانہ طرز عمل کے خلاف پر زور احتجاج کرتا ہے۔

اس طرز عمل سے ایک طرف تو اردو زبان کی بیخ کنی ہو رہی ہے جو ہندو مسلم اتحاد کی بہترین یادگار ہے اور دوسری طرف شمالی ہندوستان کے رہنے والوں کے دلوں میں نفرت پیدا کی جا رہی ہے جس کے نتائج محکمہ ریڈیو کے لئے بے حد مضر ثابت ہوں گے۔

اس سلسلے میں مجلس عاملہ آنریبل مولانا ابوالکلام آزاد ممبر تعلیمات سے بھی توقع رکھتی ہے کہ اردو ادب پر جو ان کے ناقابل فراموش احسان ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اردو زبان کے ساتھ اپنے دلی لگاؤ کی روشنی میں اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا کر محکمہ نشریات کی اصلاح فرمانے کی کوشش کریں گے۔

قرارداد کی نقلیں :-

۱۔ ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات و نشریات ہند دہلی
۲۔ آل انڈیا ریڈیو دہلی
۳۔ آنریبل مولانا ابوالکلام آزاد ممبر تعلیم دہلی۔
۴۔ انجمن ترقی اردو ہند دہلی
۵۔ اور اخبارات کو بھیجی گئیں

مراسلہ: [illegible] (ناظم)

انجمن ترقی اردو پر اظہار اعتماد

مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۴۷ء کو اراکین انجمن ترقی اردو سوہاوہ شریف نے ایک اولین اجتماع بمقام [illegible] (پونچھ) منعقد کیا جس کی صدارت کے فرائض مولوی صادق حسین شاہ صاحب نے انجام دئے۔ اتفاق رائے سے ذیل کی تجویز پاس کی گئی۔

انجمن ترقی اردو (ہند) کی بے لوث خدمات قابل قدر ہیں اور وہ کسی سے مخفی و پوشیدہ نہیں ہیں۔ انجمن مذکور کو اعلیٰ حضرت شہریار دکن کی جانب سے ایک گراں قدر رقم بطور عطیہ ملتی رہی ہے۔ چند ماہ ہوئے ریاست کے بورڈ اعلیٰ نے یہ امدادی رقم بند کر دی ہے جس سے انجمن کو نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

اس لئے اراکین انجمن ترقی اردو سوہاوہ شریف بذریعہ تجویز ہذا حکومت آصفیہ سے التجا کرتے ہیں کہ وہ حسب سابق "اردو زبان" کی سرپرستی منظور فرمائے۔

مرسلہ: محمد صدیق شاہ ندوی فاضل ادب
صدر انجمن ترقی اردو سوہاوہ شریف

ایک اہم اطلاع

جامعہ اردو علی گڑھ

عام اطلاع کے لیے اعلان کیا جاتا ہے کہ چونکہ نومبر ۱۹۴۶ء کے امتحانات ادیب ماہر ادیب کامل میں دو واقعہ ریاست حیدرآباد دکن کی شرکت کرنے والوں کی بابت قطعی دلائل و شواہد کی بنا پر ممتحنین اس امر پر متفق ہیں کہ انہوں نے تمام پرچوں میں یقینی طور پر ایک دوسرے سے نقل کی ہے۔ اس لیے جامعہ اردو کی امتحانی کمیٹی فیصلہ کرتی ہے کہ نومبر ۱۹۴۶ء کے ادیب ماہر اور ادیب کامل میں شرکت کرنے والے امیدواروں کو ناکام قرار دیا گیا۔

HAMARI ZUBAN

عبد اللطیف نے لطیفی پریس لمیٹڈ دہلی میں چھپوا کر شائع کیا - ایڈیٹر: پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی دہلوی

انجمن ترقیٔ اُردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنہ — چندہ سالانہ دو روپیہ

جلد ۸	یکم جنوری سنہ ۱۹۵۰ء	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	۱۰ ربیع الاول ۱۳۶۹ ھجری	نمبر ۱

کچھ اپنی باتیں

ہماری زبان

ہندوستان کی تقسیم کے بعد اب انجمن ترقی آردو (ہند) کا نیا دور شروع ہوتا ہے ـ ہمیں اپنے کام کا ایك نیا نقشہ اس طرح بنانا ہے کہ وہ ملك کی عوامی زندگی کے نقشہ میں سما سکے۔ اور پرانی قدروں کے بجائے اب جو نیا زمانہ نئے تقاضے اپنے ساتھہ لایا ہے آن کو نظر انداز کرکے کوئی کام کرنا دریا کے دھارے کے خلاف کشتی چلانا ہے ـ دھلی کے ھنگامے کے بعد کچھہ روز انجمن معطل رھی لیکن جب سنہ ۴۸ع میں انجمن کے ڈایرکٹروں نے اپنے ایك جلسہ میں یہ بات طے کی کہ آنے والے زمانہ میں اس انجمن کا کام صرف ھندوستان ھی تك محدود رہے اور انجمن کے فاضل سکرٹری ڈاکٹر عبدالحق نے بھی اس تجویز پر اپنی رضامندی ظاہر کردی تو فوراً ھی ضروری معلوم ہوا کہ نہ صرف انجمن کے بورڈ آف ڈایرکٹرس میں آن اصحاب کی جگہ جو پاکستان چلے گئے تھے دوسرے اصحاب کا انتخاب کرلیا جائے بلکہ کام کے قدیم اصولوں پر بھی جہاں تك ضرورت ہو نظر ثانی کی جائے۔

اس عرصہ میں انجمن کے صدر سر تیج بہادر سپرو کا انتقال ہوچکا تھا ـ آن کی جگہ انجمن کے ڈایرکٹروں نے مسلم یونیورسٹی کے وایس چانسلر اور جامعہ ملیہ کے شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کو صدر منتخب کیا اور انہیں پورا اختیار دیا کہ وہ زبان کے کسی خادم کو انجمن کے کام کی سربراھی کے لئے نامزد کردیں ـ اس طرح انجمن کے اس نئے جنم کی ذمہ داریاں مجھہ پر عاید ہوئیں۔ ڈایرکٹروں کی پوری فہرست اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ پیش کی جاتی ہے ـ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اب انجمن کے ڈایرکٹروں میں زبان کے متعلق ہر مکتب خیال کے نمایندے موجود ہیں اور ایسے اصحاب بھی اب اس مجلس میں شریك ہیں جو زبان کے متعلق ترقی پسند رجحانات رکھتے ہیں ـ انجمن کے نئے قواعد میں ڈایرکٹروں کی تعداد میں کچھہ اور اضافہ کیا گیا ہے اور آمید ہے کہ زبان کے مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والی کوئی جماعت بھی ایسی نہ رہیگی جس کے خیالات کا نمایندہ ہماری مجلس میں نہ ہو۔

اخبار ,,ہماری زبان،، کم و بیش ۸ سال تک زبان کے متعلق انجمن کی بحر ایکوں کا کارندہ بنا رہا مگر دہلی کے ہنگامہ کے بعد سے وہ چند روز بند رہا۔ اب انجمن کی صحیح آس کا بھی ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ ,,ہماری زبان،، کا مقصد وہی ہے جو پہلے تھا؛ یعنی ملک کی مشترکہ زبان کے متعلق انجمن کے مقاصد کا پرچار اور اس تحریک کے لئے زیادہ سے زیادہ میدان پیدا کرنا اور عوام میں اس زبان کو زیادہ سے زیادہ مقبول بنانا۔ یہہ اخبار نہ پہلے کوئی سیاسی اخبار تھا اور نہ اب آسے سیاسی جھگڑوں اور بکھیڑوں سے کوئی سروکار ہوگا۔ زبان کے معاملہ میں بھی آس کا اصول یہہ ہوگا کہ وہ زبان کی ترقی کے راستے اور طریقے بتائے مگر آردو، ہندوستانی اور ہندی کے درمیان تنگ نظری رقابت اور تعصب پیدا نہ ہونے دے۔ ہم تو یہہ سمجھتے ہیں کہ زبان کے مسئلہ کو فرقہ وارانہ نظر سے دیکھنا زبان کے ساتھہ دشمنی کرنا ہے اور آس کے محاسن کی طاقت میں اضافہ کرنا ہے۔ آردو زبان کی عوامی صورت ہمیشہ ملک کی مشترکہ زبان رہی ہے اور ہمیشہ رہیگی۔ وہ کبھی بھی تنہا کسی ایک فرقہ کی زبان نہ تھی اور نہ آج ہے۔ آج تک بہت سے وہ لوگ بھی جو سنسکرت کو ملک کی قومی زبان بنانا چاہتے ہیں، جب بولتے ہیں، تو سوائے اس زبان کے اور کوئی زبان نہیں بول سکتے۔

ہندی زبان کو ملک کی ,,سرکاری،، زبان سے کا فیصلہ جس قدر مایوس کن ہے آسی قدر وہ کوششیں بھی مایوس کن ہیں جو ہندی کو سنسکرت کے سانچہ میں ڈھالنے کی شکل جاری ہیں۔ ہم تو یہہ سمجھتے ہیں کہ جسطرح آردو کو عربی کے سانچہ میں ڈھالنا آس سے عوام کو بیگانہ کردیگا اسطرح ,,ہندی،، کو سنسکرت کے قالب میں ڈھالنے کا نتیجہ بھی سوائے اس کے کچھہ نہیں ہوسکتا۔ دونوں صورتوں میں نقصان عوام کا ہے۔ یہہ بات خوب یاد رکھنی چاہئیے کہ ,,ہندی،، صرف ,,سرکاری،، زبان مانی گئی ہے مگر قومی زبان تسلیم نہیں کی گئی ہے۔ اس لئے قومی زبان کے انتخاب کا میدان ابھی تک کھلا ہوا ہے اور وہی زبان قومی زبان بن سکیگی جو عوام کی زندگی میں گھل مل جائے۔ سرکاری زبان کے متعلق کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کا رزولیوشن بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ اس کے متعلق زیادہ چھان بین ہم کسی دوسری اشاعت میں کرینگے۔ اتنا تو معلوم ہے کہ زبان کے مسئلہ میں انتہا پسند اصحاب کو اس رزولیوشن سے ذرا بھی اطمینان حاصل نہیں ہوا ہے اور آردو (اپنی علمی اور ادبی صورت میں) تسلیم کردہ زبانوں کی فہرست میں موجود ہے اور اس طرح اوس کی حفاظت اور امداد کرنا حکومت کا فرض ہو جاتا ہے۔

ہم نے صرف چند لفظوں میں زبان کے سوال کا ایک خاکہ پیش کردیا ہے۔ اب انجمن کے ڈایرکٹر ہی زبان کی خدمت اور حفاظت کے مناسب طریقوں کا فیصلہ کرینگے اور ہمیں یقین ہے کہ آن کے فیصلے انجمن اور ملک کی ضرورتوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہونگے۔

چونکہ آردو کے بہت سے ہمدرد اور انجمن کے حامی ہم سے دریافت کر رہے ہیں کہ انجمن کی موجودہ تنظیم کے وسایل کیا ہیں اس لئے ہم چند لفظوں میں انجمن کے موجودہ حالات بھی بتا دینا چاہتے ہیں۔ انجمن کے قیمتی کتب خانہ کا بڑا حصہ محفوظ ہے۔ دہلی کے ہنگامہ میں وزیر تعلیم حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی دور اندیشی نے بروقت کتب خانہ پر سرکاری پہرہ قایم کرا دیا اور اس طرح وہ لٹیروں کی لوٹ سے محفوظ رہا۔ اس وقت تک وہ ڈپٹی کمشنر دہلی کی حفاظت میں تھا اور اب میں نے آس کو دہلی سے علیگڈھ منتقل کر لیا ہے۔ ممکن ہے کہ کچھہ کتابیں ضایع ہوئی ہوں، لیکن اوس ذخیرہ کا بڑا حصہ محفوظ رہا جس میں مخطوطات بھی شامل ہیں۔

جہاں تک مجھے علم ہے انجمن کا سرمایہ بھی بنکوں میں محفوظ ہے۔ حکومت ہند نے چالیس ہزار روپیہ کی سالانہ امداد تین سال کے

لئے منظور فرمائی ہے اور امید ہے کہ حیدرآباد کی امداد بھی از سر نو جاری ہو جائیگی ۔ پھر بھی بدلے ہوئے حالات میں جو کام ہمارے سامنے ہے اوس کے لئے سرمایہ ناکافی ہے اور اس لئے ہمیں دوسرے وسایل بھی تلاش کرنے ہونگے ۔ اس معاملہ میں عوام کی امداد ہمارے لئے ضروری ہے ۔ ہم بڑی بڑی رقموں کے چندوں سے زیادہ مفید چھوٹی چھوٹی رقموں کو سمجھتے ہیں جن کے ساتھہ ہمیں عوام کی ہمدردی بھی حاصل ہوتی ہے جو بڑی ہی قیمتی چیز ہے ۔ ملک کی دوسری بھاشاؤں میں بھی ہماری زبان اور انجمن کی بعض کتابوں کا چھپنا اسی لئے ضروری ہے تاکہ ہماری آواز ان لوگوں تک پہنچ سکے جو ہماری زبان کو بولتے ہیں لیکن پڑہ نہیں سکتے ۔ اس کو ہمیں ملک کے ہر گوشہ میں اپنا پیام پہنچانا ہے ۔

جو لوگ ہماری زبان کے صفحات پر اپنے خیالات ظاہر کرنا چاہیں ان سے ہم عرض کرینگے ۔ کہ جہاں تک ممکن ہو سادہ اور آسان زبان لکھیں تاکہ ان کی آواز زیادہ تعداد تک پہنچ سکے اور ان کا قلم عوامی زبان کی پرورش میں مدد کر سکے ۔

ہماری زبان کا چندہ (صرف دو روپیہ سالانہ) اوس کے معمولی اخراجات کے لئے بھی کافی نہیں ہو سکتا سوائے اس صورت کے کہ خریداروں کی تعداد میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوتا رہے اور اس کے اشتہاروں کے ذریعہ سے انجمن کی کتابیں زیادہ تعداد میں فروخت ہو سکیں ۔ جہاں تک ہمارے ابتدائی کاموں کی دشواریوں اور سرمایہ کی کمی کا تعلق ہے، یہہ بات ہمارے کہنے کی نہیں ہے کہ اردو اور ہندوستانی بولنے اور لکھنے والے جن کی تعداد ملک میں کروڑوں ہے ہماری کیا اور کسطرح مدد کریں ۔ یہہ تو خود اون کے سوچنے کی بات ہے ۔

(محمد عبدالغفار)

کچھ دوسروں کی باتیں

سرکاری زبان کا فیصلہ اور اردو کی حیثیت

کانسٹی ٹیوینٹ اسمبلی نے ہندوستان کا نیا آئین تجویز اور منظور کر لیا ہے اور ۱۴ ستمبر کو یہ تاریخی فیصلہ بھی ہو گیا کہ اس ملک کی سرکاری زبان ہندی اور رسم الخط دیوناگری ہوگا ۔ اس فیصلہ کے بعد اردو کے خدمت کرنے والوں نے جو بیانات دئے ہیں ان کا حوالہ مختصر الفاظ میں ہم یہاں نقل کرتے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوگا اس فیصلہ کو اردو والوں نے کس نظر سے دیکھا ہے اور وہ اردو کی آیندہ ترقی کے لئے کیا سوچ رہے ہیں ۔
ایڈیٹر

شری رام ورکش بینی پوری بہار

ہندی کے مشہور و ممتاز ادیب شری رام ورکش بینی پوری (بہار) نے بزم اردو بی۔ این۔ کالج پٹنہ کے جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے کہا کہ ,,اردو کو دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی ۔ جب تک میر کی سادگی ۔ غالب کی گہرائی اور اقبال کی بلند فکری موجود ہے ۔،، شری بینی پوری نے اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ اردو ادب میں آج کل اس وجہ سے احساس کمتری پیدا ہو گیا ہے کہ بہار کی سرکاری زبان ہندی قرار پا گئی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ ,,میں صاف طور پر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہندی کے راج بھاشا ہونے کا ہرگز یہہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ کسی دوسری زبان پر حملہ کیا جائے اور اس کو مٹا دیا جائے ۔ اگر ایسا کیا گیا تو میں اسے دنیا کا ایک گھناؤنا پاپ سمجھونگا ۔،،

,,اردو نے ہندوستان میں جنم لیا ۔ اور ہندو مسلمانوں نے اس کی پرورش میں برابر کا حصہ لیا ہے ۔ اس لئے اس زبان میں میل جول کی روح باقی رہنا چاہئے یعنی اس زبان کو ایسا نہ بنا دینا چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے نہ سمجھہ سکیں ۔ میں یہہ نہیں چاہتا کہ اردو کا رسم الخط بدل دیا جائے لیکن میں یہہ ضرور چاہونگا کہ اس کے اندر میر کی سادگی باقی رہے ۔،، انہوں نے

اس سلسلہ میں اپنا ایک تجربہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ آردو بولنے والے گاؤں میں ھندی کے دو ھزار الفاظ عام طور پر بولے جاتے ھیں اور ٹھیک اسی طرح ھندی بولنے والے گاؤں میں قریب قریب دو ھزار فارسی ترکی اور عربی کے الفاظ گھریلو زندگی میں عام طور پر رائج ھیں ـ اسی طرح آردو اور ھندی کے بےشمار الفاظ ایک ھی ھیں جنھیں الگ نہیں کیا جا سکتا۔

(پٹنہ ۱۶ ستمبر قومی آواز ۱۸ ستمبر)

پنڈت سندر لال جی

ھندی کو قومی زبان نہیں مانا گیا ھے بلکہ حکومت کی (سرکاری) زبان تسلیم کیا گیا ھے جس میں اسکی کامل رعایت رکھی گئی ھے کہ وہ عام بول چال ھو جسے سب سمجھہ سکیں اور اس میں جملہ علاقہ واری ھندوستانی زبانوں سے استفادہ کیا جائے ـ اسی میں سے ایک زبان آردو بھی ھے ـ اس زبان کی ترقی کا دار و مدار اسی پر ھے کہ آسے عام سے عام الفاظ سے سمویا جائے اور اس میں جو قدرتی لوچ ھے آسے ضائع نہ کیا جائے ـ

پنڈت جی نے یہہ بھی فرمایا کہ ,,میرا یقین ھے کہ دیوناگری رسم الخط چل نہیں سکتا بلکہ آردو ھندوستانی کے لئے ھمیں رومن اختیار کرنا پڑے گا تاکہ ھم بین الاقوامی زبانوں سے قریب تر ھو سکیں اگر رومن رسم الخط میں آردو لٹریچر کی فراوانی ھو تو میں سمجھتا ھوں کہ آردو نہ صرف دکن اور ھندوستان بلکہ ساری دنیا کو اپنے دامن میں سمیٹ لے گی"۔

(دکن نیوز اخبار سیاست ۱۴ ستمبر)

مولانا نیاز فتح پوری

دنیا میں ھر چیز تقسیم ھوسکتی ھے ھر ملکیت کے حصہ کئے جاسکتے ھیں ـ ھر ترکہ بانٹا جاسکتا ھے لیکن زبان اور کلچر کے ٹکڑے نہیں کئے جاسکتے ـ

ھماری سر زمین ھند کے دو ٹکڑے ھو گئے اور حکومتیں علیحدہ علیحدہ بن گئیں ,,آردو" جو کروروں ھندو مسلمانوں کی زبان اور دونوں کے مشترکہ کلچر کی نشانی ھے ھمیشہ ایک ھی رھے گی آردو دونوں کی مشترکہ ملکیت کی حیثیت سے رھی گی ـ

اس لئے اگر آج کوئی حکومت آردو کی حمایت کرنے پر تیار نہیں تو اس کے معنی یہہ نہیں کہ ھم بھی اس سے بیزار ھو جائیں کیونکہ یہہ چیز حکومت کی نہیں ھماری ھے ھماری قومی اجتماعی ملکیت ھے اور جس طرح دوسری ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے ھم حکومت کی امداد سے بے نیاز ھوتے ھیں بالکل اسی طرح ,,آردو" کی حفاظت بھی ھمارا اپنا فرض ھے اور بغیر اس کے کہ ھم حکومت سے شکایت کریں خود ھم کو اس کے بقاء و تحفظ کا انتظام کرنا ھے ـ

مولانا نیاز فتح پوری نے آردو کے بارے میں اپنے ایک بیان میں مذکورہ بالا الفاظ کہے ـ آگے چلکر آنھوں نے کہا ,,ممکن ھے کہ آپ میں سے کسی کو کانگریس کمیٹی کا یہہ فیصلہ کہ ھندوستان کی ,,قومی" (؟ اڈیٹر) زبان ھندی ھوگی اور رسم خط ناگری" ناگوار ھوا ھو ـ لیکن سچ عرض کرتا ھوں کہ مجھے اس سے بہت خوشی ھوئی ـ تاریخ بتاتی ھے کہ دنیا میں کامیابی کا راز صرف خود اعتمادی ھے اور یہہ آسی وقت پیدا ھوتی ھے جب تمام دوسرے سہارے ختم ھو جائیں پھر اگر اس وقت تک ھم یا آپ آردو کی ترقی کی طرف سے غافل رھے تو اس کا ایک سبب یہہ بھی تھا کہ بڑی حد تک حکومت نے اس کی ذمہ داری اپنے سر لے رکھی تھی لیکن اب کہ وہ صورت باقی نہیں رھی ھے ـ خود ھم میں تحفظ آردو کا احساس پیدا ھوگا ـ اور یہی ھے بنیاد ,,خود اعتمادی" کی ـ یقیناً آردو لکھنے پڑھنے والا کوئی (فرد خواہ وہ مسلم ھو یا غیر مسلم ھو ھندوستان کا باشندہ ھو یا پاکستان کا) اس کو کبھی گوارا نہ ھوگا کہ آردو زبان اور آردو رسم خط فنا ھو جائے اور اس ایک ذریعہ کو ختم کردیا جائے جو دونوں قوموں کو دھی ثقافتی بلکہ میں تو کہوں گا کہ سیاسی حیثیت سے بھی کسی نہ کسی وقت ایک مرکز پر لا سکتا ھے ـ

(قومی آواز)

انجمن کی خبریں

حیدرآباد

حیدرآباد کا جو تعلق انجمن سے ہے وہ بہت قدیم اور گہرا ہے ۔ انجمن کے متعلق دھلی کے ہنگامے کے بعد سے حیدرآباد کے حامیان آردو بہت بیچین تھے ۔ عام طور پر یہہ خیال تھا کہ انجمن کا سارا سازو سامان دھلی میں لٹ گیا اور اس لئے آردو کے حامیوں کو یہہ فکر ستارھی تھی کہ کس طرح اس ادارے کو جس پر حیدرآباد نے لاکھوں روپیہ صرف کیا ھے زندہ کیا جائے ۔ اس لئے انجمن کے نئے سکریٹری قاضی عبدالغفار صاحب کا آخر نومبر میں یہاں آنا اور دو ہفتہ قیام کرنا بہت ھی مناسب ہوا ۔ قاضی صاحب نے یہاں آتے ھی زبان کے تمام کارگذاروں سے ربط قایم کیا اور ایسے اصحاب کے اجتماعات میں بار بار انجمن کے حالات اور آیندہ کے لئے اس کے ارادوں کی وضاحت کی ۔ اس قسم کے دو اجتماع مولوی حبیب الرحمن صاحب، وظیفہ یاب معتمد صنعت و حرفت کے مکان پر ہوئے جن میں ایک سوال یہہ بھی سامنے آیا کہ انجمن کی قدیم شاخ کو جو عرصہ سے بے عمل ھوچکی تھی از سر نو زندہ کیا جائے یا انجمن کی کوئی نئی شاخ حیدرآباد میں قایم کی جائے ۔ آخر کار متفقہ طور پر یہہ طے پایا کہ قدیم شاخ کو از سر نو زندہ کیا جائے اور اس میں نئے عہدہ داروں کا اضافہ کیا جائے ۔ چنانچہ مولوی حبیب الرحمن صاحب کے مکان پر جو فیصلہ کن اجتماع ہوا اس میں حیدرآبادی شاخ کے نظم کو از سر نو کارآمد بنانے کے مسئلہ پر غور کیا گیا ۔ قاضی صاحب نے انجمن کے مقاصد اور اس کے طرز کار کی پوری طرح وضاحت کی ۔ اس رائے سے تمام حاضرین متفق تھے کہ انجمن کے طرز کار میں زمانہ کے لئے تقاضوں کے مطابق کچھہ تغیر ضرور ھوناچاھئے ۔

چونکہ قدیم شاخ کے معتمد ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اب زیادہ تر علی گڈہ میں مقیم رہتے ھیں اس لئے ان کی جگہ مولوی حبیب الرحمن صاحب حیدرآباد کی شاخ کے معتمد منتخب کے گئے ۔ اس کے صدر بدستور نواب اکبر یار جنگ رھے ۔ مجلس انتظامی میں بھی متعدد اراکین کا اضافہ کیا گیا ۔ خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر یہہ امر ھے کہ انجمن کی حیدرآبادی شاخ کو اب ادارہ ادبیات آردو کا بھی پورا پورا تعاون حاصل ھے اور اس کے معتمد، ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے بھی اب مجلس انتظامی کی رکنیت قبول کرلی ھے ۔ انجمن کے اس شاخ کے لئے یہہ ایک اچھا شگون ھے اس لئے کہ ادارہ ادبیات اردو میں اردو زبان کے بہت سے مخلص کارکن شریک ھیں اور وہ بہت مفید کام کرتے رھے ھیں ۔ ان سب کا جماعتی اور انفرادی حیثیت سے حیدرآبادی شاخ کے ساتھہ تعاون کرنا، حیدرآباد میں انجمن کے کام کا ایک بہت اچھا آغاز ھے ۔ جامعہ عثمانیہ کے دیگر اساتذہ کی شرکت نے بھی انجمن کی شاخ کو زیادہ موثر بنا دیا ھے ۔ ابتدائی جلسوں میں پنڈت سدرلال جی نے بھی شرکت کی اور ان کے مشوروں سے حاضرین نے فایدہ اٹھایا ۔ امید ھے کہ اب حیدرآباد میں انجمن کی شاخ اپنے کام کی رفتار کو پہلے سے زیادہ تیز کرسکیگی ۔

(نامہ نگار)

بھوپال

انجمن کے سکرٹری قاضی عبدالغفار صاحب حیدرآباد جاتے ہوے بھوپال سے گذرے تو ریلوے اسٹیشن پر مقامی کارکنوں نے ان سے ملاقات کی ۔ انجمن تعمیر ادب کے اراکین کے علاوہ بھوپال کے بعض ترقی پسند ادیبوں نے بھی چند منٹ قاضی صاحب سے تبادلہ خیال کیا اور سب نے وعدہ کیا کہ انجمن کی تحریک پوری قوت سے بھوپال میں جاری رکھینگے ۔

(نامہ نگار)

ناگپور

ناگپور کے ریلوے اسٹیشن پر آردو کے کارکنوں کی ایک جماعت قاضی صاحب سے ملنے آئے ۔ ان کا اصرار تھا کہ قاضی صاحب ایک دن ناگپور میں قیام کریں ۔ ان اصحاب نے انجمن کے

آئندہ کاموں کے متعلق کچھ عرصہ تک قاضی صاحب سے گفتگو کی ۔ امید ہے کہ اس گفتگو کے بعد اب ناگپور میں اردو زبان کی تحریک زیادہ قوت حاصل کریگی ۔ امید کی جاتی ہے کہ اگر قاضی صاحب ایک دو دن کے لئے ناگپور تشریف لے آئے تو زبان کے خادموں اور کارکنوں کی تمام قوتیں مجتمع ہوجائیگی ۔

(نامہ نگار)

انجمن ترقی اردو بنارس

١٦ دسمبر سنہ ١٩٤٩ع کو بنارس میں انجمن ترقی اردو کا قیام عمل میں آیا ۔

صدر ۔ پروفیسر رام کمار صاحب چوبے نائب صدر علامہ مہیش پرشاد، پروفیسر مولانا حمایت الحسن حاجی ولایت حسین صاحب اور ٹھاکر جگدیش پرشاد سنگھ صاحب پرنسپل یوپی کالج بنارس بنائے گئے ۔

ظفر الاسلام صاحب بی۔اے جنرل سکرٹری ایس۔ایم مستقیم اللہ سوناتھ پرشاد صاحبان جوائنٹ سکرٹری منتخب ہوئے ۔ شاہ زماں صاحب خازن مقرر کئے گئے اور ارکین میں شہر کے ہر محلہ کے لائق اور ذمہ دار لوگوں کا انتخاب ہوا ۔

(نامہ نگار)

انجمن ترقی اردو برھانپور

١٧ دسمبر سنہ ١٩٤٩ع کو انجمن ترقی اردو برھان پور سی۔پی کی طرف سے ایک غیرطرحی مشاعرہ منڈی اردو اسکول برھان پور میں زیر صدارت مولوی عبدالستار صاحب صدیقی منعقد ہوا ۔ مقامی شعرائے کرام نے اپنا کلام سنایا آخر میں جناب صدر نے ہماری زبان کی اشاعت بڑھانے کی اپیل کی ۔

(حافظ) محمد یوسف

کنوینر انجمن ترقی اردو برھانپور

انجمن کی شاخیں

ملک کے ہر گوشہ سے ہمیں لکھا جارہا ہے کہ انجمن کی شاخوں کے قایم کرنے کی اجازت دی جائے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان کو عزیز رکھنے والے لوگ اس کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے بیچیں ہیں ۔ جب تک شاخوں کے لئے نئے قواعد و ضوابط مرتب ہوں ہم نے ہر خط کا یہی جواب دیا ہے کہ اپنے اپنے مقام پر جماعتی صورت میں کام شروع کردیا جائے اور اس کا انتظار نہ کیا جائے کہ انجمن کب ان شاخوں کا الحاق کریگی ۔ الحاق تو ایک ضمنی بات ہے ۔ اصل کام تو انجمن کے مقاصد کی تائید ہے ۔ عنقریب کوشش کی جائیگی کہ خاص خاص مقامات پر خود انجمن کے سکرٹری اور دوسرے مقامات پر انجمن کے کوئی نمایندے جائیں اور مقامی اصحاب سے مشورہ کریں اور اس طرح زبان کے ہمدردوں کا ایک ایسا زنجیرہ تمام ملک میں مضبوط کر لیا جائے جس کی کڑیاں ایک دوسرے سے پوری طرح وابستہ ہوں ۔ جو ہمت افزا پیامات آرہے ہیں ان سے امید ہے کہ انجمن کی یہہ تنظیم تمام ملک میں موثر ہوگی ۔ فوری ضرورت یہہ ہے کہ ملک کے ہر گوشہ میں اخبار ,,ہماری زبان،، پڑھا جائے تاکہ کام کرنے والوں اور زبان کی خدمت کرنے والوں سے مرکز کا اتحاد قایم ہوجائے ۔

انجمن کی کتابیں

انجمن نے جن نئی کتابوں کی اشاعت کا انتظام شروع کیا ہے اس کی نسبت چند اشارے ضروری ہیں ۔

(١) ایک ,,اردو۔ ہندی،، اور ,,ہندی اردو،، لغت کے مرتب کرنے کا کام شروع ہوگیا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ مارچ یا اپریل تک اس کی ایک جلد ہم شایع کرسکینگے ۔ مقصد

یہہ ہے کہ جو لوگ ہندی نہیں جانتے اور صرف آردو جانتے ہیں یا جو لوگ آردو یا ہندوستانی نہیں جانتے اور صرف ہندی جانتے ہیں انہیں آسانی کے ساتھہ آردو اور ہندی کے عام الفاظ مل سکیں ـ ہر لفظ دونوں زبانوں کے رسم الخط میں بھی لکھا جائیگا ـ ہمارا خیال ہے کہ انجمن کی یہہ کوشش یقیناً کامیاب ہوگی اور اس کو عام طور پر پسند کیا جائیگا ـ

(۲) آردو ادب لطیف کے میدان میں ہم سب سے پہلے آصف علی صاحب (گورنر اوڑیسہ) کا نام لا رہے ہیں ـ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ آصف علی صاحب ایک نازک خیال شاعر اور ایک سوچنے اور فکر کرنے والے ادیب ہیں ـ سنہ ۱۹۵۰ع میں ہم آن کی دو کتابیں شایع کرنا چاہتے ہیں اور یہہ انجمن کی خوش قسمتی ہے کہ موصوف نے ہمیں اس کی اجازت دیدی ہے ـ پہلی کتاب جو ہم شایع کرینگے آن کا ڈرامہ ,,باغی یا باغ کی بغاوت" ہے ـ فلسفہ حیات کا یہہ ایک نیا گوشہ ہے جسے ایک نئے انداز سے آصف علی صاحب کے قلم نے پیش کیا ہے ـ دوسری کتاب ,,پرچھائیں" ہے جو ایک ڈرامائی افسانہ یا افسانوی ڈرامہ ہے ـ اس کتاب میں بھی آصف علی صاحب ,,رسم و رہ عام" سے اپنا دامن بچاکر گذرے ہیں لیکن ساتھہ ہی انہوں نے اپنے تصورات کی نقشی کا پورا حق ادا کیا ہے ـ

(۳) چوتھی کتاب جس کا مسودہ تیار ہے اور عنقریب پریس کو بھیجا جائیگا ـ مہاتما گاندھی کی تحریروں کے ایسے اقتباسات کا مجموعہ ہے جن میں ,,باپو" نے قومی زبان کے مسئلہ پر اپنے خیالات پیش کئے ہیں ـ

(۵) پانچویں کتاب ,,حیات اجمل" ہے جو حکیم اجمل خان مرحوم کی سوانحعمری ہے اور قاضی عبدالغفار صاحب نے اسے مرتب کیا ہے ـ اس کتاب کا ,,پیش لفظ" حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم کا ایک لازوال نقش ہوگا ـ یہہ سوانحعمری درحقیقت سیاسی جدوجہد کے ایک بہت اہم دور کی تاریخ بن گئی ہے ـ آمید ہے کہ اس کا ایک ہندی ایڈیشن بھی شایع کیا جاسکیگا ـ

ان کتابوں کے علاوہ متعدد کتابیں اشاعت کے لئے تیار ہیں ـ تالیفات اور تعارف کے لئے بہت سے موجودہ مسودات میں سے ہمیں ,,خوب سے بھی خوب تر" کی تلاش ہے ـ ہر حالت میں جو مسودات پسند کئے جائینگے آن کا معقول معاوضہ پیش کیا جائیگا ـ

Roman likhawat aur Hindustani zaban.

Shree D. Rajan "Naya Hind" mein likhtey hain .—

"Ajkal raj bhasha aur rashter bhasha ke nam se bahs mubahesa zor se chal raha hai. Raj bhasha jo bhi ho per sanskrit ya hindi premion ki rae le ker hindi ko nagri lipi mein qaumi zaban manna theek nahien hai Gandhiji ke usool ke mutabiq nagri aur urdu harfon ko apnaker hindustani hi ko rashter bhasha banana behter hai. Aap logon ki bhasha mein thait sanskrit ya arabi ke shabd nahein pae jatey Jo bhasha rozmarra ki zindgi mein chalu hai wahee hamari rashter bhasha ho sakti hai."

Ziadater thait hindi ke premee josh mein aaker bhasha mein jo aasan lafz hain unhein nikalker uske badle kathin sanskrit ke shabdon ko zabardusti thoosna pasand karte hain muslun : "under jana manaa hai" iske liey "unter pervesh vergit" kahna pasand karengey. "Under jana manaa hai" yeh asan hindi bhi hai aur urdu bhi. Is liay woh hindustani bhi hai Asan shabd ke badley kathin shabd ko thoosney walon ki halat per hamein taras ata hai ... ...

Hindustani mein hindi kavitaon aur urdu shaaeri ko milaker sone mein sogandh lana hai Babu Pershotam Das Tanden aur U. P. ke pardhan mantri ki bhasha mein sanskrit hi ki bharmar hai aur asani se samajh mein nahien aatee Hamare Wazeer Azam Pandit Jawahar Lal Nehru ki bhasha sunney se waqaee hamein braa anand ataa hai aur unki bhasha mein sajeota pai jatee hai. Is liey Pandit Nehru jo bhasha boltey hain wahi hamari rashter bhasha ho sakti hai .... Hindustani key khilaf awaz uthana Gandhiji ke usool ke khilaf awaz uthane ki baraber hai ... ... Asan rastey ko chhor ker chhtween sadi ki taraf murna hansi ki bat hai ... ... Raj bhasha jo kuchh bhee ho hamari rashter bhasha wahee honi chahiey jo Gandhiji chahtey they "

Ooper ki likhawat mein jo ghaltiaan hone woh hamare parhney waley hamain zaroor bataaine. (Hamari Zaban.)

فہرست نظما انجمن ترقی اردو (ہند)

۱ ـ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی ـ علیگڈھ .... صدر
۲ ـ نواب حافظ احمد سعید خاں صاحب، علیگڈھ .... رکن
۳ ـ ڈاکٹر تارا چند ـ وزارت تعلیمات ـ نئی دھلی ... "
۴ ـ پنڈت برجموھن دتاتریہ کیفی ـ ۱۷ علی پور روڈ ـ دھلی "
۵ ـ عبدالرحمن صدیقی صاحب ـ ایسٹرن فیڈرل یونین انشورینس کمپنی
دلہاوزی اسکویر ـ کلکتہ ... "
۶ ـ کرنل سر کیلاش نراین ھکسر ـ کلکتہ ... "
۷ ـ نواب علی یاور جنگ ـ وائس چانسلر عثمانیہ یونیورسٹی ـ حیدرآباد ... "
۸ ـ افضل العلما ڈاکٹر محمد عبدالحق ـ پرنسپل پریسیڈینسی کالج ـ مدراس .. "
۹ ـ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی ـ ۲۲ (اے) میور روڈ ـ الہ آباد .... "
۱۰ ـ مولانا سید سلیمان ندوی ـ دارالمصنفین ـ اعظم گڈھ ... "
۱۱ ـ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی ـ دریاباد ضلع بارہ بنکی .... "
۱۲ ـ نواب صدر یار جنگ ـ مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی ـ علیگڈھ .... "
۱۳ ـ ڈاکٹر سید عابد حسین ـ جامعہ ملیہ ـ جامعہ نگر ـ دھلی — "
۱۴ ـ پروفیسر رشید احمد صدیقی ـ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ — "
۱۵ ـ سید بشیر حسین زیدی صاحب ـ رامپور .... "
۱۶ ـ پنڈت سندر لال صاحب ـ ۴ (اے) ھنومان روڈ ـ نئی دھلی — "
۱۷ ـ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی ـ ویسٹرن کورٹ ـ نئی دھلی — "
۱۸ ـ سر شنکرلال ـ ۲۰ کرزن روڈ ـ نئی دھلی — "
۱۹ ـ خواجہ غلام السیدین صاحب ـ ایجوکیشنل ایڈوایزر ـ بمبئی — "
۲۰ ـ پنڈت کشن پرشاد کول صاحب ـ گنگا پرشاد مموریل لائبریری ـ امین آباد ـ لکھنؤ — "
۲۱ ـ پنڈت انند نراین ملا صاحب ـ ایڈوکیٹ ـ لکھنؤ — "
۲۲ ـ سید مسعود حسن رضوی صاحب ـ یونیورسٹی ـ لکھنؤ .. "
۲۳ ـ آل احمد سرور صاحب ـ یونیورسٹی ـ لکھنؤ — "
۲۴ ـ منشی مہیش پرشاد صاحب ـ ہندو یونیورسٹی ـ بنارس .. "

نرخنامہ اشتہارات

صفحہ	فی اشاعت	تین ماہ	۶ ماہ	ایک سال
[illegible]	[illegible]	25	45/-	80
[illegible]	7/	[illegible]0/	75 -	130/-
[illegible]	12/-	60/	100/	150/-
پورا صفحہ	20/	[illegible]0	1.5/	300/

منیجر اخبار "ہماری زبان" علیگڈھ

شرائط ایجنسی "ہماری زبان"

۱ ـ ۱۵ پرچوں سے کم پر ایجنسی نہیں دی جائیگی ـ
۲ ـ ہر اشاعت کے پرچے بذریعہ وی ـ پی روانہ کئے جائیں گے ـ وی ـ پی کے اخراجات دفتر برداشت کریگا ـ لیکن اگر وی ـ پی واپس آئیگا تو اس کے اخراجات اور پرچوں کی قیمت ایجنٹ کے زر ضمانت سے وضع کی جائیگی ـ
۳ ـ کمیشن ۲۵ فی صدی دیا جائیگا ـ
۴ ـ ایجنٹ کو ضمانت کے لئے نقد روپئے دفتر میں جمع کرنے ہونگے ـ جس کی تفصیل یہہ ہے ـ
۲۵ پرچوں تک پانچ روپئے ۵۰ پرچوں تک دس روپئے ۱۰۰ پرچوں تک بیس روپئے
۵ ـ جو پرچے فروخت نہ ہو سکینگے وہ واپس نہیں لئے جائینگے ـ منیجر ـ ہماری زبان

باھتمام سید اعجاز علی (علیگ) منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلیشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علیگڈھ سے شائع کیا ـ

انجمن ترقی اُردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنہ — چندہ سالانہ دو روپیہ

جلد ۸	۱۵ جنوری سنہ ۱۹۵۰ء	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۹ ہجری	نمبر ۲

کچھ اپنی باتیں

زبان کے مسئلہ میں امن اور دوستی کا اشارہ

ہند کے گورنر جنرل شری راجگوپال چاری نے حیدر آباد میں اگروال ہائی اسکول کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے اپنی تقریر میں فرمایا کہ۔

"یاد رہے کہ اس ادارہ کے ساتھہ میرا نام رہیگا۔ اس لئے کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس سے ہندی اور اُردو کا قضیہ کھڑا ہوجائے۔ ہندی دودہ دیتی ہے اور اُردو بھی دودہ دیتی ہے۔ دونوں کے دودہ میں خوبیاں ہیں۔ بھینس کے دودہ میں چربی زیادہ ہے تو گائے کے دودہ میں شکر زیادہ ہے ایک کا ذایقہ زیادہ ہے تو دوسرا جسم کو بڑھاتا ہے۔ مگر ہندی اُردو میں تو اتنا بھی فرق نہیں جتنا کہ گائے اور بھینس کے دودہ میں ......اس سنگ بنیاد کو جنگ کی بنیاد نہ بناؤ بلکہ اسے امن اور دوستی کا نمونہ بناؤ۔ میں نے زیادہ تقریر نہیں کی لیکن حقیقت میں بہت کچھہ کہہ دیا ہے"۔

سچی بات یہہ ہے کہ راجہ جی نے زبان کے مسئلہ کی نبض پر انگلی رکھہ کر اُن جھگڑے کی باتوں کو اچھی طرح سمجھہ لیا ہے جو ہمارے ملک کی بدنامی کا باعث ہو رہی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کے رزولیوشن کو پوری طرح غور کے ساتھہ پڑھا اور سمجھا جایے اور یہہ بات ٹھیک سمجھہ میں آجائے کہ اسمبلی نے جو فیصلہ کیا ہے وہ صرف یہہ ہے کہ ملک کی "سرکاری" زبان ہندی ہوگی، اور وہ بھی ایسی ہندی جو ملک کی تمام زبانوں سے ضروری الفاظ اور اصطلاحیں لیکر انہیں اپنے میں شامل کرے۔ اگر صحیح طور پر اس رزولیوشن پر عمل کیا گیا تو بلا شبہ جو زبان ہندی کے نام سے سرکاری زبان ہوگی اس میں اور مہاتما گاندھی کی "ہندوستانی" میں کچھہ زیادہ فرق نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ یہہ بات بھی رزولیوشن میں صاف ہے کہ فیصلہ صرف "سرکاری" زبان کے متعلق کیا گیا ہے۔ قومی زبان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ اس لئے جو لوگ اس وقت "سرکاری" زبان کا "قومی زبان" کے نام سے ذکر کر رہے ہیں وہ یا تو خود دھوکہ میں ہیں

یا دوسروں کو دهوکه دے رهے هیں - قدرتی طور پر قومی زبان تو وهی هوگی جو ملک کے تمام حصوں میں بولی اور سمجھی جاسکے - ایسی زبان رفته رفته بنا کرتی هے اور ملک کی مختلف زبانوں سے مل جل کر هی بنا کرتی هے - یهه عمل جاری هے - آردو اور آس کی آسان صورت ,,هندوستانی" کے لئے بھی یهه میدان کهلا هوا هے - همیں یقین هے که سنسکرت سے لدی هوئی هندی کے مقابله میں مختلف صوبوں کے عوام یقیناً آپس کے تعلقات قائم رکھنے کے لئے ایسی هی زبان کو پسند کرینگے جو ملک کی دوسری زبانوں کے میل ملاپ سے بنی هو - یهه خوبی جس زبان مین سب سے زیاده هوگی وهی عوامی اور قومی زبان بن سکیگی - اس لئے اسمبلی کے رزولیوشن سے یهه دروازه بند نهیں هوتا اور آردو اور هندوستانی کے حامیون کے لئے بھی موقعه هے که وه اپنی زبان کو قومی اور عوامی زبان کے سانچه میں ڈھالیں -

شری راجگوپال چاری نے بالکل ٹھیک کہا هے که اب یهه وقت آردو هندی کا جهگڑا آٹھانے کا نهیں هے - هندی آن شرایط کے ساتھه جن کا رزولیوشن میں ذکر هے اب هماری ,,سرکاری" زبان هے اور اس حیثیت سے آردو زبان بولنے والوں کو بھی بغیر کسی تعصب کے اوسے سیکھنا چاهئیے - لیکن همیں ,,قومی" زبان کے میدان میں بھی کسی سے پیچھے نه رهنا چاهئیے - همیں یقین هے که هماری زبان میں ,,قومی" اور عوامی زبان بننے کی کافی صلاحیت موجود هے - آس کی پیدایش بھی عوامی حیثیت سے هوئی هے اور آس کی پرورش بھی عوام هی نے کی هے -

ایک عجیب انکشاف

هندی ساهتیه سمیلن کے صدر شری چندربلی پانڈے نے اپنے عهده کی ذمهداری کو بھول کر ایک ایسی بات فرمائی جس کو ثابت کرنے کے لئے هندوستان کی ایک نئی تاریخ لکھوانی پڑیگی ! آنهوں نے فرمایا که یهه بیان غلط هے که آردو کیمپ یا بازار کی زبان تهی یا یه که وه روزانه زندگی میں هندو مسلمانوں کے میل ملاپ کی قدرتی پیداوار هے - شری پانڈے جی نے کسی تاریخی شهادت کا حواله دئے بغیر یهه دعوے کیا که آردو ایک مصنوعی زبان هے جس کو دلی کے پڑھے لکھے لوگوں کے ایک گروه نے جنهیں شاهی سرپرستی حاصل تهی لفظوں کے سکے ڈھال ڈھال کر زبردستی رایج کرا دیا ورنه یهه زبان عوام کی زبان تو کبھی نه تهی بلکه صرف دربار اور درباریوں کی زبان تهی

لوگوں کو حیران کر دینے یا ناواقف لوگوں کی واه واه حاصل کرنے کا ایک یهه طریقه بھی هوتا هے که کوئی عجیب اور نرالی اور انوکھی بات اسطرح کهدی جائے که سننے والے حیران ره جائیں ! لیکن اسی کے ساتھه شری پانڈے نے چند باتیں ٹھیک ٹھیک اور ایسی بھی کهیں جو زبان کے مسلۂ کو سلجھاتی هیں - آنهوں نے کها که آسان آردو کی حد تک وه کوئی تعصب نهیں رکھتے بلکه آسے اپنی هی زبان سمجھتے هین - جهاں تک لفظوں کے چناؤ کا تعلق هے اون کے رهنما لفظوں کے معنی اون کی قوت و اثر اور مناسبت هوگی - وه اپنے ایسے لفظوں کو ترک کرنے پر راضی هیں جو ترقی میں رکاوٹ پیدا کریں - وه یهه بھی چاهتے هیں که فارسی٬ عربی اور انگریزی کے لفظوں کا سواگت کریں٬ اگر اون لفظوں میں ایسی خوبی هو جس کی ضرورت هے - آنهوں نے آردو سے پریم کرنے والوں سے خواهش کی که وه اون کے نیک ارادوں کا جواب دیں - یهه سب باتیں بهت اچھی هیں - آردو کے حامیوں کو بھی اپنے دل میں کسی تعصب کو جگه دئے بغیر یهه بتانا چاهئے که اون کی زبان نے بهت سی دوسری زبانوں سے اچھے اچھے الفاظ چن کر هی عوامی رنگ اختیار کیا تها اور اب بھی وه اس قابل هے که ان هی اصولوں پر عمل کرکے وقت کی ضرورتوں کا ساتھه دے - شمالی هندوستان مین اوس کا درجه همیشه عوامی رها هے اور جنوبی هندوستان کی زبانوں کے ساتھه بھی مل جل کر وه آگے بڑھ سکتی هے -

ادیب اور مفلسی

آردو کے مشہور ادیب میراجی (ثناءاللہ) کے ادبی افکار کے متعلق اہل قلم کے حلقوں میں بہت کچھہ اختلاف رائے ہے لیکن یہہ تو سب مانتے ہیں کہ مرحوم نے آردو ادب کی بہت خدمت کی - یہہ ادیب و شاعر ایک زمانہ میں ادب کی دنیا میں اپنا ایک خاص مقام رکھتا تھا - لیکن اوس کی زندگی کے آخری دن بمبئی کے ایک خیراتی ہسپتال میں گذرے اور وہ انتہائی افلاس کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوا - معاصر ,,قومی آواز" نے میراجی کی موت کے متعلق لکھا ہے کہ ,,یہہ موت آردو کے ادیبوں اور صحافیوں کے لئے ایک سوالیہ نشان ہے" پھر وہ سوال کرتا ہے کہ ,,کیا ایک اچھے سماج پر یہہ فرض عاید نہیں ہوتا کہ وہ ادب اور کلچر کو ترقی دینے والوں کی ضروریات کا کفیل بنے - ہماری حکومت پر کیا یہہ فرض عاید نہیں ہوتا ہے کہ وہ ادب کی خدمت کرنے والوں کی ضروریات کی دیکھہ بھال کرے" حال ہی میں کانپور کے ایک اخبار نویس کی خودکشی کی خبر بھی اخباروں میں چھپی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ مرنے والے نے بیروزگاری اور مفلسی سے تنگ آکر خودکشی کرلی - ایسے واقعات حکومت اور قومی لیڈروں کے (جنھیں آجکل پاور پالیٹکس سے فرصت نہیں ملتی) اخلاقی اور سماجی فرض کی طرف ایک کھلا اشارہ ہیں - خدا کرے کہ ہماری حکومت کو سیاسی جماعت بندی کے ہنگامہ سے کچھہ فرصت ملے اور وہ اس قسم کے سماجی اور تہذیبی مسایل پر بھی کچھہ توجہ کر سکے -

---

بمبئی میں ,,یوم اکبر"

اخباروں سے معلوم ہوا کہ دسمبر کے آخری ہفتہ میں بمبئی کی انجمن ترقی آردو نے بہت اعلے پیمانہ پر ,,یوم اکبر" منایا اور اس سلسلہ میں ایک مشاعرہ بھی ہوا جس میں ملک کے متعدد بلند پایہ شعرا نے شرکت کی - اس زمانہ میں ایسے جلسوں کی کامیابی سے صاف یہہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آردو ادب کی جگہ عوام کے دلوں میں محفوظ ہے - ہمیں یہہ معلوم ہوا ہے کہ مشاعرے اور یوم اکبر کے جلسوں میں ہر فرقہ کے لوگ بکثرت شریک تھے - اس قسم کے جلسے بلا شبہ ہماری زبان کی تحریک کو قوت بخشتے ہیں - ہم ,,یوم اکبر" کا انتظام کرنے والے اصحاب کو اون کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں -

---

ہلکے ہلکے اشارے

ایک مشاعرہ کی روئداد.... بمبئی کے ایک معاصر کے صفحات سے:.. پھر دور شعر و سخن برپا ہوا......اور ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر چار بجے تک داد سخن دیتے رہے اس کے بعد..... میز آراستہ کی گئی اور بے حد پر تکلف چاء اور لوازمات چاء نے ار خود رفتہ کر دیا ناگاہ حضرت ... کو وحشت ہوئی کہ پانچ بجے کی گاڑی سے وہ جانے والے ہیں لیکن ... کی جانب سے ابھی تک زاد راہ موصول نہ ہوا تھا ...... یکایک سکرٹری بزم ... آئے اور نظم ,,طوایف" پڑھنے سے پہلے..... صاحب سے کچھہ سفر خرچ کی گفتگو کرنے لگے حضرت.. .. نے کہا، یہہ آپ کا فرض ہے کہ مہمانوں کے آمد و رفت اور آرام کا بزم کی طرف سے انتظام کریں - ورنہ بیرونی شعرا کے بلانے سے آپ کا اور کیا مقصد تھا - کیا وہ اتنے والہ ہیں که اپنے خرچ سے آئیں اور آپ کی بزم کا نام روشن کرکے چلے جائیں .... آخر کار قصہ مختصر..... سکرٹری صاحب نے آن کو کرایہ دینے کا وعدہ کیا - اور پھر نظم سنائی غیر متوقع طور مشاعرہ میں غیر شاعرانہ باتیں بڑی آٹ ٹیڈی معلوم ہوئیں مگر کسی نہ کسی نسبت سے شاعر کا تعلق ان باتوں سے ضرور تھا -

اس لئے یہہ بے لطفی بھی برداشت کرلی گئی،،

,,مطلع،، وہ خود رفتگی تھی جو بے حد پر تکلف چاء اور اُس کے ,,لوازمات،، سے پیدا ہوئی اور ,,مقطع،، میں کرایہ آمد و رفت کی ,,بحث گسترانہ بات،، آپڑی!

شری گووند داس سے جو ھندی زبان کے بہت بڑے حامی ھیں اسمبلی میں کسی دوسرے ممبر نے سوال کیا کہ وہ جس زبان میں تقریر کر رہے ھیں یہہ ھندی ہے یا ھندوستانی؟

ایک دوسرے ممبر نے اعتراض کیا کہ ایوان میں صرف انگریزی یا ھندوستانی ھی میں تقریر کرنے کی اجازت ھے - اس کے سوا اور کوئی اور زبان بولی جائے تو اس کے لئے صدر کی اجازت لینی ہوگی -

نایب صدر نے کہا کہ ,,جہان تک میرا تعلق ھے میرے نزدیک تو ھندی اور ھندوستانی ایک ھی زبان ھے،،

ایک ممبر نے سوال کیا کہ کیا سری گووند داس جی اس بات کو مانیں گے؟ انھوں نے اپنی تقریر میں لفظ ,,خیال،، استعمال کیا ھے جو آردو کا لفظ ھے، اسلئے وہ ھندوستانی زبان بول رہے ھیں!

شری گووند داس نے ایک لمحہ سانس لیکر اپنی تقریر جاری رکھی - مگر ان سوالات کا کوئی جواب نہ دیا!

اکثر ایسا ہوتا ھے کہ خاموشی جواب سے زیادہ معنی خیز ہوتی ھے!

کچھ دوسروں کی باتیں

کرشن چندر کی تقریر

تریچور میں ۱۷ اور ۱۸ دسمبر کو کرالا کے ترقی پسند ادیبوں اور فن کاروں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی - کرالا کے مختلف علاقوں سے تقریباً چار سو ادیبوں، فن کاروں اور ادب و فن کے پرستاروں نے کانفرنس میں شرکت کی - پہلے دن آردو کے مشہور افسانہ نگار کرشن چندر نے کل ھند ترقی پسند مصنفین کی جانب سے مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ ,,ھم سب آس لگائے بیٹھے ھیں کہ اس نازک دور میں جب کہ انسان کی روح مستقبل کے نئے راھیں ھموار کرنے کی جدوجہد کر رھی ھے آپ کی تعمیری صلاحتیں کسی طرح متزلزل نہ ھونے پائیں -،، اپنی افتتاحی تقریر میں کرشن چندر نے موجودہ معاشی ڈھانچہ اور سیاسی حالات میں ترقی پسند مصنفین کے فرائض کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اس زبردست کشمکش اور جدوجہد میں کوئی ادیب اور کوئی فن کار کسی طرح محض غیر جانب دار نہیں رہ سکتا جو ایک طرف امن، آزادی اور جمہوریت کی قوتوں اور دوسری طرف جنگ، غلامی اور عالمی اقتدار کی ھوس کے درمیان پوری شدت سے جاری ھے - ھم تاریخ اور نئے ھندوستان کے ساتھ ھیں - جو ھماری ترقی پر ایک افق سے دوسرے افق تک پھیلتا ھی چلا جا رھا ھے - مندوبوں کے اجلاس میں ایک کمیٹی منتخب کرلی گئی، جس میں شری اچھوتا کرپ صدر مسٹر پی کے گوپالا کرشن معتمد اور وی ٹی اندو شرن ترقی پسند مصنفین کے آرگن ,,پروگاتھی،، کے ایڈیٹر چنے گئے -

پنڈت سندرلال جی

علیگڈھ کلب (حیدرآباد) میں ایک عصرانہ کے موقع پر پنڈت جی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ,,میں ۲۴ برس سے ھندی کی خدمت کر رہا ہوں - جتنے کاغذ میں نے اس زبان سے سیاہ کئے ھیں شاید ھی کسی نے کئے ھوں - لیکن اس کے باوجود میں ھندی ساھتیہ سمیلن کا ممبر نہیں بن سکا کیونکہ میں غلط راہ چلنے والوں کا ساتھ نہیں دے سکتا - ملک میں زبان وھی چلسکتی ھے جسے سب بول اور سمجھہ سکیں - ھم انگریزی کے الفاظ تو بے تکلف استعمال کرتے ھیں لیکن

آردو کے فصیح الفاظ کو بولنا گوارا نہیں کرتے۔ لسانی صوبوں کی تقسیم کے متعلق پنڈت جی نے کہا کہ میں اس کا مخالف ہوں ۔ میرے نزدیک حیدرآباد اور بمبئی دو ایسے مقامات ہیں جہاں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اور پھر بھی وہاں فرقہ واری اتحاد اور ہندوستانی کلچر کے بہترین نمونے پائے جاتے ہیں ۔ کوئی تو ایسا مقام ہمارے متحدہ کلچر کی یادگار باقی رکھا جائے جو ہمارے کلچرل اتحاد کا صحیح نمونہ پیش کرے ۔ یہہ ملی جلی سوسائٹی اور زبان ہماری تہذیب کا سنگم ہے ۔ فرقہ پرستوں کے مقابلہ میں اگرچہ ہمارے لئے بہت دشواریاں پیدا ہوگئی ہیں لیکن ہم ان پر قابو پا لینگے ۔ میں خاص طور پر مسلمانوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ چاہے انہیں تکالیف ہی ہوں لیکن وہ قومی تحریک کے ساتھ ساتھ چلیں ۔ مستقبل میری نظر میں شاندار ہے " ۔

([illegible] نیوز)

آل احمد صاحب سرور

۲۸ دسمبر کو بمبئی کے اردو اخبار نویسوں نے مولانا نیاز فتحپوری، پروفیسر آل احمد سرور، پروفیسر عبدالقادر سروری، پروفیسر [illegible] پروفیسر عبدالحق، اور جناب روش صدیقی کے اعزاز میں ایک پارٹی دی۔ اس موقعہ پر پروفیسر آل احمد صاحب سرور نے اردو کے مسائل پر تقریر کرتے ہوئے چند کام کی باتیں کہیں۔ انہوں نے فرمایا بمبئی میں اردو کے حامیوں کو باوجود سیاسی یا کسی دوسری قسم کے اختلافات کے زبان آردو کی خدمت میں پوری طرح متحد ہونا چاہئے اور آردو زبان اور آردو ادب کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے سب کو انجمن ترقی آردو (ہند) اور اس کی شاخوں کو مضبوط بنانا چاہئے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ زبان کے حامیوں کو اپنی شکست خوردہ ذہنیت کو دور کرنا چاہئے اور آردو زبان کی ترقی میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔

پروفیسر سرور نے اس بات پر بھی زور دیا کہ اب آردو زبان کو ایسا بنا دیا جائے کہ وہ زمانہ کی ضروریات کو پورا کر سکے ۔ آردو ٹائپ اور لیتھو ٹائپ کو اختیار کیا جائے اور زبان کی اصلاح کرکے اسے آسان بنایا جائے ۔ نیز رسم الخط میں بھی ضروری اصلاحیں کی جائیں اور تجربہ کے طور پر رومن اور ناگری رسم الخط بھی استعمال کیا جائے ۔ موصوف نے کہا کہ اب وہ زمانہ باقی نہیں کہ ہم سکڑ کر کسی قلعہ میں بیٹھ رہیں بلکہ ہمارا کام یہہ ہے کہ زبان کو پھیلائیں اور آگے بڑھائیں ۔ آردو جاگیردارانہ تصور سے تو نکل گئی لیکن ابھی وضعداری میں گرفتار ہے ۔ لیکن وضعداری عشق میں ہوتی ہے زبان میں نہیں ۔ صوبہ جات متحدہ میں آردو کو جسطرح ختم کیا جا رہا ہے اوس کا ذکر کرتے ہوئے موصوف نے کہا کہ وہ مایوس نہیں ہیں ۔ دور اندیشی اور ہوشمندی کا تقاضہ یہہ ہے کہ آنے والے برے وقت کا پہلے ہی سے راستہ روکا جائے ۔ سرور صاحب نے اس بات پر بھی اصرار کیا کہ آردو زبان کو محض پورانی یادگار سمجھ کر اوس کی حفاظت کی جائے ۔ اونہوں نے کہا کہ ایسا خیال رکھنے والے آردو کے نادان دوست ہیں ۔ آردو میں لوچ اور لچک ایسی ہے کہ وہ ہر زمانہ کا ساتھ دے سکتی ہے، اس لئے اوسے کسی جزیرہ میں بند کرکے رکھنے کی ضرورت نہیں ۔ اخبار نویسوں کو چاہئے کہ طباعت کے طریقے بدلیں اور انجمن ترقی آردو (ہند) اور اوس کی شاخوں کو مضبوط کریں ۔

پروفیسر سروری

پروفیسر سروری نے فرمایا کہ نئے زمانہ میں وہی لوگ کامیاب ہونگے جو وقت کی مصلحتوں کے مطابق عمل کرینگے ۔ باہر کے الفاظ کو اپنی زبان میں داخل کیا جائے ۔ نیز اگر ناگری رسم الخط میں بھی آردو زبان لکھی جائے تو مناسب ہوگا ۔

پروفیسر مہیش پرشاد

پروفیسر مہیش پرشاد نے فرمایا کہ آردو میں فارسی اور عربی کے بھاری اور مشکل الفاظ سے کام نہ لیا جائے اور آردو کا لٹریچر دوسری ملکی زبانوں میں بھی شائع کیا جائے تاکہ آردو نہ جاننے والے بھی سمجھہ سکیں کہ آردو کیا ھے ۔ موصوف نے فرمایا کہ خود انہوں نے غالب کے متعلق چار مضامین ھندی میں لکھے جن کو ھندی جاننے والوں نے بڑی دلچسپی کے ساتھہ پڑھا ۔

ڈاکٹر عبدالحق

ڈاکٹر عبدالحق (مدراس) نے فرمایا کہ حوادث اور صدمے انسانوں کی طرح زبانوں کے حصہ میں بھی آتے ھیں اون سے گھبرانا نہ چاھئیے۔ آردو کے پاس اب اتنا سرمایہ ھے کہ وہ مٹ نہیں سکتی ۔ اوس کی ساخت ایسی ھے کہ جو اوسے ایک بار لکھہ پڑھ لیتا ھے وہ پھر اوسے ترک نہیں کرتا ۔ ابھی تک دھلی اور لکھنؤ آردو کے مرکز سمجھے جاتے تھے مگر اب معلوم ھوتا ھے کہ جنوبی ھند میں اس زبان کا مرکز قایم ھوگا ۔ یہاں اوس کی ترقی کے لئے بہتر فضا موجود ھے ۔ برخلاف آردو کے جو زبانیں غیر الفاظ کو اپنے اندر سے خارج کرنے کی کوشش کرتی ھیں وہ خود بھی ختم ھو جاتی ھیں ۔

انجمن کی خبریں

گورکھپور

آردو زبان مٹ نہیں سکتی ۔ اس کا فطری لوچ اس کو ھمیشہ باقی رکھے گا، اس زبان کا ناتا عوام سے ھے، اور جس زبان کا واسطہ عوام سے ھوتا ھے وہ کبھی نہیں مٹتی ۔

غالب کی زبان زندہ ھے اور گجرات میں بولی اور سمجھی جاتی ھے ۔ میرے اس دعوے کی دلیل غالب کا وہ دیوان ھے جو گجراتی رسم خط میں شائع ھوا ھے ۔ ھر وہ گجراتی آسے اپنے پاس رکھتا ھے جس کو تھوڑا سا بھی شعر و ادب کا ذوق ھے،

فضل الرحمان عثمانی - بی-اے گورکھہ پوری

ہماری زبان کے اجرا کا اعلان اخباروں میں پڑھکر آردو کے مستقبل کی طرف سے جو مایوسی تھی، جاتی رھی - ,,ھماری زبان،، کی اشاعت کو واجبات میں سمجھتا ھوں ۔

اس وقت آردو سے غافل افراد بھی ھوشیار ھو گئے ھیں اور زبان کی ترقی اور اس کی خدمت کے لئے بے چین نظر آرھے ھیں ۔

نثار احمد - مالک پرنسپل بوٹ ھاؤس
آردو بازار - گورکھہ پور

کراچی

آج اخبار ,,صدق،، سے یہہ معلوم کر کے بے حد خوشی ھوئی کہ ھماری زبان کا اجرا ھو رہا ھے چند کاپیاں زاہد بھیج دیجئیے تو میں اپنے حلقہ میں خریدار بنانے کی کوشش کرونگا ۔

ضیاء الدین احمد برنی
کراچی

مونگیر

انجمن کے دوبارہ بروے کار آجانے اور ,,ھماری زبان،، کے دوبارہ اجرا کی اطلاع سے نہایت شادمانی ھوئی اس ادارہ اور اس پرچہ کی خدمت اپنا فرض سمجھتا رہا ھوں اور انشاءاللہ سمجھتا رھوں گا ۔

رشید احمد مولائی بی-اے (علیگ)
متولی وقف اسٹیٹ مولانگر - مونگیر

ناگپور

انجمن ترقی آردو کی تجدید پر بے حد خوشی ھوئی ۔ اس وقت ملک کو انجمن ترقی آردو کی سخت ضرورت تھی ۔ اب حامیان آردو کو سر جوڑکر بیٹھہ جانا چاھئیے اور طے کرنا چاھئیے کہ اردو کا تحفظ ھم کس طرح کرسکتے ھیں ۔ ,,انجمن ادب ھند،، پچھلے دو تین سال سے اپنے امکان بھر سی - پی میں آردو کا کام کر رھی ھے ۔

فیض انصاری
نائب صدر انجمن (ھند)
ناگپور - سی - پی

”سرکاری“ زبان

ہندوستان کے دستور کی حسب ذیل دفعات وہ ہیں جس میں ”سرکاری“ زبان کا تعین کیا گیا ھے:-

(۳۴۳) (۱) یونین کی ”سرکاری“ زبان دیوناگری خط میں ھندی ہوگی۔ اعداد کی جو صورت سرکاری اغراض کے لئے استعمال کی جائیگی وہ ھندوستانی اعداد کی بین الاقوامی صورت ہوگی۔

(۲) قطع نظر فقرہ (۱) کے اس دستور کے آغاز سے ۱۵ سال تک انگریزی زبان کا استعمال یونین کی تمام اُن سرکاری اغراض کے لئے جاری رہیگا جن کے لئے یہہ زبان نئے دستور کے آغاز سے پہلے استعمال ہوتی رہی ھے۔

بشرطیکہ صدر متذکرہ زمانہ کے دوران میں اپنے حکم کے ذریعہ سے انگریزی زبان کے علاوہ بھی ھندی زبان اور دیوناگری کے اعداد کو یونین کی کسی بھی سرکاری غرض کے لئے استعمال کرنے کی اجازت دیدے۔

(۳) قطع نظر اس دفعہ کے پارلیمینٹ کو اختیار ہوگا کہ مذکورہ ۱۵ سال کے زمانہ کے بعد بذریعہ قانون

(الف) انگریزی زبان یا

(ب) دیوناگری اعداد

کے استعمال کی ایسے اغراض کے لئے جن کی صراحت قانون میں کی جائے اجازت دیدے۔

(۳۴۴) (۱) اس دستور کے آغاز سے پانچ برس گذرنے کے بعد اور پھر دس برس گذرنے کے بعد صدر اپنے حکم سے ایک کمیشن مقرر کریگا جس کا ایک چیرمین ہوگا اور اراکین، مندرجہ فہرست زبانوں کے ایسے نمایندے ہوں گے جن کو صدر مقرر کریگا۔ صدر کے حکم میں کمیشن کے طریقہ کار کی صراحت ہوگی۔

(۲) کمیشن کا فرض ہوگا کہ وہ صدر سے حسب ذیل امور کے متعلق سفارش کرے:-

(الف) یونین کی سرکاری اغراض کے لئے ھندی کا تدریجی استعمال۔

(ب) کسی یا تمام سرکاری اغراض کے لئے انگریزی زبان کے استعمال کی تحدید۔

(ج) دفعہ ۳۴۸ میں مذکورہ اغراض میں سے سب یا کسی غرض کے لئے جو زبان استعمال کی جائے اُس کا تعین۔

(د) اعداد کی نوعیت جو یونین کے تمام یا بعض مقررہ اغراض کے لئے استعمال کئے جائیں۔

(و) یونین کی سرکاری زبان کے متعلق اور نیز یونین اور کسی ریاست یا ایک ریاست اور دوسری ریاست کے درمیان استعمال کرنے کے لئے زبان کا کوئی اور مسئلہ جسے صدر نے کمیشن کی سپرد کیا ہو۔

(۳) فقرہ (۲) کے تحت اپنی سفارش پیش کرتے ہوئے کمیشن ھندوستان کے صنعتی تہذیبی اور سائینسی ترقی کا نیز پبلک سروس کے متعلق اُن لوگوں کے صحیح مطالبات اور مفادات کا لحاظ رکھیگا جو ایسے رقبوں میں آباد ہیں جہاں ھندی نہیں بولی جاتی۔

(۴) ایک کمیٹی بنائی جائیگی جس کے ۳۰ ممبر ہونگے۔ جن میں ۲۰ ممبر عوامی ایوان کے اور ۱۰ کونسل آف اسٹیٹ کے رکن ہونگے۔ ان کا چناؤ عوامی ایوان اور کونسل آف اسٹیٹ کے ممبران متناسب نمایندگی کے طریقہ اور انتقال پذیر ووٹ کے ذریعہ سے کرینگے۔

(۵) کمیٹی کا یہہ فرض ہوگا کہ اس کمیشن کی سفارشوں پر غور کرے جو فقرہ (۱) کے تحت مقرر کیا جائیگا اور اپنی رائے صدر کے سامنے پیش کرے۔

(۶) قطع نظر دفعہ ۳۴۳ کے رپورٹ متذکرہ فقرہ (۵) پر غور کرنے کے بعد یونین کا صدر اُس رپورٹ کے کل یا کسی جزو کے متعلق اپنی ھدایات جاری کریگا۔ (باقی آیندہ)

ہندی ساہیتہ سمیلین کا جلسہ

لکھنؤ کا اخبار نیشنل ہیرلڈ ہندی ساہتیہ سمیلن کے سالانہ جلسہ کی کارروائی پر اس طرح اپنی رائے ظاہر کرتا ہے :-

,,سرکاری زبان کی حیثیت سے ہندی کے متعلق صحیح بات سی - پی - کے وزیر اعظم مسٹر شکلا نے سمیلن کا افتتاح کرتے ہوئے کہی اور غلط بات وہ تھی جو جلسہ کے صدر مسٹر پنڈے نے کہی - باوجودیکہ مسٹر شکلا نے ,, سرکاری زبان'' اور قومی زبان کے فرق کا لحاظ نہ رکھا لیکن یہہ بات اونہوں نے ٹھیک کہی کہ کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کے فیصلہ پر اعتراض کرنے کا اب وقت نہیں ہے - اس فیصلہ کو تو اب اہل ملک کا فیصلہ سمجھنا چاہئے - ہندی کے لئے اب کسی جماعت بندی کی ضرورت نہیں - لیکن ساہتیہ سمیلن کے اکثر ممبر جنبہ داری کے ساتھہ بات چیت کرکے ایک اچھے مقصد کو نقصان پہنچاتے ہیں - ہندی کے پریمیوں کے لئے صحیح طریقہ یہہ ہے کہ وہ اس ۱۵ سال کے زمانہ کو جو ایسمبلی کے رزولیوشن میں مقرر کیا گیا ہے اپنے خیالات کا جایزہ لیے اور اپنے دلوں کو ٹٹولنے میں صرف کریں اور اون شدید ذمہ‌داریوں کو محسوس کریں جو اون پر عاید ہوتی ہیں - اگر سرکاری زبان کی حیثیت سے اون لوگوں کی مدد کے بغیر جو ہندی نہیں جانتے - ہندی کا قایم ہونا ممکن نہیں تو سمجھہ لینا چاہئے جیسا کہ مسٹر شکلا نے کہا کہ ہندی اب اپنے محدود دایرہ میں نہیں رہ سکتی اور یہہ کہ اوسے اپنی سرحدیں پھیلانی پڑینگی' زیادہ وسیع میدان میں آنا پڑیگا اور اون لوگوں کی پسند اور ناپسند' ضروریات اور مشکلات کا لحاظ کرنا ہوگا جو ہندی زبان نہیں بولتے - اگر سرکاری زبان کے متعلق ہندوستان کے دستور کی تمام دفعات کو غور سے پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ ابھی اس سفر کی بہت سی منزلیں (ہندی زبان کو) طے کرنی ہیں تاکہ ہندی سرکاری زبان بن سکے ....

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندی زبان کو معیاری زبان بنانے کے متعلق سمیلن قدامت پرستی کے طریقوں پر بہت زور دیتا ہے' ہندوستان کی اکثر زبانوں کی بنیاد سنسکرت کو قرار دینے پر بہت زیادہ قسمیں کھائی جاتی ہیں اور اب تک دستور اور سرکاری دستاویزوں' قانون کے مسودوں اور اصلاحات کا ترجمہ کرنے کی جو کوشش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندی کو دوسری زبانوں کے قریب لائے بغیر نتیجہ یہہ ہو رہا ہے کہ ہندی عوام اس زبان سے دور جا رہے ہیں جسے عام اصلاح میں ,,ہندوستانی'' کے نام سے برا بھلا کہا جاتا ہے - مسٹر شکلا بھی اس طرف داری کے مرتکب ہوئے ہیں - وہ یہہ تو مانتے ہیں کہ سائیس اور ادب کے الفاظ آیندہ زمانہ میں تمام ملک کے لئے یکساں ہونے چاہیں اور یہہ بھی مانتے ہیں کہ ہندی کی گریمر اور تلفظ میں تغیر کرنا ضروری ہوگا مگر انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ جو کچھہ غیر زبانوں سے حاصل ہوا ہے اسے باقی رکھا جائے - سمیلن کے صدر نے تو اس تعصب کو اور آگے بڑھایا ہے - وہ اردو اور ہندوستانی پر لعنت بھیج کر کہتے ہیں کہ دوسری زبان کے الفاظ اپنے اندر لینے میں ہندی زبان صرف الفاظ کی خوبی' معنی' قوت اور مناسبت کا لحاظ کریگی - اگر ان باتوں کو عام رسم و رواج سے نہ جانچا جائیگا اور صرف ایک خاص قسم کی ,,پنڈتائی'' ہی سے جانچا جائیگا تو جو شدھی اس طرح کی جائیگی وہ ہندی کا گلا گھونٹیگی اور اسے جدید علوم کے لئے ایک ناقص وسیلہ بنادیگی ....

الہ آباد یونیورسٹی کے ڈاکٹر راحن نے اپنے ایڈریس میں اصلاحات کے متعلق زیادہ فراخ دلی کے طریقہ کی حمایت کی ہے - انہوں نے کہا کہ عام الفاظ مثلاً پنسل' میچز' سیمنٹ' راشن' الومینم وغیرہ ہندی میں جذب کرلیے جائیں - اس کے خلاف ایک منصوعی رحجان یہہ پیدا کیا گیا ہے کہ عام رسم و رواج کو ترک کرکے سنسکرت کی طرف پیچھے ہٹنا چاہئے - اگر یہہ تحریک ایسے لوگوں سے وابستہ نہ ہوتی جیسے کہ مسٹر ٹنڈن ہیں جنھوں نے ہندو کلچر کے خیالات سے اپنے کو نمایاں کرلیا ہے تو شاید یہہ کچھہ زیادہ اندیشہ ناک تحریک نہ سمجھی جاتی - لیکن اس مسئلہ کو مجموعی طور پر دیکھتے ہوئے ہندی زبان کی ترقی کو ہندو قوم کے اعلی اقتدار کے سوال میں نہیں الجھانا چاہئے -''

کچھ دوسروں کی باتیں

(بسلسلہ صفحہ ۶)

پنڈت کشن پرشاد کول ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی۔ لکھنو

سوال ہمارے سامنے اب یہہ ہے کہ ہم کو اردو کے تحفظ اور ترقی کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں دو باتیں ضروری ذہن نشین کرنی ہیں۔ اول تو یہہ کہ حکومت کا سہارا زبان کی ترقی میں ایک حد تک کارگر ہوتا ہے مگر زبانیں بنتی اور بگڑتی ہیں ان کے بولنے والوں اور چاہنے والوں کی حمایت یا غفلت سے۔ یہہ زبان پنجاب سے لیکر بہار تک ہمارے شہروں قصبوں اور ہاٹ بازاروں میں بولی جاتی ہے اور ایک حد تک تقریباً سارے ملک میں سمجھی جاتی ہے اور یو۔ پی کی سرکاری سسکرت آمیز ہندی کی طاقت سے مٹ نہیں سکتی۔ البتہ اگر ہم ہی اس کی طرف سے غافل اور لاپروا ہوجائیں تو بات دوسری ہے۔ دوسری بات جو بے حد دھیان میں جمانے کی ہے یہہ ہے کہ رفتار و انقلاب زمانہ کے ساتھہ زبانیں نسل بہ نسل کچھہ نہ کچھہ بدلتی رہتی ہیں۔ اگر وہ جامد و ساکت ہیں تو بےجان پڑی رہیں گی۔ ان کا سکہ چلے گا نہیں۔

(قومی آواز)

مولوی پنڈت مہیش پرشاد صاحب۔ ہندو یونیورسٹی

بہت سے خواہ تھوڑے لوگوں کی رائے کچھہ ہو لیکن میں تو یہہ سمجھے بیٹھا ہوں کہ اردو کی بنیاد کچھہ کم زور نہیں اور اس کو کچھہ کم اہمیت نصیب نہیں۔ تاہم سیاسی فضا سے جو ہماری حالت ہے اس سے اردو کو نقصان ضرور پہونچے گا۔ اس احساس کی وجہ سے تمام اردو دنیا میں ایک زبردست ہل چل پیدا ہوگئی ہے۔ ایسا ہونا ایک فطری امر بھی ہے۔

حیدرآباد دکن اردو کے لئے عرصہ دراز سے ایک اچھا ملجا و ماوی رہا ہے۔ لیکن وہاں بھی اس کے لئے حسرت اور یاس کا عالم برپا ہوگیا ہے۔ اس قسم کے حالات میں ارباب اردو وبہی خواہان اردو کے حلقوں میں جس قدر بے چینی ہو وہ بلا شبہ کم ہے۔ پھر بھی ہمیں شور و غل کے ساتھہ نہیں بلکہ خاموش۔ صبر اور استقلال کے ساتھہ اردو کے لئے اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھنا چاہئے۔ اسی میں کامیابی کا راز سربستہ ہے۔

(الجمعیت)

کنھیا لال کپور

تم پوچھتے ہو کہ اردو زبان کا مستقبل تاریک ہے یا درخشندہ؟ نہایت احمقانہ سوال ہے۔ اردو زبان کا مستقبل تاریک کیوں ہونے لگا؟ اردو نے حضرت خضر کی طرح آب حیات پیا ہے۔ کیا ایسی زبان کبھی مر سکتی ہے۔ اردو عوام کی زبان ہے اس کا مٹ جانا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ عوام کا صفحہ ہستی سے مٹ جانا۔ تم کہتے ہو کہ ہندوستان میں اردو کی قدر نہیں ہوگی۔ یہہ تمہارا وہم ہے یہہ تو ممکن ہے کہ اردو کا نام ہندوستان میں ,,ہندی،، رکھدیا جائے لیکن یہہ ممکن نہیں کہ لوگ اردو کے بجائے ہندی بولنا شروع کردیں۔ اردو ایک زندہ زبان ہے اور اس میں اتنی تازگی اور رعنائی ہے کہ وہ ہر رقیب کو پچھاڑ سکتی ہے۔ اس کا یہہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے اب تک ہر رقیب کو چاروں شانے چت نہیں کرایا۔ یہہ نہ ہوتی تو اس کا وجود کبھی کا ختم ہوگیا ہوتا۔ اگر ہندی زبان کے کروروں حامیوں کے باوجود اردو پھولتی اور پھیلتی رہی ہے تو اس کا سبب اسکی برتری ہے۔ اردو نہ مسلمانوں کی زبان ہے نہ ہندوؤں کی یہہ ,,رندان مے پرست،، کی زبان ہے اور جب تک دنیا میں ایک بھی رند زندہ باقی ہے اردو کے جام پیتے پلاتے اور لنڈھاتے رہینگے۔

(قومی آواز)

اپنے دیس کی خبریں

حیدر آباد ـ ۲۶ جنوری سے حیدر آباد کی ہائی کورٹ اور ماتحت عدالتیں اپنا کام بجائے اردو کے انگریزی میں کریگی ـ ممکن ہے کہ مرکزی حکومت کی اجازت سے چند روز اور عدالتی کاموں کا کوئی حصہ اردو میں ہوتا رہے ـ

مدراس ـ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے کہا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندی کے لغات میں بہت کچھ تغیر ہونے والا ہے ـ اورنیٹل لیکویجز کانفرنس میں انہوں نے کہا کہ ہندی کو ایسے سانچے میں ڈھالنا ضروری ہوگا کہ جن لوگوں کی زبان ہندی نہیں ہے وہ بھی آسانی سے اختیار کر سکیں۔ اگر ہندی کو سرکاری زبان بنانا ہے تو اس کی لغت ایسی نہیں ہو سکتی جو دوسری زبانوں کی لغت سے بالکل جدا رہے ـ

ہندوستانی پرچار سبھا نے اب فیصلہ کیا ہے کہ وہ [illegible] جنوبی ہندوستان میں بھی [illegible] کریگی ـ دابھی [illegible] ہندوستانی پرچار سبھا کے سکریٹری [illegible] ہیں ـ وہ امید کرتے ہیں کہ [illegible] کے باشندے مہاتما گاندھی کے اس تعمیری پروگرام میں پورے شوق سے حصہ لینگے ـ

کانپور میں مقام [illegible] ۷ جنوری کو ایک آل انڈیا مشاعرہ منعقد ہوا جس میں بعض نامور شعرا نے شرکت کی ـ

یکم جنوری کو اردو مجلس حیدر آباد کا ایک جلسہ نواب اعظم جنگ کی صدارت میں منعقد ہوا ـ پنڈت سندر لال جی نے بھی تقریر کی اور مولوی غلام [illegible] صاحب نے اردو کے مستقبل کے متعلق ایک دلچسپ مقالہ پڑھا ـ

ناگپور ـ [illegible] ہندی کی معیار بندی کی تدبیر سوچنے کے لئے [illegible] جو کانفرنس ناگپور میں ہوئی اس نے فیصلہ کیا ہے کہ ہندی کے معیاری اور مستند الفاظ تیار کرنے کے لئے ایک کل ہند بورڈ بنایا جائے جس میں تمام بڑے بڑے صوبوں ریاستوں اور زبانوں کے نمائندے شامل کئے جائیں ـ ہندی جیسے قواعد اور رسم خط کے معیاری بنانے کے لئے بھی [illegible] مقرر کی گئی ہے جو [illegible] ماہ کے اندر اپنی رپورٹ پیش کریگی ـ اس کانفرنس کے صدر شری راوی شنکر شکلا، وزیر اعظم سی ـ پی ـ تھے ـ

"اردو" اور "ہندوستانی" کے ادارے

تمام ملک میں جتنے ایسے ادارے اور انجمنیں اور کتب خانے زبان کی خدمت کر رہے ہیں ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ اپنا پورا پتہ اور اپنے عہدہ داروں کی فہرست ہمیں بھیج دیں تاکہ "ہماری زبان" ان کے نام جاری کیا جاسکے اور مرکزی انجمن ان سے ربط پیدا کرسکے ـ

سکریٹری ـ انجمن ترقی اردو (ہند)
علی گڑھ

ایجنٹوں کی ضرورت

اخبار "ہماری زبان" فروخت کرنے کے لئے تمام ہندوستان کے بڑے بڑے مقامات اور اضلاع میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے ـ مینیجر ـ "ہماری زبان" ـ علی گڑھ سے رجوع کیجئے ـ

اہل قلم توجہ کریں

جدید ادب کے لکھنے والوں کے اچھے مسودوں کا معقول معاوضہ دینگے بشرطیکہ اسے علمی ادبی اور سماجی مسائل پر عام فہم اور آسان زبان میں لکھا جائے، جسکا سمجھنا ملک کے موجودہ حالات میں عوام کے لئے مفید ہو ـ ٹھوس اور خشک عالمانہ بحثوں کو خشک اور ٹھوس علماہی پر چھوڑ دینا چاہئے ـ ہمیں زندگی کی نئی قدروں کا جائزہ لینا ہے ـ

Socialist Leader ka Khiyal.

Bombaee: Anjuman Islam High School ke hall men bazme Mushaera ke mauqai per Socialist leader Jai Perkash Narain ne kaha kih Congress ke faislon ke mutabiq Hindustani hee ko kaumi zaban hona chahiay. Yeh voh zaban hai jisay Shimali Hindustan ke auwam bolte aur samajhte hain ..... Agar socialist party iqtadar men aaee to yeh faisla badla jaaiga. Aisa hum Mussulmanone ke liay naheen karaingay bulke aisa hamain is liay kerna hoga ke yeh faisla Congress ka hai aur hum bhee yahee faisla ker chukey hain.

باہتمام سید محمد احمد رضوی (عارضی) مینیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں چھپا اور قاضی عبد الغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڑھ سے شائع کیا ـ

انجمن ترقی اردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنہ | چندہ سالانہ دو روپیہ

جلد ۸ | یکم فروری سنہ ۱۹۵۰ع | ایڈیٹر ـ قاضی عبدالغفار | ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۶۹ ھجری | نمبر ۳

کچھ اپنی باتیں

علمی اور فنی اصطلاحیں

ہماری غلامی کی زنجیروں میں ایک زنجیر انگریزی زبان بھی تھی، وہ ہمارے حاکموں کی زبان تھی اور اس لئے ہم اس کے سیکھنے پر مجبور تھے ـ انگریزی سرکار کو اپنے کاروبار کے لئے چھوٹے ملازموں کی اس قدر ضرورت تھی کہ ہمارے بچے انگریزی پڑھا پڑھا کر ”بابو“ اور ”منشی“ بنائے گئے ـ اس طرح انگریزی زبان کا ٹیکہ ہمارے ماتھوں پر غلامی کا ٹیکہ بن گیا ـ اور اس لحاظ سے اگر ہمیں انگریزی زبان سے نفرت بھی ہو تو تعجب نہیں ـ لیکن نفرت ایک اندھا جذبہ ہے ـ اس کی وجہ سے ہم کسی اچھی بات کو بھول جائیں تو یہ ہماری بڑی بھول ہوگی ـ انگریزی زبان سے ہم نے بہت کچھ حاصل کیا ہے ـ علم کی روشنی اسی زبان کے ذریعہ سے ہمارے ملک میں آئی، اسی زبان کے ذریعہ سے بیرونی دنیا سے ہمارا میل جول بڑھا اور اسی زبان کے ذریعہ سے ہماری زبان کے خزانے بھرپور ہوئے ... اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ اسی زبان میں ہم نے آزادی کے نعرے لگانے سیکھے ...... آقاؤں کی زبان نے غلاموں کو بغاوت کا سبق پڑھایا! پھر کس طرح ہم انگریزی زبان کے ان احسانوں کو بھول جائیں ـ

جن حاکموں کی یہ زبان تھی وہ اب ہمارے حاکم نہیں رہے ـ وہ چلے گئے لیکن ایک ترقی یافتہ زبان ہمارے پاس چھوڑ گئے ـ کیا یہ ضروری ہے کہ جس طرح ہم نے ان کی غلامی سے آزاد ہونے کی خواہش کی تھی اسی طرح ہم انگریزی زبان کو بھی ہمیشہ کے لئے اپنے ملک سے نکالدیں اس لئے کہ وہ ہماری غلامی کی یادگار ہے؟

علم اور گیان کی دنیا میں کسی زبان پر کسی ایک قوم کی اجارہ داری قایم نہیں ہوا کرتی ـ جس زبان میں علم اور گیان ہوتا ہے اس میں سب ہی ترقی پسند انسانوں کا حصہ ہوتا ہے ـ ہمارے ملک کی کوئی زبان بھی انٹرنیشنل حیثیت نہیں رکھتی اور آزادی کے فوراً ہی بعد اب ہمیں دنیا کی قوموں سے اپنے

رشتہ مضبوط کرنا ھے اور آن قوموں کے علوم وفنون کو حاصل کرنا ھے۔ اس لئے ھمیں غیر ملکوں کی زبانوں سے زیادہ میل جول بڑھانا ہوگا اور یہہ اسی طرح ممکن ھے کہ ھم آن زبانوں کے ایسے لفظوں کو اپنی زبان میں داخل کریں جو ھمارے لئے مفید ہوسکتے ھیں اور اس طرح کوشش کریں کہ ھماری زبانوں کے لفظ بھی آن زبانوں میں سما جائیں۔ پہلی بات ایسی مشکل نہیں۔ دوسری ذرا مشکل ھے مگر ناممکن وہ بھی نہیں ھے۔

سب سے پہلے تو ھمیں یہہ دیکھنا چاھئے کہ ھم دوسری زبانوں کے کیسے لفظ اپنی زبان میں لے سکتے ھیں۔ غیر زبان کا کوئی بھی لفظ جو ھماری خیالات ظاھر کرنے کی قوت کو بڑھا سکے اور ھماری زبان کو پھیلا سکے ھمیں اپنی زبان میں بلا تکلف لے لینا چاھئے۔ زیادہ تر سائنس اور فنون کی غیر ملکی اصطلاحوں کو ھمیں اپنا لینا چاھئے۔ ملکی زبانوں میں ایسی اصطلاحیں بنانے کی کوشش ٹھیک نہیں ھے اس لئے کہ جو اصطلاحیں ھم سے زیادہ ترقی یافتہ ملکوں میں رائج ہوچکی ھیں وہ اب علم وفن کے کاموں میں اس طرح گھل مل گئی ھیں کہ اگر ھم آن کو اختیار نہ کرینگے تو دوسری ترقی یافتہ زبانوں میں ان ھی اصطلاحوں کے ذریعہ سے جو خیالات ظاھر ہوتے ھیں اور پھیلتے ھیں وہ ھم تک نہ پہنچ سکینگے یا بہت دیر میں پہنچینگے۔ ھر ترقی یافتہ زبان کے لفظوں کے ساتھہ بہت سی تاریخی اور علمی روایتیں ملی جلی ہوتی ھیں۔ آن ھی سے لفظوں کا وزن بڑھتا ھے اور اون ھی کے ذریعہ سے ساری علوم پھیلتے ھیں۔

ھمارے ملک کی زبانوں میں علمی اصطلاحوں کی بڑی کمی ھے۔ اگر ھم یورپ کی اصطلاحوں کو قبول نہ کرکے خود اپنی زبان سے نئی نئی اصطلاحیں گڑھنے کی کوشش کرینگے تو اپنے کو باھر کی علمی دنیا سے بالکل الگ کر لینگے۔ اس کا ایک تجربہ ھندوستان میں ہوچکا ھے جب حیدرآباد کی یونیورسٹی میں عربی کی مدد سے علمی اصطلاحیں بنائی گئیں تو وہ خود اوس یونیورسٹی میں بھی نہ چل سکیں۔ اب اگر ھندوستان میں سنسکرت کی مدد سے یہہ اصطلاحیں بنائی گئیں تو اوس کا نتیجہ بھی کچھہ بہتر اور اور مفید نہیں ہوسکتا۔ اس بات کے لئے سوجھہ بوجھہ کی ضرورت ھے۔ یہہ صرف جذباتی معاملہ نہیں ھے اور آسے اس طرح طے نہیں کرنا چاھئے جس طرح زبان کے اور مسئلے طے کئے جارھے ھیں۔ یہہ محض دھرم یا جاتی کی شان دکھانے کی بات نہیں بلکہ سوچنا یہہ ھے کہ ھم علم کے اوس دھارے سے جو دوسرے ترقی یافتہ ملکوں میں بہ رھا ھے دور رھنا چاھتے ھیں یا علم کے اوس سمندر میں تیرنا چاھتے ھیں۔ علم کی کشتی کو بڑے بڑے دریاؤں اور سمندروں کا پھیلاؤ درکار ھے۔ وہ محض جذبات کی خشکی اور ریتے پر نہیں تیر سکتی۔ اگر ھم علم کی بڑی بڑی اصطلاحیں عربی یا سنسکرت کی مدد سے بناکر اپنی تجوری میں محفوظ کرلیں اور خوش ھوں کہ ھم نے بڑا کام کیا تو ھمیں اپنے دل سے یہہ بھی سوال کرنا چاھئے کہ جب علم کسی ملک کی سرحدوں کے اندر بند نہیں ہو سکتا تو اوس کی اصطلاحیں صرف گھریلو کس طرح ہو سکتی ھیں۔

یورپ کی تمام ترقی یافتہ زبانوں نے علمی اصطلاحات کے متعلق شروع ھی سے یہہ طریقہ اختیار کیا کہ جو بنی بنائی اصطلاحیں انہیں ملتی گئیں وہ انہیں (تلفظ یا ھجے کے کچھہ فرق کے ساتھہ) اختیار کرتی گئیں۔ آج بھی بہت سی اصطلاحیں قدیم اصطلاحوں سے لی جا رھی ھیں۔ انگریزی زبان کے ایک ماھر نے یہہ خیال ظاھر کیا ھے کہ ھر سال تقریباً ۲۰ نئے لفظوں کا انگریزی زبان میں اضافہ ہو رھا ھے لیکن گزشتہ جنگ کے بعد چند سال میں تو ھزاروں علمی اور فنی اصطلاحیں اس طرح پیدا ہوئیں کہ انگریزی زبان مالا مال ہو گئی۔ ھم اگر اس جانے پہچانے اصول کو چھوڑ کر کوئی نیا طریقہ اختیار کرینگے تو ھماری محنت اور کوشش اکارت جائیگی۔

''سرکاری'' زبان

ھندوستان کے دستور کی حسب ذیل دفعات وہ ھیں جن میں ''سرکاری'' زبان کا تعین کیا گیا ھے :-
ان کا ایک حصہ گذشتہ اشاعت میں درج کیا گیا تھا -

(۳۴۵) دفعہ ۳۴۶ اور ۳۴۷ کی شرایط کے ماتحت مملکت کا ادارہ قانون ساز بذریعہ قنون کسی ایک یا ایک سے زیادہ زبانوں کو جو مملکت میں رایج ھوں یا ھندی کو مملکت کی تمام سرکاری اغراض کے لئے اختیار کر سکیگا -
شرطیکہ جب تک ادارہ قانون ساز اس کے خلاف کوئی قانون نہ بنائے انگریزی زبان کا استعمال اُن سرکاری اغراض کے لئے جاری رھیگا جن کے لئے وہ اس دستور کے آغاز سے پہلے تک استعمال کی جارھی تھی -

(۳۴۶) یونین میں سرکاری اغراض کے لئے جس زبان کو استعمال کرنے کی فی الوقت اجازت دیگئی ھے وھی ایک ریاست اور دوسری ریاست اور کسی ریاست اور یونین کے درمیان ذریعہ مراسلت ھوگی -
بشرطیکہ اگر دو یا زیادہ ریاستیں اس بات پر متفق ھوں کہ ان کے درمیان ھندی زبان سرکاری ذریعہ مراسلت ھو تو یہی زبان ایسی مراسلت کے لئے استعمال کی جائیگی -

(۳۴۷) اگر ایسا مطالبہ کیا جائے تو اس امر سے مطمئن ھو کر کہ کسی ریاست میں کافی تعداد یہہ چاھتی ھے کہ کسی زبان کو جو وہ بولتے ھوں مملکت تسلیم کرے صدر ھدایت دیگا کہ یہہ زبان ھی تمام ملک میں یا اس کے کسی حصہ میں ایسی اغراض کے لئے جن کی صراحت کی جائیگی تسلیم کی جائے -

(۳۴۸) (۱) بلا لحاظ مندرجات بالا کے جب تک کہ پارلیمنٹ بذریعہ قانون اسکے خلاف کوئی فیصلہ کرے -
(الف) سپریم کورٹ اور ھر ھائی کورٹ میں تمام کارروائی -
(ب) مستند عبارتیں -
تمام مسودات قانون جو پارلیمنٹ کے کسی ایوان میں پیش ھوں -
تمام قوانین جو پارلیمنٹ یا قانون ساز جماعتیں منظور کریں اور تمام آرڈی نینس جو صدر یا گورنر یا کسی ریاست کے راج پر مکھہ جاری کریں
تمام احکام قواعد و ضوابط اور ضمنی قواعد جو اس دستور کے تحت یا پارلیمنٹ کے بنائے ھوئے یا کسی ریاست کی قانون ساز جماعت کے بنائے ھوئے قانون کے تحت ھوں یہہ سب انگریزی زبان میں ھونگے -

(۲) بلا لحاظ اسکے جو کچھہ کہ ضمنی فقرہ (الف) فقرہ (۱) میں کہا گیا ھے گورنر یا کوئی راج پر مکھہ صدر کی اجازت حاصل کرکے ھندی زبان یا کسی دوسری زبان کو اسٹیٹ کے کسی سرکاری کام کے لئے اور ایسی ھائی کورٹ کی کارروائی میں جسکا صدر مقام اسٹیٹ میں ھو استعمال کرنے کی اجازت دیسکتا ھے -
بشرطیکہ اس فقرہ کی کوئی بات کسی ایسی ھائی کورٹ کے فیصلہ یا ڈگری یا حکم پر عاید نہ ھوگی -
(۳) بلا لحاظ فقرہ (الف) کے ضمن فقرہ (ب) کے جہاں کہیں کسی ریاست کے ادارہ قانون ساز نے ایسے مسودات قانون یا منظورہ قانون یا گورنر یا کسی اسٹیٹ کے راج پرمکھہ کے نافذ کئے ھوئے آرڈینیس یا کسی حکم قاعدہ ضابطہ یا ضمنی قواعد کے لئے جنکا ذکر ضمنی فقرہ کے پیرا (۳) میں آیا ھے انگریزی کے علاوہ کسی زبان کا تعین کیا ھے تو اوس زبان کا انگریزی ترجمہ جو گورنر یا اسٹیٹ کے راج پرمکھہ کی اجازت سے اس اسٹیٹ کے سرکاری گزٹ میں شایع کیا گیا ھو اس دفعہ کے تحت انگریزی زبان میں مستند عبارت سمجھی جائیگی -

(۳۴۹) دستور کے آغاز سے ۱۵ سال کے عرصہ میں کوئی ایسا مسودہ قانون یا ایسی ترمیم جس کا مقصد یہہ ھو کہ کسی زبان کو اُن اغراض کے لئے استعمال کرنے کا انتظام کیا جائے جن کا ذکر دفعہ ۳۴۸ کے فقرہ (۱) میں کیا گیا ھے پارلیمنٹ کے کسی ایوان میں پہلے سے صدر کی اجازت حاصل کئے بغیر پیش نہ کیا جاسکیگا اور صدر کسی ایسے مسودہ قانون کے پیش کرنے یا کسی ترمیم کی تحریک کرنے کی اجازت نہ دیگا سوائے اس صورت کے کہ اس نے اس کیشن کی سفارشات پر غور کرلیا ھو جو دفعہ ۳۴۴ کے فقرہ (۱) کے تحت مقرر کیا جائیگا اور اس کیٹی کی رپورٹ پر بھی غور کرلیا ھو جو اس دفعہ کے فقرہ (۴) کی رو سے مقرر کی جایگی -

(۳۵۰) ہر شخص کو یہہ حق حاصل ہوگا کہ وہ کسی شکایت کے دفع کرنے کی درخواست یونین یا کسی ریاست کے کسی افسر یا حاکم کے سامنے کسی بھی زبان میں جو یونین میں یا اسٹیٹ میں رایج ہو کر سکے۔

(۳۵۱) یونین کا یہہ فرض ہوگا کہ ھندی زبان کو پھیلائے اور اس کو اس طرح ترقی دے کہ وہ ھندوستان کے مشترک تہذیب کے تمام عناصر کے لئے اظہار خیال کا ذریعہ بن سکے اور یہہ بھی فرض ہوگا کہ اُس کے ذخیرہ میں اضافہ کرنے کے لئے اُس کے مزاج میں مداخلت کئے بغیر ھندوستانی زبان اور ھندوستان کی اُن دوسری زبانوں کو اُس کے اندر جذب کرے جن کا ذکر آٹھویں فہرست میں کیا گیا ھے اور جہاں ضرورت ہو یا مناسب ہو اوسکے لغت میں اولاً سنسکرت سے اور اس کے بعد دوسری زبانوں سے استفادہ کرے۔

فہرست نمبر ۸

(دفعہ ۳۴۴ اور ۳۵۱)

زبانیں

(۱) آسامی (۲) بنگالی (۳) گجراتی (۴) ھندی (۵) کینڑی (۶) کشمیری
(۷) ملایالم (۸) مرھٹی (۹) اوڑیا (۱۰) پنجابی (۱۱) سنسکرت (۱۲) ٹامل
(۱۳) ٹیلیگو (۱۴) اردو۔

Dr. Abdul Aleem apne ek Mazmoon men likhte hain keh :—

"Taraqqi Pasand Adeebon ki Anjuman kisi siaasee jamaat ki ijaare dari naheen hai. Lekin sath hi sath yeh aisa chaman bhi naheen jis men bhant bhant ke janwar aaein aur apni apni bolyan bole ker oor jaien. Yeh anjuman ek maqsad aur programme rakhti hai. Jo adeeb oos se ittefaq karta hai uske leeay anjuman ka darwaza khula hai. Jab se yeh anjuman qaim hai, us mein mukhtali siaasee aaqaed rakhne wale adeeb shamil rahe hain aur abtak yeh soorat baqi hai." Phir unhone ne anjuman ke yeh aghraz o maqaasid bayan kiay hain :—

(1) Aisa adab paida karna jis men oos jad o jehad ki jhalak ho jo hind ke auwam azad insani zindgee ke liay har tarah ki loot khasote ke khilaf ker rahai hain.

(2) Zawal amada rajhanat ki mukhal fat karna.

(3) Qadeem tahzeeb aur adab ki riwayat ko qaaim rakhna.

(4) Samraj shahi aur fascism ki mukhalfat karna

(5) Hind aur doosrey mulkone ke auwam ke darmian thazeebi taaluqat qaaim karna. Woh likhte hain keh "in aghraz o maqasid mein kisi tarah ka oonch neech naheen". Sab emandaar aur tarriqi pasand adeebone ko aik markaz per jama hona chahiay.

Nai Zindgi,
December, 1949.

تمام وہ ادارے

جو اردو اور ھندوستانی کا کام کر رہے ھیں ھمیں اپنے پتہ اور سرپرست اداروں کے نام و نشان سے اطلاع دیں۔ انجمن ایسے اداروں کی ایک مکمل فہرست مرتب کرنا چاھتی ھے۔

سکرٹری۔ انجمن ترقی اردو (ھند) علی گڈھ

بہ اہتمام سید اعجاز علی (علیگ) منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلیشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علیگڈھ سے شائع کیا۔

انجمن ترقی اُردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

علیگڈھ

چندہ، سالانہ

قیمت فی پرچہ، دوآنہ

جلد ۸ | ۱۵ فروری سنہ ۱۹۵۰ء | ایڈیٹر قاضی عبدالغفار | ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۶ ھجری

کچھ اپنی باتیں

علمی اور فنی اصطلاحیں

ہندی زبان کو سرکاری زبان بنا دینے کے بعد اب جھکاؤ اس طرف ہے کہ اصطلاحیں بھی اپنی ہی زبان میں یعنی ہندی زبان میں بنائی جائیں -

ای پہلے تو یہہ دیکھیں کہ ہندی زبان ہے کیا، کیا وہ آردو اور ہندستانی سے علیحدہ کسی غیر خاندان کی زبان ہے ؟ یا وہ اسی ایک خاندان کی شاخ ہے جس سے آردو اور ہندستانی پیدا ہوئیں ؟ ان تینوں کے قواعد اور گریمر کو سامنے رکھئیے تو اس سوال کا جواب صاف ہے - فرق اگر کچھہ ہے تو محض الفاظ میں ہے اور آوازوں میں - لیکن یہہ فرق تمام ترقی یافتہ زبانوں کی مختلف شاخوں میں ہوتا ہے - جس طرح انسانوں کے ایک ہی خاندان کے لوگوں میں مزاجوں اور طبیعتوں کا فرق ہوتا ہے، زبان کے خاندان کی مختلف شاخیں بھی اپنا اپنا رنگ اختیار کرتی ہیں لیکن اون کی اصل تو نہیں بدلتی - لہذا اگر سرکاری زبان وہی ہندی ہے جو اس خاندان کی ایک شاخ ہے تو اختلاف کی کوئی وجہ نہیں - لیکن اگر ہندی کا نام لیکر صرف سنسکرت کو آگے بڑھانے کا ارادہ ہے تو وہ بات ہی دوسری ہے - بہرحال جھکاؤ تو اسی طرف معلوم ہوتا ہے -

ہم نے ابھی ایک ہندستان کے دستور کا ہندی ترجمہ تو نہیں دیکھا ہے لیکن دستوری اور قانونی اصطلاحیں جو اس "سرکاری زبان" میں بنائی گئی ہیں آن سے یہہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہندی کا نام ہندی رکھہ کر اوسے کچھہ اور ہی بنایا جا رہا ہے اور ارادہ یہہ ہے کہ اصلاحیں بھی باہر سے نہ لی جائیں بلکہ اپنی بنائی جائیں -

ہمارے سامنے کم و بیش ۸ سو ایسے نئے سکے رکھے گئے ہیں جن پر کانسٹی ٹیوٹ اسیمبلی کی مہر لگی ہوئی ہے - ان پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد یہہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ ہوا کا رخ کیا ہے - ۸ سو اصطلاحی لفظوں کی اس پوری فہرست میں صرف چند ہی ایسے لفظ ہیں جو

قانونی اور دستوری زبان میں ملک کے گوشہ گوشہ میں استعمال ہوتے رہے ہیں اور سمجھے جاتے ہیں، ورنہ اکثر ایسے لفظ بھی نکالدئے گئے ہیں ۔ مثلاً اول تو انگریزی کے تمام ایسے الفاظ جو اُردو اور ہندی کا جزو بن چکے تھے خارج ہو گئے ۔۔ اپیل، اسیمبلی، بنک، چیک، بل، بائی‌لا، چیرمین، سول، آرٹ، کمیشن، کمیٹی، ڈگری، الیکشن، فنڈ، کورٹ، گورنمنٹ، جج، میونسپلٹی، نوٹس، آفس، پیمفلٹ، پولس، پریسڈنٹ، ریلوے، رپورٹ، رزولیوشن، اسٹم، ٹیکس، سمن، ٹرامویے، ریلوے، یونین، ووٹ، وغیرہ وغیرہ ۔ اسی طرح ''ہندستانی'' کے بھی (اُردو کا تو ذکر ہی فضول ہے) ایسے سینکڑوں لفظوں کو جو ہر صوبہ میں عام طور پر سمجھے اور بولے جاتے ہیں بارہ پتھر باہر کردیا گیا ہے ۔ مثلاً حساب، پردیسی، ضمانت، سند، سکہ، ڈنڈ، ہرجانہ، مزدوری، چناؤ، رواج، ریت، ٹھیکہ، عدالت، حوالات، حراست، بھید بھاؤ، اجرت، سرحد، قانون، بالک، بچہ، حکم، آگیا، معافی، استعفے، شانتی، وغیرہ وغیرہ

اب یہہ دیکھئے کہ کس انداز سے نئی اصطلاحوں کا سانچہ تیار ہوا ہے :- پردیسی اب (انیا دیسیا) ہوگیا، سند اب (پرامانپترا) ہوگی، سکہ اب (تنکا) کے سانچہ میں ڈھل گیا ۔ ڈنڈ اور ہرجانہ نے اب (پرتیکرا) کی صورت اختیار کرلی، رواج اور ریت اب (ابھی‌سمایا) بن گئی، عدالت اب (نیایالیا) کے قالب میں سما گئی، بھید بھاو اب (ویبھدا) ہوگیا ۔ چناؤ اب اپنا چہرہ بدل کر (نرواکانا) ہوگیا، بالک بچہ اب (سیو) قرار پایا، قانون نے اب (ودھی) کا چولا اختیار کیا، نئے شبدوں کے اس بہاو کے مقابلہ میں بیچاری شانتی بھی نہ ٹھہر سکی، اسکا نام اب (پراسنستی) ہوگیا، وغیرہ وغیرہ ۔۔ اسی طرح عام ہندستانی لفظوں کا یہہ قتل عام سینکڑوں میں شمار کیجئی!

معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہندی اور ہندستانی کی ساری جڑیں اکھڑ گئیں اور ہمیں یقین ہے کہ بہت عرصہ تک ہندی جاننے والے بھی، لاکھوں نہیں کڑوروں، اس ''شبد سدھار'' کے الجھنوں میں الجھہ کر دیوانے ہوجائینگے اور جس طرح آج ہم اور خاص کر وہ لوگ جو زبان کے معاملہ میں گاندھی جی کے عقیدہ کا دامن پکڑے ہوئے ہیں، اُردو اور ''ہندستانی'' کی حفاظت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اسی طرح خود ہندی والوں کے سامنے بھی ہندی کی حفاظت کا سوال پیدا ہوجائیگا ۔ ورنہ ہندی کا صرف نام ہی نام رہ جائیگا اور ہندی زبان ختم ہوجائیگی۔ سرکاری زبان بن جانے کا یہہ نتیجہ اس کے لئے اس قدر خطرناک ثابت نہ ہوتا تو حد درجہ تمسخر انگیز ہوتا! ''سرکاری'' بن جانے کے اعزاز کی کتنی بڑی قیمت بیچاری ہندی کو ادا کرنی پڑی ہے!

ہم نے ابھی پچھلے مضمون کو اس سوال پر ختم کیا تھا کہ علمی اور فنی اصطلاحیں باہر سے لی جائیں یا اپنی ہی زبان میں گڑھی جائیں۔ اب یہہ تو صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھہ میں زبان کے مسئلہ کی باگ ہے وہ فیصلہ کرچکے ہیں کہ اصطلاحیں اپنی ہی زبان میں (جسے وہ ہندی کہتے ہیں اور وہ ہندی نہیں ہے) بنائیں ۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا اثر ہمارے ملک کی علمی ترقی پر بہت بُرا پڑیگا اور ترقی کی رفتار یقیناً سست ہوجائیگی ۔ سمندر میں تیرنے کے بجائے تالاب میں غوطے لگانے کا یہہ طریقہ ایسا ہے جیسے ہم خود ہی اپنے پانوں میں رسی باندھہ لیں اور پھر دوڑنے کی کوشش کریں۔

مگر تصویر کے اس سیاہ رخ کا ایک روشن رخ بھی ہے اور وہ یہہ ہے کہ زمانے کے تقاضے اس رجعت پسندی پر ضربیں لگائینگے اور چند ہی روز بعد اس غلطی کا احساس اُن حلقوں میں پیدا ہوجائیگا جو اس وقت صرف "Purity" اور Revivalism کے زاویہ سے اپنے حُب وطن کو پھیلانے کے بجائے سکیڑ رہے ہیں ۔

ھلکے ھلکے اشارے

آزاد ھندستان کے دستور یا ودھان کا ھندی ترجمہ شایع ھوگیا ـ چونکہ ھندی سرکاری زبان ھے اس لئے نام کا ھندی ترجمہ ملک کی ھر زبان میں استعمال ھونا چاھئی .... اور وہ یہہ ھے :-

سمپورن پرسی بھتوا سمپنا لوک منترلک ماکا گونا راجیہ ـ

اس ترجمہ میں بڑی خوبی یہہ ھے کہ یہی نام اگر دوسری زبانوں میں لکھا جائے تو ایک انچہ لمبائی میں لکھا جاسکتا ھے ' لیکن سرکاری زبان میں اس کے لئے کم از کم تین انچہ کی ضرورت ھے ! دوسری خوبی یہہ ھے کہ نام کے ترجمہ میں اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ھے کہ جبڑوں کو کافی ورزش کا موقعہ ملے !

---

۱۰ سال تک انگریزی زبان استعمال کرنے کی اجازت دیکر ھندوستان کے نئے دستور نے صوبہ یو۔پی (یعنی اتر پردیش) کی قانون ساز مجلس میں اب یہہ ایک ٹیڑھا سوال پیدا کردیا تھا کہ اس سبھا کے ممبران بھی انگریزی زبان بول سکینگے یا نہیں ـ اب تک تو صورت حال یہہ تھی کہ اس سبھا میں ھندی کے سوا ھر زبان ممنوع تھی لیکن اب نئے دستور نے اس قاعدہ کو توڑدیا اور پھر انگریزی زبان کے لئے گنجایش نکل آئی ـ ایسمبلی کے صدر ٹنڈن جی نے بلا شبہ سوچا ھوگا کہ اب وہ کیا کریں ـ یہہ کیسی شکل ھے کہ انگریز چلا گیا اور انگریزی پھر بھی جمی رھی ـ اُن کا کہنا تو یہہ ھے پورنا سوراج "پورنا" نہیں جب تک کہ راشٹر بھاشا ایک نہ ھو ـ لیکن اُس طرح ایک نہیں جس طرح مہاتما جی کہتے تھے !! مہاتما جی کا "پورنا سوراج" صرف اُس شرط سے منظور کہ اُس کا معنے وہ ھونگے جو ھم بتائیں !! آخرکار ایک قانون بناکر یہہ گرہ کھول گئی !

ایک مکتوب کا حسب ذیل اقتباس بے محل نہیں :-

"دنیا سنہ ۱۹۴۹ع میں" یہہ عنوان ھے ایک مضمون کا جو رسالہ ھمایوں لاھور کے سال گرہ نمبر سنہ ۱۹۵۰ع میں مظہر انصاری دھلوی بی۔اے آنرز ھمایوں کے نئے ایڈیٹر نے لکھا ھے ـ گھر کے بھیدی ھونے کی حیثیت سے انصاری صاحب کا یہہ مضمون غور سے پڑھنے کے قابل ھے ' خصوصیت سے یہہ ٹکڑا :-

"اُردو کی رفتار ترقی پاکستان میں بہت سست رھی اس کی ذمہ دار اھل پاکستان کی بے حسی ھے ـ یہہ دیکھہ کر بڑی حیرت ھوتی ھے کہ پاکستان کی "قومی زبان" اُردو ھے مگر انگریزی دفتری زبان بنی بیٹھی ھے ـ پاکستان میں سنہ ۱۹۴۹ع میں نئی اچھی کتابیں اور رسالے کچھہ زیادہ نہیں نکلے ـ یہہ پاکستان کی ادبی و علمی بےحسی اور اُردو زبان کی طرف سے عدم توجہ کا اشاریہ ھے ـ"

راوی معتبر ھے اور روایت صحیح !! اب کہاں ھیں وہ خوش خیال لوگ جن کا یہہ عقیدہ ھے کہ جس طرح قیامت کے قریب دنوں میں "اسلام" تمام دنیا سے سمٹ کر "کعبہ" میں چلا جائے گا اسی طرح "اُردو" ھر جگہ سے نکل کر "پاکستان" میں محفوظ ھوجائیگی ـ جس طرح انگریزی زبان سے پاکستان کی وابستگی سمجھہ میں آتی ھے اس طرح اُردو اور ھندستانی سے ھندستان کی بیزاری سمجھہ میں نہیں آتی !!

ہندی - ہندستانی

بغیر کسی تنقید تردید یا تائید کے ہم محمد مصطفی علی خاں صاحب (احمق، پھپھوندوی) کا یہ مکتوب درج کرتے ہیں:-

"میرے ایک ودوان دوست ہیں جو گاندھی جی کے بڑے بھگت ہیں، لیکن انہیں گاندھی جی کی 'ہندستانی' والی بات پسند نہیں ہے - وہ شدھ ہندی کے زبردست حامی ہیں - اور چونکہ میں بھی ہندی ساہتیہ کا پریمی ہوں اس لئے مجھ پر بڑی عنایت کرتے ہیں - اکثر اس مسئلہ پر اون سے گفتگو رہتی ہے - ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ کوئی بدیشی شبد ان کی زبان پر نہ آنے پائے - اور اسی لئے وہ بہت سوچ سوچ کر گفتگو کرنے کے عادی سے ہوچکے ہیں - ایک دن ایک بہت ہی دلچسپ واقعہ پیش آیا جس کا تذکرہ لطف سے خالی نہ ہوگا -

ایک روز وہ کچھ گھبرائے ہوئے سے میرے پاس آئے، کہنے لگے آج میں بڑی کشمکش میں پڑگیا ہوں - 'بیعنامہ' کی شدھ ہندی سمجھ میں نہیں آتی - میں نے کہا 'بیچی نامہ' لکھ دیجئے - کہنے لگے 'نامہ' تو پھر بھی رہا - میں نے کہا 'وکرئے پتر' (विक्रयपत्र) کیسا رہیگا - اچھل پڑے، بولے دھنیہ ہے، کیسا سندر شبد بتایا - میں نے پوچھا آخر اس لفظ کی ضرورت کیوں پڑی - کہنے لگے ایک دوکان مول لی ہے، کل اس کی رجسٹری ہوگی، 'مسودہ' لکھا رہا ہوں اس کے لئے اس شبد کی آوشکتا (ضرورت) ہوئی - میں نے کہا پنڈت جی آج اپنا پرتگیا (عہد) توڑ ڈالا، یہ دوکان اور مسودے کے بدیشی شبد آپ کیسے بول رہے ہیں، چونکنا ہو کر بولے کیا دوکان بدیشی شبد ہے؟ میں نے کہا ہاں فارسی اور عربی ہے - کہنے لگے پھر تو یہ رجسٹری ہو چکی - میں نے عرض کیا کہ مسودہ اب مجھے سنا سکئے؟ بولے، کیوں نہیں، اور آہستہ سے پڑھنا شروع کیا "میں کہ سوشیل لال پتر گلزاری لال جات برہمن رہنے والا قصبہ پھپھوند پرگنہ اوریا ضلع اٹاوہ کا ہوں" میں نے ٹوک کر کہا، پنڈت جی اس ایک سطر میں آپ نے گلزار - ذات - قصبہ - پرگنہ - ضلع، اتنے شبد بدیسی استعمال کئے ہیں، یہ بات آپ کے دھیہ (مقصد) کے خلاف ہے مہربانی کرکے انہیں شدھ کرلیجئے -

بولے، گلزاری تو پتا جی کا نام ہے وہ کیسے بدلا جاسکتا ہے - رہا 'جات' تو وہ ہندی ہے، میں نے کہا، ہندی نہیں ہے بلکہ ہندی میں اس کثرت سے استعمال ہوتا ہے کہ ہندی بن گیا ہے ورنہ عربی ہے - 'بد ذات' اور 'ذات و صفات' فارسی عربی ترکیبیں ہیں - بولے پھر آپ ہی کچھ بتائیے، میں نے کہا خیر آگے چلئے، کہنے لگے، 'قصبہ' کی جگہ 'گرام' (گاؤں) کئے دیتا ہوں - میں نے کہا آپ کے خیال میں گرام اور قصبہ میں کوئی فرق ہے یا نہیں - بولے فرق تو ہے مگر قصبے کے لئے کوئی شبد نہیں ملتا - میں نے کہا کوئی حرج نہیں 'پرگنہ' دیکھئے، کہنے لگے، اس کی جگہ بھی کوئی شبد نہیں مل رہا، 'تحصیل' ہوسکتا تھا مگر وہ بھی ایسا ہی ہے - میں نے عرض کیا، اچھا 'ضلع' لیجئے کہنے لگے اس کی جگہ بھی کوئی اچت شبد نہیں ہے - میں نے کہا اچت نہ سہی - وہ مسکرا کر چپ ہو رہے، میں نے ہنس کر کہا، آپ یہ دکان کیوں لے رہے ہیں جس کے کارن آپ کو اپنی پرتگیا (عہد) بھنگ (شکست) کرنی پڑ رہی ہے - میں تو سمجھتا تھا کہ شاید آپ کے دماغ میں اب کوئی بدیسی شبد ہی نہیں رہا ہوگا، لیکن معلوم پڑتا ہے کہ ابھی یہ سب چور آپ کے مہمان ہیں اور جب تک آپ کی دکان ایک نہ ہوگی یہ سب آپ کا پیچھا نہ چھوڑینگے - میری یہ بات سنکر پنڈت جی خوب ہنسے اور بولے یار سچی بات تو یہ ہے کہ بڈھا (مہاتما جی) ٹھیک ہی کہتا تھا - میں تو 'مصیبت' میں پڑگیا ہوں، گھر کی 'عورتیں' بھی مجھ پر ہنستی ہیں -

ایک انگریز کی نظر میں

مسٹر رالف رسل انگلستان کے رہنے والے اور کیمبرج کے گریجویٹ ہیں - جنگ کے زمانے میں وہ فوج کے ساتھ ہندوستان آئے - اور زیادہ تر آسام کی طرف رہے - اسی زمانہ میں انہیں ہندوستان سے اور اردو زبان سے دلچسپی پیدا ہوگئی اور اونہوں نے اردو سیکھنا شروع کی - یہاں سے واپس جاکر انگلستان میں اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز آردو کے جونیر لکچرر کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا - اب ایک ادارے نے وظیفہ دیکر ہندستان بھیجا ہے کہ اردو ادب کا مزید مطالعہ کریں - آج کل مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں مقیم ہیں - موصوف اچھی خاصی رواں اردو میں گفتگو کر سکتے ہیں - اونہیں اردو ادب سے گہری دلچسپی ہے، اس کا ثبوت ان کی اس تقریر سے ملے گا جو انہوں نے دھلی کالج میں کی تھی -

اونہوں نے اپنی تقریر میں بعض بہت دلچسپ باتیں کہیں - مثلاً اونہوں نے کہا کہ باوجودیکہ اردو ادب کی عمر زیادہ نہیں اور اوس کا ذخیرہ انگریزی زبان کے مقابلہ میں بہت کم ہے، لیکن

"باوجود اس کے اردو ادب میں بہت سی صفات اب بھی موجود ہیں جن کی قدر انگریزی ممالک ویرا کر سکتی ہے اگر وہ اونہیں انگریزی ترجموں کے ذریعہ سے پڑھ سکے" -

ہندستان میں زبان کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے اونہوں نے کہا کہ "کوئی زندہ زبان قانون اور حکومت کے ذریعہ سے مٹائی نہیں جاسکتی - یہہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی شہادت یورپ کی تاریخ میں بکثرت مل سکتی ہے - لیکن میں ساتھہ ہی یہہ کہنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر زبان کی اصلی طاقت اہل زبان کی بول چال میں رہتی ہے - میرے نزدیک ہند کے اردو مصنفین کے لئے یہہ بات پہلے سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ وہ ان رشتوں کو اور بھی مضبوط کریں جن کے ذریعہ ادبی زبان عام بولی کے ساتھہ وابستہ ہے - جو مصنف عام بول چال کی زبان کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ آردو کے ترقی کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ فارسی اور عربی الفاظ اس میں شامل کئے جائیں وہ گویا زبان کی جڑوں میں کلہاڑی مار رہا ہے اور اس طرح غیر محسوس طریقے پر اپنے دشمنوں کی مدد کر رہا ہے - بعضوں کا خیال ہے کہ اب ہند میں آردو کا مٹنا ناگزیر ہے میں اس رائے کے ساتھہ اتفاق نہیں کرتا - اس قدر میں ضرور مانتا ہوں کہ پنجابی اور دوسری زبانوں کا اثر آردو پر پڑیگا اور رفتہ رفتہ اس کی شکل میں تبدیلی ہو جائے گی - لیکن میرے نزدیک یہہ رونے دھونے کا مقام نہیں ہے - کسی زبان کے لئے یہہ ممکن نہیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے جوں کی توں رہے بلکہ اس کا ترقی کرنا ناگزیر ہے - ترقی کے دوران میں بیرونی اثرات سے بچ نکلنا بھی ممکن نہیں ہوتا" - زبان میں غیر الفاظ کو شریک کرنے کے متعلق اونہوں نے کہا کہ ہر زبان ایک قوم کا آلہ کار ہے اور آخر میں صرف اہل زبان اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا فلاں لفظ اس آلے کو کارگر بنائے گا یا نہیں - اگر اونہیں معلوم ہوجائے کہ ایسے الفاظ اور ترکیبیں جو پہلے زبان میں موجود نہ تہیں کام آسکتی ہیں تو انہیں پورا اختیار ہے کہ وہ انہیں اپنائیں اور بولی اور ادبی زبان دونوں کے تارو پود میں انہیں ملائیں - اگر آج انگریزی دنیا کی سب سے پر معنی اور لچک دار زبانوں میں سے ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ انگریزی بولنے اور لکھنے والے کبھی دوسری زبانوں سے جھجھکتے نہیں تھے بلکہ بیسیوں زبانوں میں سے جن میں آپ کی آردو بھی شامل ہے ... . الفاظ بلا تامل اپناتے چلے آئے ہیں" -

رسم الخط کے متعلق انہوں نے کہا کہ :-

"ہر زبان اور اس کے مصنفین اپنی زبان کی حفاظت صرف اسی طرح کر سکتے ہیں کہ اوسکے بین الاقوامی تعلقات کو مضبوط کریں - انہیں ہر ایسی چیز کی تائید کرنا چاہئے جسکے ذریعہ سے آردو کا رشتہ

دنیا کی زبانوں اور ادب کے ساتھہ زیادہ مضبوط ہوجائے - میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ میں سے اکثر میری رائے کے ساتھہ اتفاق نہیں کریں گے - لیکن پھر بھی مجبوراً یہہ کہنا پڑتا ہے کہ آردو رسم الخط ایک رکاوٹ ہے' بلکہ حقیقت یہہ ہے کہ غیر ملکی طالب علم کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی - کوئی غیر ملکی اس رسم الخط میں آردو زبان کی آوازیں اچھی طرح ادا نہیں کرسکتا - آخر میں لسانی حقیقتوں کا حاوی ہونا ضروری ہے اور مصنفین مجبور ہوجائیں گے کہ اس مسئلہ کو حل کریں - میرے نزدیک اس کے حل کرنے کا سب سے اچھا طریقہ یہہ ہوگا کہ ایک ایسا رسم الخط اختیار کیا جائے جو رومن ٹائپ پر مبنی ہو - اپنے اس نقطہ نظر کی تائید میں بہت کچھہ کہنے کو تیار ہوں لیکن شاید اس کا موقع یہہ نہیں -

---

اپنے دیس کی خبریں

بزم آردو بی-این کالج پٹنہ کا سالانہ جلسہ و مشاعرہ زیر صدارت ڈاکٹر سید محمود وزیر ترقیات منعقد ہوا - پروفیسر اختر ارنیوی نے اپنی تقریر میں بتایا کہ یہہ کہنا کہ آردو کوئی غیر ملکی زبان ہے کس قدر غلط ہے - آنہوں نے کہا کہ اگر یہہ مان لیا جائے کہ آردو اس ملک کے باشندوں کی اصلی زبان نہیں تو پھر سنسکرت اور موجودہ هندی بھی کب ملکی زبان ہے -

---

وارث نگر دربھنگہ کی انجمن ادبستان کا ایک جلسہ زیر صدارت سید شاہ خلیل احمد صاحب وارثی منعقد ہوا جس میں نئے عہدہ دار منتخب کئے گئے - ظہیر الحق صاحب اسیر انجمن کے سکرٹری منتخب ہوئے -

---

صدر گلی آردو یو-پی اسکول میں جشن جمہوریت منایا گیا اور ایک محفل مشاعرہ زیر صدارت مولوی سید حسن صاحب سید منعقد ہوئی جس میں بعض معروف شعرا نے اپنا کلام سنایا -

---

شہر بنگلور کے جشن جمہوریت میں انجمن ترقی آردو میسور کے سکرٹری حکیم امامی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "آج ہمارے ملک میں بڑا جھگڑا زبان کا ہے - اگرچہ حکومت نے هندی کو سرکاری زبان قرار دیا ہے لیکن یہہ تو انصاف کی بات نہیں کہ آردو کو نقصان پہنچایا جائے - ضرورت اس کی ہے کہ مسلمانوں کو مطمئن کیا جائے - میں آن سے کہتا رہا ہوں کہ وہ هندی زبان سے پریشان نہ ہوں - آردو هندی دونوں ساتھہ ساتھہ ترقی کرسکتی ہیں اور آن دونوں کو ایک دوسرے سے مدد مل سکتی ہے -"

بزم رفیق مومن پورہ کے زیر اہتمام ناگپور میں جشن جمہوریت کا مشاعرہ زیر صدارت جناب حمید ناگپوری منعقد ہوا - متعدد شعرا نے اپنا کلام سنایا -

---

یہہ خبر افسوس کے ساتھہ سنی جائیگی کہ آردو کے ایک اچھے شاعر فسانہ نگار اور اخبار نویس مولانا ابن الحسن فکر کا بمقام آرہ انتقال ہوگیا - مرحوم عرصہ تک مولانا آزاد کے اخبار الہلال سے اور پھر اخبار تیج دہلی سے وابستہ رہے - اس کے بعد وہ اخبار آجالا کلکتہ اور آزاد هند کے شعبہ ادارت میں کام کرتے تھے -

---

شیخ محمد یسین صاحب سوپروائزر آردو تعلیم بالغان شہر شولاپور اطلاع دیتے ہیں کورنمنٹ ٹریسی آفس کی طرف سے آردو تعلیم کے ۲۵ کلاس جاری ہوچکی ہیں اور ابھی اور کھولے جائینگے - اس وقت شہر میں ۵۰۰ بالغان تعلیم حاصل کر رہے ہیں - سوپروائزر صاحب نے اپیل کی ہے کہ جو لوگ آردو پڑھنا چاہیں وہ یا تو ٹریسی آفس ریلوے لائن ۸۳ ہے یا آن سے (جنوبی قصبہ مکان ۳۰) مزید معلومات حاصل کریں -

تبصرے

علی گڈھ میگزین کا "غالب نمبر"

آج کل ہماری ادبی دنیا میں "ڈے" اور "نمبر" کا چرچا بہت ہو گیا ہے ۔ ہر سبھا اور مجلس کی رونق اور رسالوں اور اخباروں کی شہرت کا یہہ طریقہ دلوں کو بہت بھاتا ہے کہ یا تو کوئی "ڈے" منایا جائے یا کوئی "خاص نمبر" شایع کیا جائے ۔ اس "فیشن" کا ایک پہلو بہت فضول اور ایک بہت مفید ہے ۔ فضول تو یہہ مبالغہ ہے کہ ہر مجلس اور اخبار، محض شہرت اور نمود کے لئے قدیم اساتذہ اور مشاہیر میں سے کسی ایک کے نام سے کوئی "ڈے" اور "نمبر" منسوب کر دیتے ہیں جو کچھہ لکہا جائے یا کہا جائے اس کا معیار پست رہے ۔ اور مفید یہہ پہلو ہے کہ اس بہانے زبان اور ادب کے معماروں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان کے ادبی کارناموں پر روشنی پڑتی ہے ۔ "غالب" کے نام سے کسی رسالہ کی اشاعت کو منسوب کرنا اور پھر اس کے معیار کو بھی اسی نسبت سے اونچا رکھنا آسان کام نہیں ۔ ادب کی دنیا میں "غالب" کی شخصیت ایک بہت ہی "مشکل" شخصیت ہے، اسی لئے علی گڑہ میگزین کے "غالب نمبر" کا سر ورق دیکھہ کر ہمیں یہہ گمان نہ تھا کہ اس مخصوص اشاعت کا معیار اتنا بلند ہوگا جتنا کہ ہم نے اسے پایا ۔ مبالغہ نہ ہوگا اگر ہم یہہ کہیں کہ ابھی تک کسی رسالہ کا کوئی "غالب" نمبر ہماری نظر سے نہیں گذرا جس میں "غالب" اور اس کے آرٹ کو سمجھنے کی اس قدر کامیاب کوشش کی گئی ہو ۔ ہم میگزین کے اڈیٹر مختار الدین احمد صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رسالہ کی ایک معیاری اشاعت پیش کی ۔ افسوس اگر ہے تو اس کا ہے کہ لیتھو کی طباعت و کتابت نے نہ صرف اس خاص نمبر کا چہرہ مسخ کر دیا بلکہ جو تحقیقی مضامین بہت محنت سے لکہے گئے انہیں بھی گویا کیچڑ میں لت پت کر دیا ۔ معلوم نہیں کیوں اردو ادبیات اور صحافت کی دنیا میں یہہ احساس ابھی تک قوی نہیں ہے کہ لیتھو کی طباعت اور کتابت کی وجہ سے بسا اوقات بہترین مضامین کی قیمت آدھی رہ جاتی ہے! پھر بھی ہم اسی طباعت و کتابت سے لپٹے ہوئے ہیں!

افسوس ہے کہ "غالب نمبر" کے تفصیلی تبصرہ کے لئے "ہماری زبان" کے محدود صفحات میں ہم کافی گنجایش نہیں پاتے تاہم ان اصحاب ذوق کو جو "غالب" کے آرٹ کی تحقیقات کر رہے ہیں ہم بتانا چاہتے ہیں کہ اس "غالب نمبر" میں ایسا مواد بھی موجود ہے جو "غالب" کے متعلق تحقیقات کے میدان کو وسیع کرتا ہے ۔

ہم یونیورسٹی کے حکام اور ادبی مجالس سے یہہ توقع کرتے ہیں کہ وہ اس نمبر کو از سر نو کتابی شکل میں طبع کرائیں ۔

"رہنمائے تعلیم"، دہلی

اس رسالہ کا انسانیت نمبر جو سردار صاحب ماسٹر جگت سنگھہ کی ادارت میں دہلی سے شایع ہوتا ہے مفید اور دلچسپ مضامین کا ایک اچھا مجموعہ ہے ۔ محترم اڈیٹر صحافتی دنیا میں بہت وسیع تجربہ رکہتے ہیں اور خود بھی بہت وسیع الخیال انسان ہیں، اس اشاعت میں جو مضامین انہوں نے جمع کر دئے ہیں ان سب کا مقصد صرف یہہ ہے کہ ہندستان کے فرقہ پرستوں کو یہہ بات یاد دلائی جائے کہ انسانیت فرقہ واری جذبات سے بلند تر جذبہ ہے اور اس کی رہنمائی کے بغیر کوئی قوم دنیا میں سر بلند ہونے کی توقع نہیں کر سکتی ۔ اس زمانہ میں جب تمام انسانی اخلاق اور اعمال فرقہ پرستی کے پیمانوں میں ناپے اور تولے جا رہے ہیں ۳۷۲ صفحوں کا ایک خاص نمبر اپنے مقصد کے تحت شایع کرنا جو فرقہ پرستی کے خلاف ہے، بڑی جرأت اور

صداقت کی بات ہے ۔ زبان کے مسئلہ پر بھی ماسٹر حکمت سنگھ صاحب وہی نقطہ نظر رکھتے ہیں جو کسی انسانیت پرست اور انصاف پسند انسان کا ہوسکتا ہے ۔ یہہ انسانیت نمبر اس زمانہ کے ادبی لٹریچر میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ ملک کے ایسے طبقوں میں جو فرقہ پروری کی دیوانگی میں مبتلا نہیں ہیں اس غور کے ساتھہ پڑھا گیا ہوگا ۔ ہمیں یقین ہے کہ ایک دن وہ آئیگا جب فرقہ پروری کا جنون ضرور کم ہوگا اور ہندستان کے ہندو مسلمان اور سکھہ سمجھہ جاینگے کہ انہیں بھارت میں بھائی بھائی بنکر رہنا ہے ۔ اوس وقت ایسے اصحاب کی کوششیں جیسے کہ ماسٹر حکمت سنگھہ جی ہیں سربلند ہونگی اور اون کے اس احسان کو ہم سب مانینگے کہ انہوں نے جذبات کی اندھیوں میں راستہ گم کردینے کے بجائے اس ارزل زمانہ میں بھی سچی بات بے لاگ کہی اور سیدھا راستہ دکھایا ۔ زبان کے مسئلہ کو بھی ایسے ہی لوگ حل کرینگے ۔

رہنمائے تعلیم کے اس خاص نمبر کی قیمت دو روپیہ ہے ۔

نئی کتابیں

یہہ کتابیں تبصرہ کے لئے وصول ہوئی ہیں :-

(۱) **حیات جاودان** ـــ از سیدہ حمیدہ سلطانہ ۔ ہندستان کے مشہور ادیب و شاعر شفیق صدیقی کے کلام پر تبصرہ ـ نسیم بک ڈپو ـ لاٹوش روڈ ـ لکھنؤ ۔

(۲) **ہندستانی زبان** ـــ از امام اکبرآبادی ـ مطبوعہ آرمی پریس ـ دہلی ـ

(۳) **قصر بلند** ـــ از امام اکبرآبادی ـ آبکاری روڈ ـ آگرہ ـ قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ ـ

(۴) **سفینہ** ـــ از شفیق جونپوری ـ پبلیشر ـ نسیم بکڈپو ـ لکھنؤ ـ قیمت دو روپیہ

(۵) **نذر حجاز** ـــ از مولانا انیق جونپوری ـ پبلیشر ـ نسیم بکڈپو ـ لکھنؤ ـ قیمت ایک روپیہ

(۶) **بادۂ نورس** ـــ مجموعہ کلام عزیز ربانی صاحب ـ پبلیشر ـ مکتبہ اسلامیہ دارالمبلغین ـ لکھنؤ ـ

> تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے بھیجے جائیں ۔
>
> "ہماری زبان"

HINDI-URDU

Pandit Sunder Lalji ne Hyderabad ki Urdu Majlis main taqreer kerte huae kaha keh Urdu ko zinda rakhna hai to use Islami jazbe aur Islami rung main pesh karna ghalat hai. Jo banawati zaban chalaee ja rahee hai us se mujhe dukh hota hai Main Hindustan ke gaon gaon mein phira hune, har jagha Urdu boli jatee hai. Kitabi Urdu aam boli hai magar kitabi Hindi aam boli nahin hai. Mussulman Urdu ko Islami tahzeeb se waabasta na karain, Kiya Urdu ke mitne se Islam mit jaaiga? Hargiz naheen. Musulman istarah sochna chhore dein. Urdu ki mukhalfat aise mussulmanoon ne ziyada paida ki jo Urdu ko Islami zaban kahne lagay. Panditji ne kaha keh Hindi ke naam se jo zaban garhee ja rahee hai voh chalne walee zabaan naheen. Musulman Hindi ko qubool kerlain to unke mustaqbil ko koi khatra naheen. Panditjee ne kaha ke zabanain to hamesha badalti rahtee hain. Na puranee Urdu baaqee rah sakti hai aur na puraani Hindi.

بہ اہتمام سید اعجاز علی (عینک) مینجر مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈہ میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلیشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علیگڈہ سے شائع کیا ۔

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ ، دو آنہ — چندہ ، سالانہ دو روپیہ

جلد ۸	یکم مارچ سنہ ۱۹۵۰ء	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	۱۱ جمادی الاول ۱۳۶۹ ھجری	نمبر ۵

کچھ اپنی باتیں

کچھ عجیب عجیب بولیاں

گذشتہ فروری میں اتر پردیش (یعنی U. P.) کی لیجسلیٹو ایسمبلی (یعنی ودھان سبھا) کے جو جلسے ہوئے وہاں زبان کے معاملہ میں کچھ عجیب عجیب بولیاں بولی گئیں۔ بات میں بات اس طرح پیدا ہوئی کہ بعض ممبروں نے یہہ اعتراض کیا کہ نئے دستور (یعنی سمودھان) کے تحت انہیں علاوہ ہندی کے انگریزی میں بھی بولنے کا حق حاصل ہونا چاہئے۔ لیکن یہاں پہلے ہی سے یہہ حکم ہوچکا تھا کہ قانون کے تمام مسودے اور رزولیوشن (یعنی سمکلپا) صرف ہندی میں پیش ہونگے اور تمام تقریریں صرف ہندی میں ہونگی۔ انگریزی کے لئے جو گنجایش نئے دستور نے پیدا کردی ہے وہ اب اتر پردیش کے کانگریسی نیتاؤں کو گوارا نہ تھی۔ غرض بہت سی جھک جھک کے بعد نئے دستور کے مطابق ایک نیا قانون پیش ہوا اور منظور ہوگیا اور اس طرح دستور کا وہ پھاٹک بند کیا گیا جس سے انگریزی گھسی آرہی تھی۔ اس تمام بحث اور لے دے میں سب سے معقول تقریر بڑے منتری (یعنی وزیر اعظم) بہت ہی کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ تمام قانونی مسودے تو آیندہ ہندی ہی میں پیش ہونگے مگر ان لوگوں کے لئے جو ہندی نہیں جانتے انگریزی کا ترجمہ بھی مہیا کیا جائیگا۔ سب سے زیادہ معقول اور سمجھہ میں آنے والی بات انہوں نے یہہ کہی کہ "قانون کو ایسی زبان کے سانچہ میں ڈھالنا چاہئے جو صوبہ کے تمام باشندوں اور تین کروڑ ووٹروں کی سمجھہ میں آئے۔ قانونی مسودوں کی زبان جہاں تک سادہ ہوسکے ہونا چاہئے۔ وہ ٹھوس ہو صاف ہو اور آسان ہو۔ اس بات میں غلط فہمی کی کوئی گنجایش نہیں"۔

ہندی زبان کے متعلق انہوں نے کہا کہ:۔

"میں چاہتا ہوں کہ ہندی کے دروازے کھلے رہیں اور وہ کھلی آب و ہوا میں سانس لیکر طاقت حاصل کرے اور ان زبانوں کو طاقت پہنچائے جو اس سے سانس لیکر پروان چڑھتی ہیں"۔

انہوں نے یہہ بھی فرمایا کہ:۔

"میں ہندی کو ایک وسیع زبان سمجھتا ہوں جس کے اندر اردو بھی آتی ہے اور ہندی کی ترقی کا مطلب میرے نزدیک اس زبان کی ترقی ہے جو اس صوبہ میں عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے"۔

پھر انہوں نے یہہ بھی کہا کہ :-

"میں اردو کا ہرگز مخالف نہیں اور اوس کی ترقی کو صدق دل سے پسند کرتا ہوں ...... اردو کے لئے جو ہمارے ہی ملک کی زبان ہے ہماری حکومت دشمنی کا جذبہ ہی رکھہ سکتی ہے ..."

صوبہ کے بڑے منتری کی یہہ بات اون کی شان کے شایان تھی - لیکن ہمیں اندیشہ ہے کہ اون کا یہہ خیال کہ اس بات میں غلط فہمی کی کوئی گنجایش نہیں کہیں غلط ثابت نہ ہو جائے - کسی بھی دو ایک یا رزولیوشن کو اٹھا کر دیکھئے اوس کی ہندی کو خوبصورت سے زیادہ "اچھوت" تو شاید کہا جا سکے لیکن "صاف اور آسان" تو نہیں کہا جا سکتا - اسی طرح کھینچ تان لیجئے "صاف" اور "آسان" کی تعریف میں وہ زبان تو نہیں آتی جس پر اب ہندی کا لیبل لگایا گیا ہے - جس طرح ایک کانگریسی ممبر نے ابھی تقریر میں صاف صاف کہہ کہ "ملک میں کوئی زبان جسے ہندستانی کہا جا سکے موجود نہیں" اور یہہ کہکر اس بات کو اپنے دل اور دماغ سے اچھی طرح دھو ڈالا کہ کسی زمانہ میں ایک "دیس پتا" تھا جس نے "ہندستانی" زبان کا پرچار کیا تھا اور اس بحث پر سینکڑوں صفحے کالے کئے تھے اور سب نے اوس کی بات کو مانا تھا - اسی طرح کیا تعجب ہے اگر پنتھہ جی کی دیش سیوا کا احترام کرنے والے لوگ صف صاف کہیں کہ "صاف" اور "آسان" کی شرط اور یہہ شرط کہ جدید ہندی کڑوروں باشندوں کی سمجھہ میں آجاے کچھہ ایسی ہی بات ہے جیسے گاندھی جی کی "ہندستانی" والی بات - یہہ گاندھی جی کا نام لینے والے دیس سیوک اگلے وقتوں کے چند لوگ، بھلا یہہ کیا سمجھیں کہ زبان کا "صاف" اور آسان ہونا کیا ضرور ہے، اور کیا ضرور ہے کہ کروڑوں کی آبادی اسے سمجھے' یہہ تو حکومت کے حکم کی بات ہے - آسان ہو یا مشکل زبان تو وہی چلیگی جسے حکومت کے زور سے چلایا جائیگا! - ہم جیسے کم عقل لوگ لاکھہ کہیں کہ دنیا کی زبانوں کی تاریخ میں کہیں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ صرف حکومت کے زور سے کوئی نئی زبان عوامی زبان بن گئی ہو تو ایسوں کی بات کون سنیگا! -

ہر بات جو جدید ہندی کے خلاف کہی جائے فرقہ وارانہ تعصب پر مبنی بتائی جاتی ہے، حالانکہ اس قسم کے تعصب کا کوئی موقعہ باقی نہیں - ہم نے جمہوریت کو قبول کیا، جمہوریت اپنے ملک کے عوام کی زبان کا نام ہندی رکھتا تو پھر اردو یا ہندستانی کا کوئی جھگڑا ہی کیا باقی رہتا - مگر اب جو جمہوریت کا نام لینے والوں نے یہ شگوفہ کھلایا ہے وہ تو عوامی ہندی اور جدید اور مصنوعی ہندی کی بحث ہے - اب تو اردو والوں اور ہندستانی والوں کو بھی اردو اور ہندستانی کے بجائے عوامی ہندی کی حفاظت کرنے کے لئے ہاتھہ پاوں مارنے ہونگے - اردو کی طرح جس ہندی کو اب دیس نکالا مل رہا ہے اوس کا بڑا قصور یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسے مہاتما جی کی سرپرستی حاصل تھی! ملک کے نئے راجاؤں کا کہنا یہہ ہے کہ جب مہاتما جی رخصت ہو گئے تو انکی سرپرستیوں کا کیا ذکر - زبان کا مسئلہ تو رہا الگ، بہت سے دوسرے معاملوں میں بھی مہاتماجی کا نام ہی نام باقی ہے' ان کا کام تو سب اس راجائی کے سیلاب میں بہا جا رہا ہے!!

بہر حال پنتھہ جی کی زبان سے وہی بات نکلی جو دیس پتا کی زبان سے نکلا کرتی تھی، لیکن شبہ ہمکو اس میں ہے کہ جس طرح دیس پتا کی باتیں بھلائی جا رہی ہیں کہیں اسی طرح اتر پردیش کے بڑے منتری کی باتوں کو بھی ہوا کے جھونکے اڑا نہ لے جائیں -

مولانا حسرت موہانی کو بہت غصہ آیا تو انہوں نے یہہ دھمکی دی کہ یہہ معاملہ ہندستان کی سپریم کورٹ (یعنی آکاتاما) اور یو-این-او کے سامنے لیجایا جائیگا - ایسی جذباتی باتیں نہ ادھر

معاصر "قومی آواز" اپنے ایک اداریہ میں لکھتا ہے کہ:-

"ایک طرف ان باتوں کو دیکھئے اور دوسری طرف اس اسپرٹ کو دیکھئے کہ جس سے ہندی مسلمانوں پر نازل کی جا رہی ہے - اس اسپرٹ کا کچھہ اندازہ شریمتی سروجنی دیوی کے اوس مضمون سے ہوتا ہے جو نیا ہند نومبر سنہ ۱۹۴۹ع میں شائع ہوا ہے - اس میں وہ لکھتی ہیں کہ دسہرہ کے جلوس میں چوکیاں جو نکلتی ہیں اون میں دو چوکیاں ہندی کی بھی تھیں - ایک چوکی پر ایک شخص ٹنڈن جی کا روپ دھارن کئے بیٹھا اور دوسری پر ایک چھوٹا سا لڑکا ہندی سکھانے والا بنا بیٹھا تھا - اوس کے سر پر گاندھی ٹوپی تھی - اوس کا شاگرد ایک ادھیڑ عمر کا ڈاڑھی والا مسلمان تھا جس کی تختی پر ہندی حروف "کہا" "کا" لکھے ہوئے تھے - استاد رہ رہ کر شاگرد کے کان اینٹھہ رہا تھا اور چپت بازی بھی کر رہا تھا - شاگرد کے پیچھے ایک باوردی پولس والا بندوق لئے کھڑا تھا ...... یہہ چوکی کتنی گندی اور خطرناک بھاونا پھیلا رہی تھی - یہہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر ہندی سکھانے کے لئے پولس کی بندوقوں کا سہارا لیا گیا تو ہم مجبور ہو کر اوسے ہندی سامراجیہ اور ہندی فاشزم کہینگے ...."

مگر یہہ سب سنہ ۱۹۴۹ع کی پورانی باتیں ہیں - اب تو ہمارا ایمان یہہ ہے کہ جس جمہوریت کی گود میں راج رشیوں کا فاشزم پرورش نہ پائے وہ جمہوریت ہی کیا!

دھلی کے لال قلعہ میں جشن جمہوریت منایا گیا اور اس سلسلہ میں ایک مشاعرہ بھی ہوا - مشاعرہ میں بعض چوٹی کے شعرا بھی شریک تھے - لیکن ریڈیو کے سننے والوں کو اگر پہلے سے یہہ معلوم نہ ہوتا کہ یہہ "جشن جمہوریت" کا مشاعرہ ہے تو وہ اسے کسی مدرسہ یا کالج کی بزم ادب کا مشاعرہ سمجھتے - اس مشاعرہ میں اور تو سب کچھہ تھا مگر نہ تو "جشن" تھا اور نہ "جمہوریت" تھی - سوائے اس بات کے کہ پنڈت جواہر لال باوجود اپنی مصروفیت کے اس میں شرکت کرنے آئے - لال قلعہ کی دیواروں نے جشن تو بہت دیکھے تھے مگر جمہوریت کی آوازیں کبھی پہلے نہ سنی تھیں! .... ایک دو کے سوا شعرائے کرام نہ تو کسی زلف و کاکل میں یہہ نیا رنگ اور نہ کسی عارض تاباں میں یہہ تابندگی پیدا کر سکے! اس اعتبار سے مشاعرہ پھسپھسا تھا! معلوم ہوتا ہے کہ شعر اور زندگی کو الگ الگ رکھنے کے معاملہ میں پوری احتیاط کی گئی تھی! عجیب تر بات یہہ تھی کہ اس "جشن" کے آخری اجلاس میں ایک ایسی خاتون سے مسند صدارت مزین ہوئی جنکا کوئی مقام کم از کم ہندستان کے کسی "جشن" میں ہمارے وہم و گمان سے باہر ہے! جو کلام پڑھا گیا اس کا بیشتر حصہ تو ایسا تھا کہ اس سے تو زیادہ ان پیامات میں زیادہ جان تھی جو جشن کے لئے وصول ہوئے تھے - مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے پیام میں فرمایا تھا کہ "ہم آزادی کی خوشی منا رہے ہیں مگر ہمیں یہہ نہیں بھولنا چاہئے کہ آزادی اپنے ساتھہ ذمہ داریاں بھی لاتی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ان ذمہ داریوں کا سچا احساس اپنے اندر پیدا کریں، ہم نے آزادی کی راہ میں قربانیاں کی تھیں مگر آج آزادی کو کام میں لانے کے لئے اس سے زیادہ قربانیوں کی ضرورت ہے"-

مسٹر آصف علی نے لکھا تھا:-

"اتنی فرصت کہاں کہ کوئی نئی بات پیدا کروں، ہاں رواروی میں ایک شعر قلم کی زبان پر آگیا ہے جو شاید آپ کی کتاب جشن کے سر ورق کے لئے موزوں ہو-

یہہ جشن جم نہیں جمہوریت کی محفل ہے
ہزاروں سال میں پہونچے جہاں وہ منزل ہے"

اور ابھی تو اس منزل کے آگے بھی ایک منزل ہے!

کیوں اور کیا؟

ڈاکٹر تارا چند کے ایک پورانے مضمون کے چند ٹکڑوں کا ترجمہ ہم اس لئے پیش کرتے ہیں کہ زبان کے مسئلہ کے ایک بڑے جانکار اور ماہر کے خیالات پر ہمارے پڑھنے والے بھی غور کریں ـ

بعض کوششوں میں یہہ بحث اٹھائی گئی ہے کہ "ہندستانی" زبان درحقیقت کوئی زبان نہیں ـ زبان یا تو اردو ہے یا ہندی ہےـ وہ وقت بھی شاید دور نہیں جب کہا جائیگا کہ ہندی بھی کوئی زبان نہیں، صحیح نام تو صرف سنسکرت ہے ـ ہم ان کے جھگڑے میں الجھنا نہیں چاہتے ـ لیکن اتنا تو ضرور چاہتے ہیں کہ اس معاملہ کے علمی اور تاریخی پہلو سامنے رکھے جائیں تاکہ وہ اس زمانہ کی سیاسی بحثوں میں گم نہ ہونے پائیں ـ

زبان "ہندستانی" کا اصطلاحی نام وجہی (سنہ ۱۶۳۵) کی تحریروں میں اور عبدالحمید لاہوری کے "بادشاہ نامہ" (سنہ ۱۶۵۴) میں آتا ہے ـ اس طرح سولہویں اور سترہویں صدی میں یہہ نام کافی مشہور تھا اور اس کو ان یورپین سیاحوں نے بھی اختیار کرلیا تھا جو اس زمانہ میں ہندستان آئے ـ ٹیری (سنہ ۱۶۱۶) اور فرایر (سنہ ۱۶۷۳) نے اسے Indostan لکھا Amaduzzi ایک فرہنگ تیار کررہا ہے جس کا نام وہ Lingua بتاتا ہے ـ (سنہ ۱۷۰۴) ـ اور Katelaer نے سنہ ۱۷۱۵ کے قریب Lingua Indostanica کی پہلی قواعد اور کوشر لکھی ـ "ہندستانی" نام اٹھارویں صدی میں زیادہ رائج ہوا ـ جب میرامن نے "باغ و بہار" لکھی تو اس کو "ہندستانی" لکھنے کا ارادہ کیا ـ اسی نام کو گلکرسٹ نے اپنی ڈکشنری (Angrezi-Hindustani Dictionary) میں شریک کیا ـ اور گارساں دی تاسی نے پیرس میں جب لکچر دیا تو "ہندوی" اور "ہندستانی" کا استعمال کیا ـ یہہ نام (ہندستانی) کھڑی بولی کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے ـ اسی نام کے بہت سے لکھنے والوں نے اس کو "اردو" کے اور بہت سوں نے "جدید ہندی" کے معنوں میں برتا ہےـ گریرسن نے جو تعریف کی ہے اسے یہاں معاملہ کو زیادہ صاف کرنے کے لئے نقل کیا جاسکتا ہے ....

"دراصل "ہندستانی" گنگا کے بالائی دوابے کی زبان ہے اور ہندستان کی ملکی زبان بھی ہے جو فارسی اور دیوناگری دونوں لکھاوٹوں میں زبان کی "پاکی" کا لحاظ کئے بغیر اور فارسی یا سنسکرت کے زیادہ لفظوں کو شامل کرنے سے پرہیز کرکے لکھی جاسکتی ہے"ـ لہذا اردو کا نام ہندوستانی زبان کے اوس ڈھنگ کا نام ہوسکتا ہے جس میں فارسی کے شبد زیادہ ہوں .... اسی طرح ہندی کو "ہندستانی" کا وہ روپ سمجھا جاسکتا ہے جس میں سنسکرت کے لفظ زیادہ ملے ہوئے ہوں ـ بس "ہندستانی" کوئی نیا گڑھا ہوا نام نہیں ہے جسے ہندی اور اردو کے ناموں کا بدل بنایا گیا ہو بلکہ وہ ایک مانا ہوا اور مشہور نام اس بولی کا ہے جو دو الگ الگ روپوں کی (ہندی اور اردو) جڑ ہے۔

نام کے متعلق اس غلط فہمی نے خاص زبان کے متعلق بھی دھوکہ میں ڈال دیا ہے ـ ایسے لوگ بھی جو زبان اور ادب کے مورخ سمجھے جاتے ہیں ہندی اردو اور ہندستانی کی اصل کے متعلق غلطیوں میں پھنس گئے ہیں ـ ان غلطیوں کا کارن یا تو ادب سے اوس کے الگ الگ روپوں میں ناواقف ہونا ہے یا یہہ ہے کہ لفظ "ہندی" کے اوس اصل معنے کو غلط ملط کردیا ہے جسکا ذکر اوپر کیا گیا ہے ـ جب بعض لوگ ہندی کی ترقی کے متعلق بات چیت کرتے ہیں تو وہ اس اصلی بات کو نہیں دیکھتے کہ ہندی زبان کی تاریخ ایسی زبانوں کی تاریخ سے بالکل الگ ہے جس میں کہ راجستھانی برج بھاشا اور اودھی ہیں اور وہ اس بات کو بھی نہیں دیکھتے کہ ہندی اور اردو کی تاریخ بہت کچھہ ملی جلی ہے ـ بعض خیال کے ہندی لکھنے والوں نے جدید ہندی کی اصل کے متعلق اس بات کو نہیں مانا ہے اور شکایت کی ہے کہ یہہ بات ٹھیک نہیں مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جدید ہندی (سنسکرت ملی ہوئی ہندی) کی اصل اور ترقی کو اگر جذبات سے بچکر دیکھا جائے تو صرف ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس زبان کی عمر صرف ۱۲۵ سال ہے اور شاید اتنی بھی نہیں کسی شخص کے دل میں یہہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ ان تینوں ناموں کا مطلب ایک ہی زبان نہیں ہے ـ ... "

ضلع بلیا

هندوستانی کتب خانہ، موضع بهیڑی ضلع بلیا کے عہدہ داروں کا نیا انتخاب هوا ـ صدر محمد حنیف خاں صاحب اور محمد اسمعیل خاں سکرٹری چنے گئے ـ کتب خانہ میں متعدد روزانہ اخبار اور رسالے منگائے جاتے هیں اور ۱۵ سو سے زیادہ آردو کی کتابیں هیں ـ کتب خانہ کے ممبروں کی تعداد ۹۳ هے ـ

دلدار نگر

انجمن حسین خاں صاحب قمصر اطلاع دیتے هیں کہ ـ

۲۸ ـ جنوری سنہ ۱۹۵۰ع کو گاندهی میموریل انٹر کالج دلدار نگر کی طرف سے مشاعرہ هوا ـ بیرونی شعرائے کرام کے علاوہ مقامی شعرا نے بهی اپنا کلام سنایا ـ

دهلی

جشن جمہوریت کے سلسلے میں ۵ فروری سنہ ۱۹۵۰ع کی رات میں کل هند مشاعرہ هوا جس کی صدارت پنڈت برج موهن دتاتریہ کیفی صاحب نے فرمای ـ داغ مرحوم کے جانشین حضرت بیخود دهلوی نے بهی اپنی پیرانہ سالی کے باوجود شرکت فرمای ـ بهادر شاہ کے بعد یہہ پہلا مشاعرہ هے جو لال قلعہ میں منعقد کیا گیا تها ـ (نامہ نگار)

محفل ادب بلی ماران دهلی کا طرحی مشاعرہ ۱۱ فروری کو بصدارت منشی گوپی ناتهہ امن لکهنوی منعقد هوا ـ

لکهنو

۱۶ اپریل کو گنگا پرشاد میموریل هال میں نیشنلسٹ یوتهہ لیگ ایك مشاعرہ کا انتظام کر رهی هے ـ مشاعرہ کا انتظامی دفتر عبدالرشید خاں صاحب قمر کے مکان واقع کٹرہ اعظم جنگ لکهنؤ میں قایم کیا گیا هے ـ

گورکهپور

۲۷ جنوری سنہ ۱۹۵۰ع کی رات میں ادارۂ طلبائے قدیم انجمن اسلامیہ گورکهپور کا پہلا مشاعرہ جناب شفاعت احمد صاحب کی صدارت میں منعقد هوا ـ

خوش ذوق اصحاب نے کافی تعداد میں شرکت فرمای ـ "آردو کا مستقبل" کے عنوان سے عبدالاحد صاحب معلم [illegible] نے اپنا مضمون پڑهکر سنایا ـ (نامہ نگار)

میسور

انجمن اشاعت آردو کے معتمد [illegible] صاحب اطلاع دیتے هیں کہ انجمن اپنے کام میں مصروف هے ـ ممبروں سے کوی فیس نہیں لی جاتی ـ [illegible] کی انتخاب کا بهی نظم کیا جاتا هے ـ انجمن کے معتمد [illegible] احمد صاحب ([illegible]) هیں ـ

بنارس

۱۲ مارچ کو انجمن ترقی آردو بنارس نے زیر سرپرستی مولوی مہیش پرشاد صاحب "یوم غالب" منانے کا انتظام کیا هے ـ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی سے درخواست کی گئی هے کہ وہ جلسہ کی صدارت قبول فرمائیں ـ

کامٹی

رفیق انصاری صاحب نائب ناظم اطلاع دیتے هیں کہ :ـ

۱۲ فروری سنہ ۱۹۵۰ع کو کامٹی کے نوجوان ادبا ـ شعرا اور اهل ذوق کا ایك جلسہ زیر صدارت جناب طهیر افروز صاحب منعقد هوا ـ جناب صدر نے اپنی افتتاحی تقریر میں انجمن ترقی آردو کے قیام کی غرض و غایت بیان کی ازاں بعد رفیق انصاری صاحب نے انجمن ترقی آردو کے قیام پر زور دیا اس کے بعد بالاتفاق رائے جناب جلیل عرشی صاحب وائس پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی کامٹی صدر منتخب هوئے اور طهیر افروز صاحب سکرٹری ـ ممبران مجلس انتظامیہ کا انتخاب بهی عمل میں آیا ـ

یہہ بهی طے پایا کہ ایك ادبی ماهنامہ زیر اهتمام انجمن ترقی آردو نکالا جائے ـ

اب وقت اگیا ھے

کہ ہم آردو اور ہندستانی زبان کے ہمدردوں اور حامیوں سے دریافت کریں کہ آن کے خیال میں انجمن کا مسلک کیا ہو۔ بعض دوستوں نے چند سوالات آٹھائے ھیں ۔ ہم آن کے متعلق "ہماری زبان" کے پڑھنے والوں کے خیالات معلوم کرنا چاہتے ھیں ۔ جو سوالات آٹھائے گئے ھیں وہ یہہ ھیں :۔

(۱) کیا ہم زبان کو زیادہ آسان بنانے کی کوشش کریں اور فارسی اور عربی کے مشکل الفاظ اس میں سے خارج کرکے ہندی کے عام فہم الفاظ بھی حسب ضرورت داخل کریں ؟

(۲) کیا انجمن کی کتابیں صرف آردو ہی میں چھاپی جائیں یا اپنی زبان کو زیادہ وسیع دایرے میں پھیلانے کے لئے اسکی بھی ضرورت ھے کہ انجمن کی کتابیں آردو کے علاوہ ہندی اور دوسری ملکی زبانوں میں بھی شائع کی جائیں۔

(۳) کیا وقت آگیا ھے کہ رومن رسم الخط کو زیادہ مقبول بنانے کی کوشش کی جائے۔

(۴) کیا انجمن کی مطبوعات کا دایرہ زیادہ تر قدیم ادب تک محدود رھے یا جدید ادب اور جدید علوم پر پہلے سے زیادہ توجہ کی جائے؟

ہماری زبان کے پڑھنے والے مختصر اور دو ٹوک جوابات عنایت کریں جو شایع کئے جائینگے۔ دلیل اور بحث کا سلسلہ شروع کرنے کی ابھی ضرورت نہیں ھے۔

Professor Haroon Khan Sherwani apne aik maktoob mein likhte hain :—

"Yeh bari khushi ki baat hai ke aapnai akhbaar "Hamaari zabaan nikaalnaa phir shuruu' kardiyaa hai, aur saath hi usmain kamo besh ek kaalam Roman likhaawat ke liyai waqf karte hain. Aap ko shaayad maaluum ho kai main kuchk mahinon sai apni zabaan ke liyai Roman likhaawat ke qaaide apni taur par banaane main masruuf huun, aur chuunke aap ko is main dilchaspi maaluum hoti hai is liyai wuh iskim jo main nai banaai hai us ko aap ke paas bhejtaa hun; aap chaahain tau is ko shaae kardijiye, aur Anjuman chaahai tou is ki baabat ek kameti muqarrar karkai is par ghaur karsakti hai. Iskim yeh hai:

Bunyaadi Harf:—

'illat: a, e, i, o, u.

sahih: b, c (yaa ch) چ, d - د, f, g, h, j, k, l, m, n, p, q - ق, r, s, t - ت, w, x (yaa kh) خ, y, z.

Mushtaq Shaklen —

'illat: aa - آ, ai - اے, au - آو, e - اے, i - ای, o - او, (jaisai angrezi lafz ounce main), uu - او.

sahih. ch (agar چ ke liai "c" na rakkhi jaae), d - ڈ, gh - غ, h - ح, n - نون غنہ, r - ڑ, sh - ش, t - ٹ, kh (agar خ ke liyai "x" na rakkhaa jaae).

not: hamaari zabaan ki imlaa ko aur bhi ziyadah aasaan banaanai ke liyai yeh bihtar hogaa ke angrezi alif be ki tarah ke kaipital harfon ko apni zabaan main riwaaj na dain. balke agar maarfah ismon ke liyai kisi 'alaamat ki zururat samjhi jaae tau yeh kiyaa jaasaktaa zuruurat hai ke chhote hi harfon ko zaraa baraa karke likkhaayaa chaap tajaayaa kare. iski misaal hamen c C, j J, k K, o O, p P, s S, u U, v V, w W, x X, y Y, z Z sai milti hai,

Khudaa nai chaahaa tau kuchh din baad Indonishiyaa main Roman harfon ke rivaaj par "Hamaari zabaan" main ek mazmuun likhhungaa."

بہ اہتمام سید اعجاز علی (علیگ) منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈہ میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلیشر نے صدر دفتر انجمن ترقی آردو علیگڈہ سے شائع کیا ۔

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنہ | چندہ سالانہ دو روپیہ

جلد ۸	۱۵ مارچ سنہ ۱۹۵۰ء	قاضی عبدالغفار	۲٦ جمادی الاول ۱۳٦۹ ہجری	نمبر ٦

کچھ اپنی باتیں

ہندی سیکھو

اگر یہ کہا جائے کہ اردو اور ہندستانی کی حفاظت کے لئے ہندی زبان اور ناگری لکھاوٹ کا سیکھنا ضروری ہے تو شاید سوچنے پڑھنے والوں کو یہ بات عجیب سی معلوم ہوگی۔ لیکن گہرائی میں سوچنے والوں کے لئے یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ ہندی سیکھنا کیوں ضروری ہے، اس کے کئی کارن ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہندی زبان اب "راجیہ بھاشا" (سرکاری زبان) بن گئی اور ہر اس شخص کو جو اپنے ملک کا بھلا اور سچا پریمی اور وفادار ہو سرکاری زبان سیکھنی چاہئے تاکہ وہ اپنی شہری بات (شہریت) کے فرائض پوری طرح انجام دے سکے اور اس کے اور اصلی سرکار کے درمیان جدائی کا کوئی پردہ باقی نہ رہے۔ زبان کا اختلاف بہت بڑا پردہ ہوتا ہے۔ جب یہ پردہ اٹھ جاتا ہے تو قومی ایکتا زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ راجہ اور پرجا اگر ایک دوسرے کی زبان نہ سمجھیں تو نہ اس کا اقتدار اور نہ اس کی جمہوریت [illegible] رہ سکتی ہے۔ اس حالت میں جمہوریت [illegible] کے خلاف چڑھنے [illegible] ان علاقوں کے اندر ایک قسم کی فرقہ واری [illegible] پھولتی پھلتی رہتی ہے۔ اس لئے عوام کی اور سرکار کی زبان ایک ہونی چاہئے کہ دونوں کے وچار اور خیالات ایک ہو سکیں۔

جو لوگ ہندی زبان کو مشکل یا غیر ضروری سمجھتے ہیں ان سے ہم دل لگا کر یہ کہنا چاہتے ہیں — جب انگریزی حکومت قائم ہوئی تھی تو اس کی زبان بالکل غیر ملکی زبان تھی — پھر بھی ہم نے اسے سیکھا اور اتنی اچھی طرح سیکھا کہ انگریزوں سے بہتر انگریزی بولنے اور لکھنے والے ہندستان میں پیدا ہو گئے — سر [illegible] بنرجی، بپن چندر پال، [illegible] داس، عبداللہ یوسف علی، محمد علی، راس مسعود اور بیسیوں ایسے لوگوں نے اپنی انگریزی دانی کے جھنڈے گاڑ دئے — انگریزی بالکل غیر زبان تھی مگر جب اسکا سیکھنا [illegible] کے لئے مشکل نہ تھا تو ہندی کا سیکھنا جو ہمارے ہی ملک کی زبان ہے اور ہماری دوسری زبانوں سے ملتی جلتی ہے ہمارے لئے کیوں مشکل سمجھا جائے — ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ جو ہندی زبان نہ جاننے والے لوگ اب ہندی سیکھ رہے ہیں وہ بہت آسانی سے اس زبان کو اپنا رہے ہیں — آسان اردو اور

ہندی میں سوائے رسم الخط کے اور فرق ہی کیا ہے۔

دوسری بات ہم یہہ کہتے ہیں کہ اصلی ہندی زبان (آسان اُردو) خواہ اُس کا نام کچھہ بھی رکھا جائے نہ صرف اس دیش کی زبان بلکہ ہم ملک کی سرکاری زبان بن سکتی ہے۔ مگر ہند کی تاریخ میں کبھی بھی سنسکرت عوامی زبان نہ بن سکی۔ جب برہمنوں کا راج تھا تب بھی وہ راج اس زبان کو عوامی زبان نہ بنا سکا۔ بلکہ اُس نے تو عوام کے لئے اس زبان کا سیکھنا پاپ قرار دیدیا تھا۔ اس لئے ہمیں ہندی کے نام سے جو سنسکرت کا پرچار ہو رہا ہے اُس سے گھبرانا نہ چاہئے۔ یہہ تو صرف ایک عارضی دھنی بدہضمی ہے جو خود ہی چند روز میں تجربہ کی کونیان کہانے سے رفع ہوجائیگی۔

ایک بات ہمیں خاص طور پر مسلمانوں سے کہنی ہے اور وہ یہہ ہے کہ انگریزی زبان جب سرکاری زبان بنی تھی تو سب سے زیادہ مسلمانوں ہی نے اُس کے سیکھنے میں دیر کی تھی اور اس طرح وہ ترقی کی راہ میں ادھی صدی پیچھے رہ گئے تھے اور پھر انہیں اپنی اس غفلت پر افسوس بھی کرنا پڑا تھا۔ اب انہیں اُس غلطی سے بچنا چاہئے۔

ایک بات اور بھی یاد رکھنے کی ہے۔ بھارت کے "باپو" نے جو احسان مسلمانوں پر کیا ہے اُس کو بھولایا نہیں جاسکتا۔ یوں تو گرو کے بہت سے چیلے اپنے گرو کے وچن کو کو بھولتے جارہے ہیں، لیکن مسلمان تو ایسے احسان فراموش نہیں ہیں۔ جس کے بھی دل میں سچا ایمان ہوگا وہ "باپو" کے احسانوں کو کیسے بھول جائیگا۔ زبان کے مسئلہ پر جو کچھہ "باپو" نے بتایا اور کہا وہ ہمارے دلوں پر نقش ہونا چاہئے اور یہہ "باپو" کا احسان ایک قرضہ ہے جو ہمیں ادا کرنا چاہئے۔ اگر بعض دوسرے لوگ جنہوں نے مہاتما کے چرنوں میں بیٹھہ کر سب کچھہ حاصل کیا تھا آج اُن کے اپدیش کو بھول گئے ہیں تو بھی مسلمانوں کو تو اُس روشنی سے اپنی آنکھیں بند نہ کرنی چاہیں جو "باپو" نے انہیں دی تھی۔ دوسروں کا راستہ کتنا ہی ٹیڑھا ہو، مگر آنکا راستہ سیدھا ہونا چاہئے۔

زبان کے مسئلہ کے سمجھنے بڑے جانکاروں کا کہنا یہہ ہے کہ عوامی زبان تو وہی ہو سکتی ہے جسے عوام بولیں اور سمجھیں۔ وہ نہ تو فارسی اور عربی سے دبی ہوئی اُردو ہو سکتی ہے اور نہ سنسکرت کی زنجیروں میں بندھی ہوئی ہندی۔ ایسی آسان زبان ہمارے پاس موجود ہے اور اب سوال صرف اتنا ہے کہ ہم بھارت کے ہر علاقہ کے رہنے والوں کو کس طرح بتائیں کہ قومی زبان تو بنی بنائی موجود ہے۔ اب تو یہہ بازار کا سودا ہے، اگر دو قسم کا مال دوکان پر رکھا ہو تو گاہک وہی مال خریدیگا جو اوس کے کام کا ہو۔ یہہ کام ہم سب کا ہے کہ جس زبان کو ہم ملک کے عوام کی زبان بتاتے ہیں اوسے ان لوگوں کے سامنے بھی پیش کریں جو اپنی علاقہ واری زبان تو رکھتے ہیں لیکن ابھی تک اس عوامی زبان سے مانوس نہیں ہیں۔ اگر ہم جو دعوے کرتے ہیں کہ بھارت کی قومی زبان وہی ہوسکتی ہے جو آسان، عام فہم اور دوسری زبانوں سے ملی جلی ہو، دیوناگری اور ہند کی دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی لکھاوٹ میں اپنی قومی زبان کو دور دور تک، دکھن میں اور گجرات میں اور کاٹھیاوار میں اور راجستھان میں اور بنگالہ میں، پہنچائیں تو اوس کو پڑھ کر سب ہی عقل رکھنے والے لوگ یہہ فیصلہ کرسکینگے کہ قومی زبان کیا اور کیسی ہونی چاہئے۔ اس لئے بھی ہمیں دیو ناگری لکھاوٹ سے اچھی طرح واقف ہونا چاہئے۔

عجیب بات ہے کہ ہمارے بہت سے نیتا کہتے تو یہی ہیں کہ ہندی زبان کو ملک کی سب ہی زبانوں سے ضروری اور مفید شبد

لیے چاہیں مگر ایسا ہوتا نہیں - ہوتا یہہ ہے کہ سورداس اور کبیر اور تلسی داس کی ہندی بھی الٹ پلٹ ہو رہی ہے، آسے دیس نکالا مل رہا ہے اور ہزاروں سال پورانے تہ خانے کھولے جارہے ہیں اور آس زمانہ کے سکے اب بازار میں بھیجے جارہے ہیں - اگر وہی سکے چلانے ہیں تو ہر کام میں آنکا چلن ہونا چاہئی - یہہ کیا کہ دوکانیں تو بیسویں صدی عیسوی کی اور مال آن پر [illegible] جائے [illegible] پورانا - ایسا بیوپار کئے دن چلیگا؟

بڑے بڑے لوگوں کی باتیں بھی بڑی بڑی ہوتی ہیں مگر چھوٹے چھوٹے لوگ بھی ابھی کبھی بات [illegible] کچھ جانتے ہیں کہ جب وقت آتا ہے تو بڑوں کو بھی کہنا ہی پڑتا ہے کہ "وہ بات تو ٹھیک ہی ہے [illegible] اس [illegible] کسی اور ہی خیال میں تھے، اچھا آو اب [illegible] چلیں"

لیکن زمانہ ابھی [illegible] کے واپس آنے کا انتظار نہیں کرتا - وہ آگے ہی چلا جاتا ہے - دریا بہتا ہے تو وہ کاغذ کی ناؤ اور لکڑی کی کشتی دونوں کو بہا لیجاتا ہے - فرق صرف یہہ ہوتا ہے کہ کاغذ کی ناؤ دس گز جا کر ڈوب جاتی ہے اور لکڑی کی ناؤ سمندر تک ابھرتی چلی جاتی ہے - اس وقت تو کاغذ کی ناؤیں تیر رہی ہیں، لیکن کچھ تو ملاح ضرور ایسے ہیں جو چند روز بعد لکڑی کی ایسی مضبوط ناؤ سی دریا کے دھارے پر ڈالینگے جو زندگی کے سمندر کے سینہ پر تیریگی اور دنیا کے ایک کونے سے دوسرے تک بھارت کی بڑائی اور ایکتا کا پیام پہنچائیگی -

ہم یقین اور بھروسہ کے ساتھ آس دن کا انتظار کر رہے ہیں - کیا حرج ہے اگر اپنے بھٹکے ہوئے نیتاوں کے اس کھیل کا تماشہ بھی چند روز دیکھہ لیں!

کچھہ ہلکے ہلکے اشارے

ہندستان کے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد نے بنارس یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

"ہمارا دستور (سمودھان) ہندی کو سرکاری زبان (راجیہ بھاشا) تسلیم کرتا ہے - اب جب کہ ہم آزاد ہوگئے تب ہمیں ایک زبان ایسی بنانی ہے جو انگریزی کی جگہ لیلے - لیکن افسوس ہے کہ ابھی تک ہندی کو [illegible] ایک [illegible] جو آس کے علاوہ ہیں آس [illegible] ہماری [illegible] قومی زبان [illegible] بہت [illegible] ہیں - [illegible] بہت اچھی [illegible] ہے - [illegible] کہ [illegible] ابھی ترقی کا محتاج ہے [illegible] ہندی [illegible] پیدا کرتا ہے - ہم اپنے لفظ کے ذخیرہ میں اضافہ کرتا ہے اور اب ہمیں اپنے اس کام کو تنگ نظری کے ساتھ نہ کرنا چاہئے، بلکہ ہمیں اتنا کافی وسیع القلب ہونا چاہئے کہ ہم غیر ملکی جڑوں سے بھی الفاظ لیکر انہیں اپنی زبان میں داخل کرلیں اور پوری طرح ہندستانی بنالیں - مگر میرا یہہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اس قدر زیادہ اور اتنی ازادی سے ایسے لفظوں کو اپنی زبان میں داخل کریں کہ ہماری زبان ہی اسقدر بدل جائے کہ اوس کی صورت پہچانی نہ جائے،،

اس "سمپورن تا بر بھتوا . نو کانترت مکا گنا راجیہ" (Sovereign Democratic Republic) کے پتا اگر ایسے وسیع القاب بھی نہ ھوں کہ ایسے صدر کی صحبت کو کہ میں باندھ لیں تو پھر تنگ نظری کا شکوہ فضول ھے! راجندر بابو تو خود اس بھاشا میلن (Language Conference) میں موجود تھے جس نے ۸ سو نئے شبد ڈھالے ھیں لیکن کیا اون ۸ سو میں سے آدھی درجن لفظ بھی ایسے ھیں جن کی نسبت کہا جا سکے کہ وہ باھر کے ھیں جنھیں ھندستانی بنا لیا گیا ھے! ...

خود راجندر بابو سرکاری زبان کے لٹریچر کی ترقی کا رخ دلوں کی وسعت کی طرف پاتے ھیں یا تنگ نظری کی طرف یہہ ایک سوال ھے!

اب رھا سوال "راجیہ بھاشا" اور "راشٹر بھاشا" کا [illegible] کہ "راجیہ" کے دل کا پھیلاؤ اتنا ھے تو "راشٹر" کی وسعت کیا ھوگی! ...

وہ غلطی سب سے بڑی غلطی ھوتی ھے جسے غلطی نہ سمجھا جائے"

— آتر پردیش کے منتری شری حافظ محمد ابراھیم نے طبیہ کالج کے مشاعرہ کی صدارت کرتے ھوئے اپنی تقریر میں فرمایا کہ "اردو کے اندر خود ھی حیثیت ھے کہ وہ غیر سرکاری زبان بنے ترقی کرتی رھی ھے اور ترقی کرتی رھیگی، کسی کو مایوس ھونے کی ضرورت نہیں ھے، وہ زندہ رھیگی اور اوس کی خدمت کرنے والے ھمیشہ موجود رھینگے" ...

اس مشاعرہ کا انتظام نعمن بہار ادب نے کیا [illegible] اچھا ھو [illegible] مشاعرہ کی صدارت منتر اتی جی ھی نے کی۔

شری حافظ ابراھیم کی بات تو بہت تسکین بخش ھے، لیکن اب کیا کہئے کہ معاملہ آتر پردیش کا ھے جہاں لوگ نہ جانے کیوں یہہ شکایت کر رھے ھیں کہ مدرسوں میں اردو کی تعلیم کے دروازے بند ھو گئے ھیں - اگر ھم حافظ صاحب سے اس معاملہ میں کوئی سوال کریگے تو وہ فرمایگے کہ یہہ شکایت غلط ھے ... یا فرمایگے کہ اردو والے سرکاری سرپرستی اور امداد پر بھروسہ ھی کیوں کریں - اردو تو بغیر اس کے بھی زندہ رہ سکتی ھے!

اصل یہہ ھے کہ منتریوں اور وزیروں کی کسی بات کے متعلق زیادہ فکر نہ کرنی چاھئے - وہ تو فرماتے ھی ھیں جو انہیں فرمانا چاھئے!! سننے والوں کا فرض یہہ ھے کہ اون کی بات سنکر خوش ھو جائیں اور شکریہ ادا کریں!! والسلام!

— ھند کی پارلیمنٹ میں ایک ممبر صاحب نے ملک کی ریلوے کے آئندہ انتظامات کے متعلق یہہ خوب کہی کہ اب ریلوں کی تقسیم بھی مختلف صوبوں کی بھاشا کے مطابق ھونی چاھئے، یعنی اوس ریلوے کا انتظام جو ھندی بولنے والے صوبوں میں گذرتی ھو الگ ھو اور اوس ریلوے کا الگ جو مرھٹی یا بنگالی اور اسی طرح دوسری صوبائی زبانوں کے علاقہ سے گذرتی ھے!

لیجئے ادھر تو ملک کی تقسیم کا رونا اور تقسیم کی وجہ سے فتنہ و فساد ابھی ختم ھونے میں نہیں آتا اور ادھر خود ملک کے اندر تقسیم در تقسیم کے نئے نئے فارمولے تیار ھو رھے ھیں! صوبائی بھاشا کے مطابق صوبوں کی تقسیم کی مانگ کہاں سے کہاں پہنچ گئی! مرھٹی بولنے والوں کی ریل اور انجن الگ، بنگالی بولنے والوں کے ڈبے الگ اور تامل اور تیلگو والوں کے الگ!! - بس صرف نام ھی رھگا "یونین" ... ... ایک دوست کیسی مزے کی بات کہا کرتے تھے کہ اللہ رزق دے یا نہ دے مگر عقل دے!!

اپنے دیس کی خبریں

پٹنہ (بہار)

۲۵ فروری کو پٹنہ میں حلقہ ادب کا سالانہ جلسہ شروع ہوا تمام صوبہ کے نمایندے بکثرت شریک تھے - پہلے اجلاس کی صدارت امد شاہین صاحب (رانچی) نے اور دوسرے کی نظام الدین فاروقی صاحب نے فرمائی - تیسری نشست کے صدر ساجد صاحب (مظفرپور) تھے -

۲۶ فروری کی شام کو کھلا اجلاس بصدارت ساغر نظامی صاحب منعقد ہوا - سعید اختر صاحب نے حلقہ ادب کی سالانہ رپورٹ سنائی - اسکے بعد حلقہ کا دستور پیش ہوکر منظور ہوا - حسب ذیل عہدہ دار آیندہ سال کے لئے منتخب کئے گئے :-

خلیل الرحمن صاحب، جنرل سکرٹری - غلام سرور صاحب ارگنائزنگ سکرٹری، محمد عزیر صاحب خازن اور شہریار حسین صاحب جائنٹ سکرٹری، حسب ذیل اصحاب کے پیامات سنائے گئے :-

مولانا ابوالکلام آزاد، گورنر بہار، خواجہ غلام السیدین، ڈاکٹر مسعود حسن رضوی، پنڈت کیفی، نواب علی یاور جنگ، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر مسعود حسین، قاضی عبدالغفار، عبدالرحمن صدیقی، پنڈت انند نراین ملا -

شب کو زیر صدارت ساغر صاحب مشاعرہ ہوا - یہہ سالانہ اجلاس بہت کامیاب رہا اور امید کی جاتی ھے کہ اس اجتماع کے بعد اب صوبہ بہار میں اردو زبان کی تحریک مین ایک نئی زندگی پیدا ہوگی - حلقہ ادب کے کارکنوں نے بڑی محنت اور توجہ سے اپنا کام شروع کیا ھے - بعض پیامات میں اردو کے مستقبل کی نسبت بہت توجہ طلب اشارے کئے گئے ھیں -

خواجہ غلام السیدین

" کسی ملک اور قوم کی زبان سرکاری قانوں کے ذریعہ سے نہ بنائی جاسکتی ھے نہ بدلی جاسکتی ھے .... اردو ملک کی مختلف زبانوں اور تہذیبی عنصروں کے میل جول کا نتیجہ ھے ... اس کو بڑھانے اور ترقی دینے کی کوشش ملک کی سیوا ھے ... **شرط یہی ھے کہ اپ اوسکو اسان اور عام فہم بنائیں** - اوس میں سے پرانے چالو لفظوں کو نہ نکالین بلکہ جو مناسب نئے لفظ ہوں خواہ وہ ھندی سے ملیں یا دوسری صوبائی زبانوں سے انہیں دل سے قبول کریں .... **زبان کو مقبول بنانے کا ایک طریقہ یہہ بھی ھے کہ اب اوسکی اچھی چیزوں کو دیوناگری میں چھاپین تاکہ جو لوگ اردو لپی نہیں جانتے وہ بھی اون سے لطف اوٹھائین** "

ڈاکٹر سید مسعود حسن رضوی -

" آجکل ھمارے ملک میں فرقہ پرستی کی ہوائیں چل رہی ھیں ان میں اردو کی شمع جھلملاتی نظر آتی ھے مگر یقین رکھنا چاھئے کہ نہ یہہ ہوائیں ھمیشہ چلتی رھینگی اور نہ اردو کا چراغ کبھی گل ہوسکیگا .... مگر اب ہم کو اس بات پر غور کرنا ھے کہ ملک کے بدلے ہوئے حالات میں اردو کی ترقی کے لئے کیا کرنا چاھئے " -

---

پنڈت برجموہن دتاتریا کیفی

" .... اردو جب کہ اب تک تعصب بلکہ عصبیت سے مبرا رھی ھے اگر اب بھی اسی طرح رھی اور اردو والوں نے اس کو سیاسی اور ملی محاذ سے دور رکھا تو عجب نہیں کہ حکومت کو موجودہ قرار داد اور طرز عمل میں ترمیم کرنا پڑے اور قومی زبان کے بارے

میں وہ اس فارمولا پر عمل کرنے کو مجبور ہو جو مہاتما گاندھی نے قرار دیا تھا ..... آپکو معلوم ہے کہ **ایسے ہندو حضرات بھی تعداد میں کم نہیں جو اس سنسکرت آمیز ہندی سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔**

گورنر بہار

" اردو ہندستان کی ایک زبان ہے۔ اوس نے ہندستان ہی کی سرزمین پر ترقی کی ہے ... علاوہ بریں آبادی کے ایک بڑے حصہ کی مادری زبان اردو ہے ... میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہند کی حکومت انہیں تمام معقول آسانیاں دیگی کہ وہ اوس کی ترقی میں کوشش کرسکیں اور اردو اور دوسری مقامی زبانوں کے درمیان کوئی امتیاز نہ کیا جائیگا ..."۔

نواب علی یاور جنگ

" اب ہمکو اپنی پچھلی غلطیوں سے بچنا ہے اور اردو کو اپنے اصلی رنگ میں ڈھالنا ہے۔ اوس روپ میں وہ اب بھی لاکھوں ہندوؤں اور مسلمانوں کی زبان ہے اور رہیگی اور وہ زبان ہندی سے بہت کچھہ ملتی جلتی ہے ... ایک طرف تو خود اردو کی بقا اور دوسری طرف ملک کے **سرکاری رسم الخط کو سیکھنے اور آگے بڑھانے کی غرض سے اگر اردو کتابیں صرف فارسی رسم الخط میں نہیں بلکہ دیوناگری رسم الخط میں بھی لکھی جائیں تو مجھے یقین ہے کہ یہ اچھا اقدام ہوگا۔**

پنڈت انند نراین ملا

" اس زمانہ میں اردو کی خدمت کو قوم کی خدمت سمجھتا ہوں اور ملک میں امن اور رواداری پھیلانے کے لئے اوسکی بقا اور ترویج کو ضروری خیال کرتا ہوں "۔

حیدرآباد دکن

۲۵ جنوری سنہ ۱۹۵۰ء کو انجمن ترقی اردو حیدرآباد کا ایک جلسہ کیا گیا۔ اس جلسے کی کارروائی کے چند اقتباس نیچے دئے جاتے ہیں:۔

اردو رسم خط میں یکسانیت پیدا کرنے کے مسئلہ پر غور کیا گیا۔ بحث کے دوران میں یہہ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر پہلے بہت کچھہ کام ہو چکا ہے لیکن عملی طور پر اس کام سے اب تک کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھایا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کام کو تکمیل تک پہنچایا جائے اور اور جو اصلاحیں سب کے اتفاق سے طے پا جائیں انہیں عملی طور پر رواج دینے کی تدبیریں اختیار کی جائیں۔ طے پایا کہ اس غرض کے لئے مجلس عاملہ کی ایک کمیٹی بنادی جائے جو پچھلے کام کا جائزہ لیتے ہوئے جلد سے جلد اس ضروری اصلاح کو تکمیل تک پہنچائے۔ اگر ضرورت ہو تو سب کمیٹی اوروں کو بھی اس کام میں شریک کرسکتی ہے سب کمیٹی کے جلسے طلب کرنا معتمد کا کام ہوگا۔

اردو زبان کے لئے رومن لکھاوٹ میں یکسانیت پیدا کرنے کے مسئلہ پر بھی غور کیا گیا۔ ملک کے اندر ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے کہ اگر ہم اپنی زبان ان تک پہنچانا چاہیں تو رومن لکھاوٹ میں ہی پہنچا سکتے ہیں۔ ان کے لئے رومن خط زیادہ موزوں اور سہل ثابت ہوگا۔ لیکن دیکھا یہہ جا رہا ہے کہ اردو والے جب کبھی رومن خط میں کچھہ لکھتے ہیں تو اسے ایک طرح پر نہیں لکھتے جس کی وجہ سے پڑھنے والوں کو حیرانی ہوتی ہے۔ اردو زبان کے پھیلاؤ کے لئے یہہ بات مناسب نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ جب کبھی اردو زبان اس لکھاوٹ میں لکھی جائے تو وہ ایک ہی طرح پر لکھی جائے۔ حیدرآباد میں کئی صاحبوں نے اس مسئلہ پر سوچ بچار کی ہے اور اپنی اسکیمیں تیار کی ہیں۔ ضرورت ہے کہ وہ سب اکٹھا ہوکر کوئی ایک اسکیم تیار کریں جس کی ملک بھر میں اشاعت کی جائے۔ طے پایا کہ اس غرض کے لئے بھی ایک سب کمیٹی بنادی جائے جو جلد اپنا کام پورا کرے۔ اس کمیٹی لئے ذیل کے نام منظور کئے گئے:۔

سجاد مرزا صاحب، ہارون خان شیروانی صاحب، غلام یزدانی صاحب، عبدالقادر سروری صاحب، ڈاکٹر جعفر حسین صاحب، سید محی الدین قادری زور صاحب اور معتمد۔

معتمد نے بعض مقامی اردو اخباروں کے اڈیٹروں سے اردو زبان کو آسان بنانے کے مسئلہ پر گفتگو کی تھی۔ اثنائے گفتگو میں یہہ بات بھی زیر بحث آئی تھی کہ اکثر انگریزی اصطلاحوں کے ترجمے مختلف اخباروں میں مختلف طرح پر کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہ ہونا چاہئے۔ اڈیٹر صاحبوں نے یہہ خواہش کی تھی کہ اگر انجمن کی طرف سے علمی اصطلاحوں کے مناسب ترجمے انہیں مہیا کر دئے جائیں تو وہ خود بھی ان ہی کو استعمال کریں۔ اسی طرح اخباروں میں روزمرہ استعمال ہونے والی اصطلاحوں میں یکسانیت پیدا ہو جائے گی جو ہر لحاظ سے مناسب اور ضروری ہے۔ بحث کے دوران میں معلوم ہوا کہ عثمانیہ یونیورسٹی میں جو کام ہو رہا ہے اولاً اس سے واقفیت حاصل کی جائے اور ساتھہ ہی مقامی اڈیٹر صاحبوں سے خواہش کی جائے کہ وہ ایسی انگریزی اصطلاحوں کی فہرست معتمد کے پاس روانہ کریں جو اخباروں میں زیادہ استعمال کی جاتی ہیں۔

انجمن کے موجودہ قواعد میں ترمیم کی ضرورت سے مجلس عاملہ نے اتفاق کیا۔ طے پایا کہ معتمد پروفیسر ہارون خان شیروانی صاحب کی مدد سے بدلے ہوئے قواعد کا ایک مسودہ تیار کرکے اوسے اراکین میں گشت کرادیں اور پھر اوسے مجلس عاملہ میں منظوری کے لئے پیش کریں۔

شہر کے مختلف محلوں میں مطالعہ گھر قائم کرنے کے سلسلہ میں طے پایا کہ پہلے موجودہ مطالعہ گھروں کی فہرست تیار کی جائے تاکہ یہہ معلوم ہو کہ کن محلوں میں پہلے سے مطالعہ گھر قائم ہیں۔

کراچی

انجمن ترقی پسند مصنفین کراچی، پاکستان سوسائٹی، کلچرل ایسوسی ایشن سندھ، صوبائی اسٹوڈنٹس فیڈریشن، سندھ ہاری کمیٹی، لیگ آف ڈیموکریٹک یوتھس پاکستان، پیپلز تھیٹر ایسوسی ایشن اخبار نویسوں مصنفین اور دانشوروں کا ایک مشترکہ جلسہ منعقد ہوا جس میں اس اعلان کی مذمت کی گئی جس کی رو سے حکومت نے انجمن ترقی پسند مصنفین کو ایک سیاسی جماعت قرار دیا ہے۔ قرارداد حسب ذیل ہے "انجمن ترقی پسند مصنفین کو ایک سیاسی جماعت قرار دیتے ہوئے حکومت نے جو اعلان کیا ہے یہہ جلسہ اسکی مذمت کرتا ہے اور اس خطرہ کا اظہار کرتا ہے کہ حکومت کا یہ اقدام نہ صرف ایک ادبی انجمن پر حملہ کی صورت میں نمودار ہوا ہے بلکہ شہری آزادی اور پاکستان کی تمام جمہوری طاقتوں پر بھی ایک حملہ ہے۔ حکومت کی یہہ کوشش ہے کہ وہ سرکاری ملازمین کو ادبی انجمنوں میں شرکت سے باز رکھکر ان کی رومانی زندگی کو ختم کردے۔ حکومت کا یہہ حملہ نہ صرف عوامی زندگی شخصی و شہری ازادی اور ادبی انجمنوں پر ہے بلکہ ان کی ذہنی صلاحیتوں اور رومانی زندگی پر بھی ہے۔ اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے یہ جلسہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی ظلم و تشدد اور جمہوریت کشی کے اقدام سے باز آئے اور اپنے اعلان کو واپس لے"۔

بہار شریف

بزم اردو مدرسہ عزیزیہ کا سالانہ جلسہ ۲۲ مارچ کو زیر صدارت جناب عزیز الحق صاحب عزیز منعقد ہوگا جس میں مدرسوں کے درمیان تقریری مباحثہ ہوگا اور پھر انعامات تقسیم کئے جائینگے اور مشاعرہ بھی ہوگا۔

علیگڈھ

مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم اعلی جمعیتہ علمائے ہند کی ایجوکیشنل کانفرنس کی ایک ورکنگ کمیٹی کے جلسہ کے بعد مسلمانوں کی تعلیم کے مسئلہ پر اپنے خیالات ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ لازمی بنیادی تعلیم کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ جمعیتہ ضروری سمجھتی ہے کہ اس کام کو اپنے ہاتھہ میں

لے - مولانا نے کانفرنس کو بھی دعوت دی کہ وہ اس کام میں شرکت کرے اور فرمایا کہ مسلمانوں کو اور عام طور تمام ملک کو مسئلہ زبان اور تعلیم میں متحدہ کوشش کی ضرورت ہے - طے پایا کہ ۱۷ مارچ کو کمیٹی کا جو جلسہ ہوگا اس میں پھر اس مسئلہ پر غور کیا جائے -

---

۲۲ فروری کی شب میں مسلم یونیورسٹی کے ان طلبا کے کلب کی طرف سے جو ہوسٹلوں میں نہیں رہتے ایک غیر طرحی مشاعرہ منعقد ہوا - میر مشاعرہ شہر کے مشہور شاعر و حکیم آنند سروپ بسمل صاحب تھے جنہوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں آردو زبان اور آردو شعرا اور آردو کے مشاعروں پر قابل قدر تبصرہ کیا - اس کے بعد مشاعرہ کا دور شروع ہوا - کئی ایک کامیاب غزلوں اور نظموں کے بعد ناظم مشاعرہ کی استدعا پر حیر صاحب بھوروی نمایندہ خصوصی انجمن ترقی آردو ہند نے معانیات کے موضوع پر بلند پایہ تقریر کی اور تعارف کے بعد مولانا محمد یونس خالدی صاحب اختر لکھنوی نے ایک مقالہ پڑھا جو ایک ادبی خط کی شکل میں تھا اور جس میں ادیب اور ادب کا نفسیاتی تجزیہ کیا گیا ہے -

---

کلکتہ

شہر کلکتہ کے آردو سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کا ایک جلسہ ۷ فروری سنہ ۱۹۵۰ع بمقام ۶۲/۱ - بنٹنگ اسٹریٹ کلکتہ ساڑھے چھ بجے شام کو زیر صدارت جناب ڈاکٹر زبیر صدیقی صاحب ایم - اے - پی ایچ ڈی (مدرس اعلی شعبۂ اسلامیات، عربی وفارسی، کلکتہ یونیورسٹی) منعقد ہوا - پروفیسر عبدالرحیم صاحب کی تحریک اور جناب پروفیسر نیاز احمد صاحب کی تائید پر اس جلسہ نے فیصلہ کیا کہ انجمن ترقی آردو (علیگڈھ) کی ایک شاخ شہر کلکتہ میں قائم کی جائے جس کے اغراض و مقاصد وہی ہوں جو مرکزی انجمن کے ہیں" - چنانچہ ترقی آردو کی کلکتہ کی شاخ کے لئے مندرجہ ذیل اراکین پر مشتمل ایک عارضی مجلس انتظامیہ کا وجود عمل میں آیا اور اس مجلس انتظامیہ کو اختیار دیا گیا کہ وہ حسب ضرورت دیگر اراکین کا اشتراک حاصل کرے :- دفتر کا پتہ یہہ ہے : کلکتہ مسلم ایسو سی ایشن نمبر ۶۲/۱ بنٹنگ اسٹریٹ کلکتہ -

مجلس انتظامیہ :-

سرپرست :-(۱) حضرت خان بہادر سید رضا علی صاحب وحشت -

(۲) جناب عبدالرحمن صاحب صدیقی -

(۳) جناب ڈاکٹر زبیر صدیقی صاحب (انچارج شعبۂ اسلامیات، عربی وفارسی، کلکتہ یونیورسٹی) -

صدر :- حضرت مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی - پرنسپل - مدرسہ عالیہ کلکتہ - مدیر 'برہان' دہلی -

نائب صدر :-(۱) جناب مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی (صدر مدرس مدرسہ عالیہ، کلکتہ) صدر جمعیتۂ علمائے ہند - کلکتہ مغربی بنگال -

(۲) جناب پروفیسر عبدالرحیم صاحب -

(۳) جناب میاں احسان الہی صاحب

(۴) محمد سلیمان صاحب وارڈ ا -

(۵) الحاج خان بہادر شیخ محمد جان صاحب -

جنرل سکریٹری :- شوکت ریاض سالک لکھنوی -

جوائنٹ سکریٹری :- جناب علی احمد صاحب صدیقی -

خازن :- جناب سید رحیم الدین صاحب - مینجر محکم الدین اینڈ سنس لمیٹیڈ -

---

آرہ

"آردوستان" کا ایک جلسہ زیر صدارت کیشو ناتھہ صاحب، مجنوں نیازی صاحب کے مکان پر ہوا جس میں ٹرینگ اسکول آرہ کے آردو ٹیچر کی برطرفی پر احتجاج کیا گیا جس سے آردو کی تعلیم کا دروازہ بند ہو گیا ہے - نیز قرار پایا کہ آردو کی توسیع و اشاعت کے لئے پوری کوشش کرنی چاہئے -

نئی کتابیں

"بہترین ادب" سنہ ۱۹۴۸ع

اس ۴۴۰ صفحوں کی کتاب کو چودھری برکت علی، مرزا ادیب اور قتیل شفائی نے مرتب اور مکتبہ اردو لاہور نے شایع کیا ہے ۔ (قیمت ۴ روپیہ) ۔ اس سے پہلے جدید اردو نثر و نظم کا ایک انتخاب سنہ ۱۹۴۷ع میں شایع ہوا تھا ۔ یہہ اوس سالانہ انتخابی سلسلہ کی دوسری کڑی ہے ۔ ان اوراق میں اردو کے اہل قلم کی نثر و نظم کے نمونے پیش کئے گئے ہیں اور بلا شبہ یہ انتخاب بہت احتیاط کے ساتھہ اور گہری نظر سے کیا گیا ہے ۔ تقریباً ستر آدمیوں اور شاعروں کے کلام کا یہہ انتخاب ملک میں اردو زبان کے ادب کی ترقی اور اوس کے تغیرات کا مطالعہ کرنے میں اہل نظر کی بہت مدد کر سکتا ہے ۔ مغربی ممالک کے لٹریچر میں تو اس قسم کی anthology بہت ہی عام ہو گئی ہے اور زبان کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے لئے بہت ضروری سمجھی جاتی ہے ۔ گذشتہ چند سالوں میں اردو ادب کے متعلق بھی دو تین کتابیں اسی شایع ہو چکی ہیں ۔ اس تبصرہ کا مقصود اہل قلم کی تحریروں پر تبصرہ نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی صرف یہہ دیکھنا ہے کہ ان اوراق پر جدید اردو ادب کی پوری تصویر پیش ہو سکی ہے یا نہیں ۔ ہماری رائے میں یہہ انتخاب کامیاب رہا ہے ۔ امید ہے کہ آیندہ سال بھی سال رواں کے ادب کا ایک گلدستہ اسی صورت میں پیش کیا جا سکیگا ۔

طباعت اور کتابت بہت غنیمت ہے ۔ کہیں کہیں کتابت کی خرابیاں نظر میں کھٹکتی ہیں ۔ لیکن امید ہے کہ آیندہ اشاعتوں میں یہہ بھی نہ رہینگی ۔ ہماری تمنا تو یہہ ہے کہ اب اردو ادب کی تمام کتابیں ٹائپ میں شایع ہوا کریں ۔ ہمارے لٹریچر کا مستقبل اب لیتھو کی طباعت سے وابستہ نہیں رہ سکتا اور رہیگا تو اوس کی ترقی کی رفتار سست رہیگی ۔

"ابگینۂ شعر"

بشیر النسا بیگم صاحبہ بشیر (حیدرآبادی) کے کلام کا مجموعہ ۔ ناشر، ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد ۔ قیمت ۶ روپیہ ۔

حیدرآباد کی خواتین میں شعر و سخن کا جو ذوق پچھلے چند سالوں بہت بڑھ گیا ہے اسکا ایک اچھا نمونہ یہہ مجموعہ ہے ۔ اس مجموعہ میں مذہبی اور اخلاقی رنگ نمایاں ہے ۔ فن کے اعتبار سے محترمہ بشیر کا کلام ایک پختہ کار شاعرہ کا کلام ہے، فکر اور انداز بیان دونوں میں بلندی اور سلاست ہے ۔ موضوعات بھی اچھے اچھے ہیں ۔ مجموعہ کا صرف ایک حصہ اب بے محل معلوم ہوتا ہے اور وہ خانوادہ اصفی کے عنوان سے وہ شاہ پرستی ہے جس نے دکن کے لوگوں کی ذہنی ترقی کو عرصہ تک روکے رکھا ۔ ایک شخصی ملوکیت میں سرکار اور دربار کے حلقہ کی ذہنی گرفت اتنی سخت ہوتی ہے کہ وہ شعرا اور ادیبوں کے افکار کو مجہول اور مفلوج کر دیا کرتی ہے ۔ ابگینۂ شعر کا اگر یہہ حصہ اشاعت سے پہلے حذف کر دیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا ۔ "عید سیمین" اور "رافت سلطانی" اور "مادر دکن" کا "سانحہ عظیم" اور اسی قبیل کے مضامین جن پر شاعرہ نے اپنے فکر و فن کو ضایع کیا ہے، آج ان اوراق پر بدنما داغ معلوم ہوتے ہیں ۔ سنہ ۱۹۳۱ع میں شاعرہ محترمہ نے جاہ و جلال کی دعاؤں کے جو گیت گائے تھے وہ آج کانوں کو کتنے بے سرے معلوم ہوتے ہیں ۔ مثلاً

جہان میں طلعت شمس و قمر رہے جب تک
زمین پہ سکۂ شام و سحر رہے جب تک
امتوز شہ میں نہ ہرگز گرہ کا نام پڑے
مگر یہہ سالگرہ کی گرہ مدام پڑے

مئے نشاط سے لبریز تیرا جام رہے
جہان میں زندہ جاوید تیرا نام رہے

شاعر کو زندگی کی گہرائیوں میں جاکر مستقبل کی طرف دیکھنا چاہئے، دس سال پہلے، جب یہ نظمیں لکھی گئی تہیں سوچنے والے اس حقیقت سے بے خبر نہ تہے کہ ''مئے نشاط'' کا یہ جام جس میں شخصی خود غرضیوں اور ازدست کی شراب کے سوا کچھہ نہ تہا ٹوٹنے ہی والا ہے اور ''امور شہ'' میں وہ گرہ پڑنے والی ہے جس کا کھولنا ناممکن ہوجائیگا۔ لیکن شخصی اقتدار کے دایرے میں شاعر بہی سوچ نہیں سکتا اور نہ دیکھہ سکتا ہے، ماحول اسے ایک اسے عالم میں رکہتا ہے جہاں

نہ کرسی فلک نہد اندیشہ زیر پا
تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلان زند

''آبگینۂ شعر'' کے اس بدنما جزو سے قطع نظر کرکے محترمہ بشیر کے کلام کا یہ مجموعہ ہر طرح لایق تحسین ہے۔

دیوان غالب مع شرح

از جوش ملسیانی صاحب ۔ ناشر اتما رام اینڈ سنز، کشمیری گیٹ دہلی ۔ قیمت پانچ روپیہ ۔

غالب اور اقبال کے کلام پر لکہنے والوں نے اتنا کچھہ لکھہ ڈالا ہے کہ اب ان دونوں کے متعلق اگر کوئی نئی کتاب سامنے آتی ہے تو یہہ سوچنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ کچھہ وقت اسکے پڑھنے میں صرف کیا جائے یا نہ کیا جائے! ملسیانی صاحب نے اپنی شرح میں یہہ کوشش کی ہے کہ دوسری شرحوں میں جو کمی رہ گئی تھی اسے پورا کریں اور غالب کے کلام پر جو تنقید کریں وہ بے لاگ ہو اور محض مداحی نہ ہو ۔ کہیں کہیں انہوں نے اس اصول کی پابندی کی ہے ۔ غالب اپنے رنگ میں ایک مجدد وقت تہا، اسکے کلام پر تنقید آسان کام نہیں ۔ تحدد کے اختیار کا دایرہ بہت وسیع ہوتا ہے اس لئے غالب جیسے شاعر کے کلام کو عام پیمانوں میں ناپا اور تولا نہیں جاسکتا ۔ غالباً اسی لئے ملسیانی صاحب نے اپنی شرح میں تنقید کا پہلو زیادہ نمایاں نہیں کیا ۔ بہر حال جو لوگ ''غالبیت'' کے دلدادہ ہیں اور غالب کے کلام سے صحیح ذوق رکہتے ہیں انکے لیے اس کتاب میں دلچسپی کا مواد بہت کافی ہے ۔

ثمرۂ باغبانی

مصنفہ ابوالاحسان نذیر احمد خاں ملیح آبادی ۔ ملنے کا پتہ نذیر برادرس ۔ ملیح آباد ہاؤس، اصطبل چار باغ ۔ لکھنؤ ۔ قیمت دو روپیہ ۔

یہہ کتاب پہلوں کے چھوٹے بڑے باغوں کی حفاظت اور پرداخت کی تدابیر کے متعلق ایک اچھا ہدایت نامہ ہے ۔ ہمارے لٹریچر میں اس قسم کی کتابوں کی بہت ضرورت ہے ۔ مصنف نے فن باغبانی کے متعلق بہت سی مفید معلومات ان ۱۱۲ صفحوں میں جمع کر دی ہے ۔ بدلے ہوئے معاشی حالات میں باغبانی کو ایک فن کی حیثیت سے ہماری زندگی کا ایک اہم شعبہ ہونا چاہئے ۔ جاگیرداریاں اور زمینداریاں ختم ہوئیں، تجارت میں مشکلات بڑھ گئیں، چھوٹے سرمایہ داروں کے لیے فکر معاش کے راستے تنگ ہوگیے ۔ ایسی حالت میں زراعت اور باغبانی کے فن سے واقف ہوکر پہلوں کی پیداوار کو زیادہ سے زیادہ بڑہانا ضروری ہے ۔ جو لوگ اس فکر میں ہیں کہ اپنے معاشی مسایل کو کس طرح حل کریں ان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ یقیناً مفید ہوگا ۔

باہتمام سید اعجاز علی (علیگ) منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلیشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علیگڈھ سے شائع کیا ۔

P. O. RGD No. A 922

4 APR 1950

انجمن ترقی اُردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ ، دو آنہ — چندہ' سالانہ' دو روپیہ

جلد ۸ | یکم اپریل سنہ ۱۹۵۰ء | ایڈیٹر- قاضی عبدالغفار | ۱۲ جمادی الاخر ۱۳۶۹ ہجری | نمبر ۷

کچھ اپنی باتیں

پردہ ہٹادیجی

سرکاری زبان کے متعلق اُن لوگوں کے خیالات میں ایک گرہ پڑگئی ہے جو سچائی کے ساتھہ کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کے فیصلہ کو قبول کرتے ہیں باوجودیکہ وہ مہاتماجی کے بتائے ہوئے راستہ سے ہٹ گیا ہے - یہہ لوگ صحیح "جمہوریت" اسی کو سمجھتے ہیں کہ جو فیصلہ ہوگیا آسے مانیں اور آس پر عمل کریں اور اپنی رائے کو آس فیصلہ کا پابند بنائیں - لہذا اس بات میں کوئی جھگڑا نہیں کہ ہمارے ملک کی سرکاری زبان "ہندی" ہے اور "ہندستانی" نہیں ہے -

لیکن گرہ یہہ پڑی ہوئی ہے کہ یہہ "ہندی" جو کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی نے تجویز کی ہے کیا اور کیسی ہونی چاہئی - خود اسمبلی نے "ہندی" کی کوئی ایسی تعریف نہیں کی جس سے یہہ گرہ کھل جاتی - دستور کی دفعہ ۳۵۱ میں صرف اتنی بات کہی گئی ہے کہ "یونین کا یہہ فرض ہوگا کہ ہندی زبان کو پھیلائے" اور آس کو اس طرح ترقی دے کہ وہ ہندستان کی مشترک تہذیب کے تمام عناصر کے لئے اظہار خیال کا ذریعہ بن سکے" اس دفعہ میں یہہ بھی سفارش کی گئی ہے کہ "ہندی" کے مزاج کو بدلے بغیر "ہندستانی" زبان اور دوسری زبانوں کو جو فہرست نمبر ۸ میں شامل ہیں ہندی میں جذب کیا جائے - لیکن اس سے بھی وہ بات صاف نہیں ہوتی -

کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کے صدر اور اب یونین کے صدر بابو راجندر پرشاد اپنی تقریروں میں جو کچھہ کہتے رہے ہیں اُس سے کسی قدر اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جو ہندی زبان سرکاری زبان بنائی گئی ہے وہ کیا ہونی چاہئی اور آسے کس طرح "ہندستان کی مشترک تہذیب کے تمام عناصر کے لئے اظہار خیال کا ذریعہ" بنا چاہئی - حال ہی میں راجندر بابو نے ہندی زبان کی ترقی کے متعلق پٹنہ میں تقریر کرتے ہوئے صاف صاف کہا کہ ہندی زبان کو اپنے الفاظ کے ذخیرہ میں نہ صرف غیر ملکی الفاظ بلکہ ملک کے مختلف علاقوں کے زبانوں کے الفاظ جذب کرنے کے لئے اپنا دروازہ کھلا رکھنا چاہئی - خصوصاً ایسے لفظوں کے لئے جن کے ہم معنے لفظ ہندی زبان میں نہیں ہیں -

"کوئی زبان محض باہر کے چند عالموں کی ہدایت کے دباؤ سے نہ ترقی کر سکتی ہے اور نہ اپنا قدرتی راستہ بدل سکتی ہے ـ وقت اور عقل کا تقاضہ یہہ ہے کہ کسی زبان کی قدرتی ترقی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کی جائے۔

اگر ہندی بولنے والے لوگ ایسا خیال کریں کہ اس قسم کی کوئی تبدیلی ہندی کی پاکیزگی اور تقدس کو نقصان پہنچائیگی تو انہیں یا تو ہار ماننی پڑیگی یا ہندی کی حیثیت محض علاقہ واری زبان کی ہوکر رہ جائیگی۔

آج علاقہ واری زبانوں اور ہندی کے درمیان ایک صحت بخش رقابت کی روح کام کر رہی ہے ـ ہندی کل ملک کی قومی زبان ہونے کی حیثیت کو قایم رکھہ سکیگی اگر وہ اپنے اندر کافی وسیع الخیالی پیدا کرے تاکہ وہ سب علاقہ واری زبانوں کو اپنا لے" ـ

بابو راجندرا پرشاد بار بار یہی خیالات ظاہر کرتے رہے ہیں ـ دہلی کی لینگویج کانفرنس میں بھی جس کے وہ صدر تھے اونہوں نے تمام پنڈتوں اور ماہروں کو جو جمع ہوئے تھے یہی مشورہ دیا تھا ـ لیکن عجیب بات یہہ ہے کہ اس مشورہ پر عمل نہیں ہوا ـ ہندی زبان سنسکرت میں گھول دی گئی اور جہاں تک ہو سکا سنسکرت کی "پاکیزگی اور تقدس" کو غیر زبانوں سے آلودہ نہیں ہونے دیا گیا !! یقین نہ آئے تو ۸ سو دستوری اصطلاحات کی فرہنگ دیکھہ لیجئے جو شایع ہو چکی ہے ـ یہہ دعوے کرنا بڑی جرات کا کام ہوگا کہ ہمارے صدر نے کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کی پالیسی کی جو تشریح کی ہے اوس پر سرکاری حلقوں میں کہیں بھی کوئی عمل کیا گیا ہے ـ

حال ہی میں پارلیمنٹ کے اجلاس میں پنجاب کانگریس کمیٹی کے صدر گیانی گرمکھہ سنگھہ مسافر نے آل انڈیا ریڈیو کی زبان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ خبروں اور ڈراموں کی زبان بھی سنسکرتی ہندی بنا دی گئی ہے جسے بہت سے لوگ نہیں سمجھتے ہیں ـ اونہوں نے یہہ واقعہ بیان کیا کہ سرینگر میں فوج کے ایک بڑے افسر نے اون سے کہا کہ فوجی جوان آل انڈیا ریڈیو کی زبان نہ سمجھہ سکنے کی وجہ سے پاکستان کا ریڈیو سنتے ہیں ـ گیانی جی نے اس بات پر زور دیا کہ ریڈیو کی سنسکرتی ہندی کو آسان بنایا جائے۔

اس کے جواب میں توقع تھی کہ براڈکاسٹنگ کے منتری کوئی صاف جواب دینگے لیکن اخباروں میں اون کے جواب کا جو خلاصہ چھپا ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اونہوں نے صرف اتنا ہی کہہ کر بات کو ٹال دیا کہ "قومی زبان کے متعلق جو فیصلہ کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کر چکی ہے اوس کے بعد ہندی براڈکاسٹ کے متعلق کوئی بحث مباحثہ نہ ہونا چاہئے" ـ یہہ جواب بہت ناکافی اور گول مول ہے ـ اس جواب سے اون لوگوں کی تسکین نہیں ہو سکتی جو اسمبلی کے فیصلے کو تو مانتے ہیں لیکن اوس فیصلہ کو جو معنی پہنائے جا رہے ہیں اونہیں نہیں مانتے ـ بحث یہہ نہیں ہے کہ سرکاری زبان ہندی ہو یا نہ ہو، بحث تو صرف یہہ ہے کہ "مشترک تہذیب کے تمام عناصر کے اظہار خیال کا ذریعہ" بننے والی ہندی کیسی ہندی ہو ـ حکومت کا یہہ فرض ہے کہ وہ اس گرہ کو کھولدے اور صاف صاف بتا دے کہ وہ ہندی جو سرکاری زبان بنائی گئی ہے کس قسم کی زبان ہے ـ اس کا ایک معیار اور سانچہ مقرر ہونا چاہئے ـ ہر زبان کے اچھے جانکاروں کو جمع کیا جائے، ملک کے عوام کی رائے معلوم کی جائے اور پکی بات طے کر دی جائے کہ حکومت کی ہندی زبان یہہ ہے اور یہہ نہیں ہے ـ اگر ایسا نہ ہوگا تو حکومت کو اپنا لاکھوں روپیہ ضائع کرنے کے بعد اس بات کا افسوس ہوگا کہ سنسکرتی ہندی خالص ہندی کے مقابلہ میں نہ چل سکی اور بقول بابو راجندر پرشاد زبان کی "پاکیزگی اور تقدس" کا خیال زندگی کی عام سچائیوں سے ہار گیا ـ ابھی وقت ہے کہ جو گھوڑے سرپٹ دوڑ رہے ہیں اونکی لگام کھینچی جائے ـ

ہمیں افسوس ہے کہ گذشتہ ہفتہ "ہماری زبان" وقت پر شایع نہ ہو سکا ـ دوسرے اسباب کے علاوہ اس تاخیر کا بڑا سبب علیگڈھ کا فساد بھی تھا جس کی وجہ سے عام کاروبار پر اثر پڑا ـ

ہلکے ہلکے اشارے

شری خورشیدی لال ڈپٹی وزیر نے پارلیمنٹ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ ہندی زبان میں تار دینے کا جو انتظام تار گھروں میں حکومت نے کیا ہے اس پر آخر جنوری تک ۳۳۳۵۲ روپے خرچ ہوئے اور مبلغ ۳۰۲ روپے - کہ نصف اس کے ایک سو ایک آٹھ آنہ ہوتے ہیں - آمدنی ہوئی -

——ہمیں کچھ کہنا نہیں!!

حکومت بمبئی نے حکم جاری کیا ہے (فروغ برگوندن راوی) کہ آئندہ سرکاری مراسلتوں میں حجام کو حجام کے بجائے "نائی" لکھا جائے -

——دستوری اصلاحات کی طرح اگر پیشوں کی اصطلاحیں بھی آل انڈیا لینگویج کانفرنس کے ذریعہ سے ٹھیک ٹھاک کر دی جائیں تو پھر یہ دقت نہ ہوگی کہ آتر پردیش میں ایک ہی شخص حجام کہلائے اور وہی بمبئی میں نائی! - حکومت بمبئی کو اس طرف توجہ کیوں نہ دلائی گئی کہ زیادہ عام لفظ "نائی" ہے"

معاصر "ریاست" (دہلی) نے "آل انڈیا ریڈیو کی پنڈتائی ہندی" کے عنوان سے اپنے حسب ذیل خیالات ظاہر کئے ہیں:-

"ریڈیو ڈیپارٹمنٹ کا مقصد پبلک کو تفریحی اور علمی مواد بہم پہنچانا ہے - یا اس تفریحی اور علمی پروگرام کے ساتھ حکومت اپنے پراپیگنڈا کا کام بھی اس سے لیتی ہے - مگر جہاں تک نتائج کا سوال ہے ہمارے ملک کے ریڈیو نہ تو تفریح کے اعتبار سے کافی مفید ہیں نہ علمی لحاظ سے، اور اس لئے ریڈیو کی غلط پالیسی پراپیگنڈا کے خیال سے بھی قطعی ناکام ہے - چنانچہ خبروں کی زبان کو لیجئے، بنگال میں خبریں بنگالی زبان میں نشر کی جاتی ہیں، کاٹھیاواڑ میں گجراتی، پنجاب میں پنجابی، اور مدراس میں مدراسی زبانوں میں - مگر دہلی یو-پی اور اس کے گردونواح کے لئے جو ہندی زبان استعمال کی جاتی ہے وہ اس قدر سنسکرت زدہ ہے کہ اس کو ان علاقوں کا کوئی شخص بھی سمجھ نہیں سکتا - اور اس زبان کو نہ سمجھنے والے مجبور ہیں کہ وہ انگریزی یا کسی دوسری زبان میں خبریں سنیں- چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ اس علاقہ کے مسلمان اور پنڈتائی ہندی نہ جاننے والے لوگ پاکستان ریڈیو سے اردو میں خبریں سنتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ گورنمنٹ ہند خبریں تو اپنے پراپیگنڈا کے لئے نشر کرتی ہے مگر لوگ مجبور ہیں اینٹی انڈیا پراپیگنڈا سننے کے لئے - ہم اس کے حق میں ہیں کہ ہندی تمام ملک کی مشترکہ زبان ہو مگر اس ہندی کو ایسی سنسکرت زدہ ہندی بنا دینا جسے لوگ سمجھ بھی نہ سکیں عقلمندی قرار نہیں دیا جاسکتا جس پر گورنمنٹ ہند کو توجہ کرنی چاہئے" -

---

حال ہی میں لندن کے مشہور پبلشر کانس نے جرمن جنرل رومل کی سوانحعمری شائع کی - پہلے دو ایڈیشن کی ۵۰ ہزار کاپیاں صبح کو بازار میں آئیں اور شام تک سب فروخت ہو گئیں، حالانکہ ۱۷ ہزار فرمائشیں پوری نہ ہوسکیں - تیسرے ایڈیشن کی تعداد ۲۰ ہزار تھی، چوتھی ۳۰ ہزار اور پانچویں بھی ۳۰ ہزار - اور یہ سب صرف دو ہفتوں کا حساب ہے، یعنی دو ہفتوں میں ایک لاکھ بیس ہزار جلدیں فروخت ہوچکیں اور مانگ باقی ہے!

——یہ حال اس چھوٹے سے جزیرہ انگلستان کا ہے جو ہمارے ایک بڑے صوبہ کی بھی برابر نہیں!

اپنے دیس کی خبریں

مئو ناتھ بھنجن

مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ میں ۱۲ مارچ کو انجمن ترقی ادب کا ماھانہ ادبی جلسہ جناب شاھد صاحب کے مکان پر ھوا جس میں تقریباً بیس ادیبوں اور شاعروں نے اپنا کلام سنایا۔

بھوروا ضلع بلیا

اسٹوڈنٹس لائبریری کے اراکین اپنے وطن کے قابل فخر نوجوان محمد نسیم صاحب ادیب کے اعزاز میں بیت باری کی ایک ٹورنامنٹ کا انتظام کر رھے ھیں، اس سلسلہ میں صوبائی تقریری مقابلہ، مجلس مقالات اور مشاعرہ کا بھی ارادہ کیا جا رھا ھے۔

مونگیر

حلقۂ ادب مونگیر کی ایک عام مجلس ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۵۰ ع کو زیر صدارت جناب محمد عزیر صاحب منعقد ھوئی۔ شعبہ انتخاب اور مجلس عاملہ کے لئے ممبران کے چناؤ کے بعد ایک ادبی نشست میں نجم انصاری صاحب نے دو مضمون ''عورت اور ''دل'' پڑھے۔ سید مجیب الحسن صاحب نے ایک مضمون ''فریب نظر'' سنایا۔ محمد عذیر صاحب نے ایک مضمون ''میں محبت کرتا ھوں'' کے عنوان سے اور ایک نظم ''احساس'' سنائی۔

نشست ختم ھونے سے پہلے صدر موصوف نے آردو کے بارے میں بہت سی پر مغز باتیں کہیں۔ ساتھ ھی ساتھ آنھوں نے زیادہ سے زیادہ آردو بولنے، پڑھنے اور لکھنے کی اھمیت پر زور دیا۔

شاھجہان پور

حلقہ ادب شاھجہان پور کی ایک مخصوص نشست ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۵۰ ع کو دفتر ھفت روزہ ''جمنت'' میں ھوئی جس میں اقبال بہادر اقبال (ڈسٹرکٹ کوآپریٹیو آفیسر) شبنم رومانی، ایس۔ مہروترا مدیر ''جمنت'' شہزادہ نجمی، اعجاز حیدر بی۔اے (مدیر نئی کرن) درد نجیب آبادی۔ شیو شنکر مصرا ایم۔اے۔ ڈاکٹر رستوگی، وارث علی خاں کھٹک۔ بھگوان سہائے، رگھوناتھ سہائے اور محمد عمر وغیرہ نے شرکت فرمائی۔

سکرٹری نے سابقہ جلسے کی کارروائی پڑھکر سنائی۔

پروگرام کے مطابق شبنم رومانی نے اپنا افسانہ ''کافی'' پڑھا۔ جس پر دلچسپ بحث ھوئی۔ رگھوناتھ سہائے نے اپنی کہانی ''آج کی اور'' ھندی میں پڑھی اور اس پر بھی حاضرین نے تنقید کی۔

اعجاز حیدر نے اپنا مختصر افسانہ ''شعلوں کی چھاؤں میں'' پڑھا۔

شہزادہ نجمی نے نظم سنائی، اس شعر کی خاص طور پر داد دی گئی۔

کتنا پر درد ھے انجام محبت اے دوست
دل بھر آیا تو میری آنکھ میں آنسو نہ رھے

درد نجیب آبادی اور وارث علی خاں کھٹک نے اپنا اپنا کلام سنایا، شبنم رومانی نے اپنے چند تازہ اشعار پیش کئے۔

ایس۔ایس۔ مصرا نے جناب صدر کی درخواست پر ایک انگریزی کتاب کی اشاعت ثانی پر اپنا منظوم انگریزی انتساب (Dedication) پڑھا۔ اس کے بعد آنھوں نے ایک نظم ''مانوتا کی شار'' کے عنوان سے پیش کی۔

ڈاکٹر رستوگی نے اپنی ایک طنزیہ نظم دیہاتی زبان میں پڑھی، جو بہت پسند کی گئی۔ بعد ازیں جناب صدر اقبال بہادر اقبال نے کچھ قطعے اور ایک غزل کے چند اشعار سنائے۔

پٹنہ

"حلقہ ادب" کے سالانہ اجلاس کی دوسری نشست میں زیر صدارت نظام الدین فاروقی صاحب بعض ضروری تجاویز منظور کی گئین ۔ یہی تجاویز اجلاس عام میں بھی جو زیر صدارت ساغر نظامی صاحب منعقد ہوا تھا منظور ہوئین۔ تجاویز کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

(۱) سر عبدالقادر ڈاکٹر عظیم الدین احمد اور محمد صغیر صاحب جاوید کی وفات پر اظہار رنج و الم ۔

(۲) آردو کے حامیوں سے اپیل کہ وہ "حلقہ ادب" کی جدوجہد میں حصہ لین اور آسکی تائید کرین ۔ اور اپنے اپنے مقام پر ادبی ادارے قایم کرین ۔

(۳) غیر تعلیم یافتہ طبقہ کی تعلیم کا انتظام

(۴) آردو کی بقا اور ترقی کے لئے عام لوگون سے کتب خانے قایم کرنے اور کتابین خریدنے اور پڑھنے کی اپیل ۔

(۵) آردو دان حضرات سے ہندی سیکھنے اور ہندی آردو کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی اپیل ۔

حسب ذیل قرار دادین بھی منظور کی گئین:-

(۶) یہہ جلسہ وایس چانسلر و ممبران سنڈیکیٹ پٹنہ یونیورسٹی کو اس طرف توجہ دلانا چاھتا ھے کہ صوبہ کے کالجون میں آردو کی پڑھائی کی طرف پوری توجہ کی جائے اور جن کالجون میں آردو کے معلمون کی ضرورت ہو انکا فوراً تقرر کیا جائے ۔

(۷) یہہ جلسہ ارباب حل و عقد آل انڈیا ریڈیو پٹنہ سے درخواست کرتا ھے کہ جہاں وہ متیتھلی اور بھوج پوری زبان کو اپنے پروگرام میں جگہ دیتے ھیں وھاں آردو کو بھی ایک نمایاں اور مناسب جگہ دین ۔

(۸) چونکہ بہت سی آردو کتابیں جو ھائی اسکولون اور کالجون میں پڑھائی جاتی ھیں آنکی اشاعت بہت جلد نہیں ہوتی تھی اس وجہ سے طالبعلمون کو بڑی مصیبتون کا سامنا کرنا پڑتا ھے اور اکثر آنکے امتحانات کے نتایج اسی وجہ سے خراب ھوتے ھیں، اس لئے یہہ جلسہ صوبائی تعلیمی بورڈ اور حکومت سے درخواست کرتا ھے کہ وہ اس سلسلے میں ایسے اقدام کرے کہ ان کتابون کی جلد اشاعت ھو سکے ۔

امرتسر

آردو کے حامیون نے امرتسر میں انجمن ترقی آردو قایم کردی ھے ممبر بھرتی کئے جارھے ھیں۔ انجمن کے حسب ذیل عہدہ دار چنے گئے ھیں ۔

صدر۔ ڈاکٹر موھن سنگھ دیوانہ ایم۔اے۔ پی ایچ ڈی۔ پرنسپل اورینٹل کالج امرتسر۔

نایب صدر۔ ماسٹر منگل دیو صاحب کشتہ، منشی فاضل، مولوی عالم ۔

نایب صدر۔ سر گور دیال صاحب، ایڈوکیٹ ۔

سکرٹری۔ سردار ارجن سنگھ صاحب رنگین۔

حیدر اباد

قیام جمہوریہ ھند کی تقریب میں علی گڈھ کلب حیدرآباد میں ۲۹ جنوری کو ایک غیر طرحی مشاعرہ ترتیب دیا گیا جسکی صدارت راجہ پرتاب گرجی نے فرمائی ۔ راجہ صاحب زبان کے قدیم ھمدرد ھیں اور ھمیشہ فراخدلی سے انجمن کی تحریکون کی تائید کرتے رھے ھیں۔ مشاعرہ میں اکثر مقامی شعرا نے حصہ لیا ۔

بھوپال

معلوم ھوا ھے کہ بھوپال کے تقریباً ایک درجن اھل قلم اور ترقی پسند ادیب گرفتار کر لئے گئے اور انہیں ایک سال کے لئے نظر بند کردیا گیا ھے ۔ گرفتاری کا سبب یہہ بتایا جاتا ھے کہ ان لوگون نے ایک جلسہ میں کچھہ قابل اعتراض سوالات کئے تھے ۔ مزدور سبھا کے صدر شاکر علی خاں نے اپنے ایک بیان میں وزیر اعظم اور سردار پٹیل سے اپیل کی ھے کہ حکومت بھوپال کی اس دھشت پسندی کو ختم کیا جائے۔ یہہ بھی سنا گیا ھے کہ ان نظر بندون نے جیل میں بھوک ھڑتال کردی ھے ۔

کچھہ انجمن کے متعلق

ہندستان کی شاخ پی۔ای۔این کے رسالہ میں انجمن کی نسبت حسب ذیل خیالات ظاہر کئے گئے ہیں:

"انجمن ترقی اردو کی شاخ ہندستان اب از سر نو منظم کرلی گئی ہے۔ اسکا مرکز علی گڈھ میں ہے نئی مجلس انتظامیہ کے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین ہیں اور سکرٹری قاضی عبدالغفار۔ یہہ دونوں پی۔ای۔این کے ممبر اور ہمارے ساتھی ہیں۔ انجمن نے ایک پندرہ روزہ اردو اخبار بھی شایع کرنا شروع کردیا ہے جس کا سالانہ چندہ صرف دو روپیہ ہے۔ پہلے پرچہ میں اس کے اڈیٹر قاضی عبدالغفار لکھتے ہیں کہ انجمن کا خاص مقصد یہہ ہے کہ ملک کے بدلے ہوئے ماحول میں اردو زبان اور اسکا لٹریچر باقی اور جاری رہے۔ اس غرض سے متعدد کتابوں کی اشاعت کا انتظام کیا جارہا ہے جن میں سے ایک اردو ہندی اور ہندی اردو ڈکشنری ہے جو دونوں رسم الخط میں چھاپی جائیگی تاکہ وہ لوگ بھی جو صرف ایک رسم الخط جانتے ہیں آسانی سے دوسری زبان کو سمجھہ سکیں۔ دو کتابیں آصف علی صاحب گورنر اڑیسہ کی چھاپی جارہی ہیں اور ایک سوانح عمری مرحوم حکیم اجمل خاں کی شایع کی جائیگی جس کے مولف خود ایڈیٹر ہماری زبان ہیں۔ سچے دل سے امید کی جاتی ہے کہ انجمن کو نہ صرف اردو جاننے والے لوگوں کے مادی اور اخلاقی امداد حاصل ہوگی بلکہ ایسے تمام ادبی مذاق رکھنے والوں کی تائید بھی حاصل ہوگی جو یہہ سمجھتے ہیں کہ اب بھی اردو ہندستان کے ادب میں ایک خاص حصہ رکھتی ہے جو اسکی گذشتہ شاندار کامیابیوں کے شایان شان ہے"۔

("پی۔ای۔این")

اب وقت اگیا ہے

"کہ ہم اردو اور ہندستانی زبان کے ہمدردوں اور حامیوں سے دریافت کریں کہ ان کے خیال میں انجمن کا مسلک کیا ہو۔ بعض دوستوں نے چند سوالات اٹھائے ہیں۔ ہم ان کے متعلق "ہماری زبان" کے پڑھنے والوں کے خیالات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جو سوالات اٹھائے گئے ہیں وہ یہہ ہیں:۔

(۱) کیا ہم زبان کو زیادہ آسان بنانے کی کوشش کریں اور فارسی اور عربی کے مشکل الفاظ اس میں سے خارج کرکے ہندی کے عام فہم الفاظ بھی حسب ضرورت داخل کریں؟

(۲) کیا انجمن کی کتابیں صرف اردو ہی میں چھاپی جائیں یا اپنی زبان کو زیادہ وسیع دایرے میں پھیلانے کے لئے اسکی بھی ضرورت ہے کہ انجمن کی کتابیں اردو کے علاوہ ہندی اور دوسری ملکی زبانوں میں بھی شایع کی جائیں۔

(۳) کیا وقت آگیا ہے کہ رومن رسم الخط کو زیادہ مقبول بنانے کی کوشش کی جائے۔

(۴) کیا انجمن کی مطبوعات کا دایرہ زیادہ تر قدیم ادب تک محدود رہے، یا جدید ادب اور جدید علوم پر پہلے سے زیادہ توجہ کی جائے؟

ہماری زبان کے پڑھنے والے مختصر اور دو ٹوک جوابات عنایت کریں جو شایع کئے جائینگے۔ دلیل اور بحث کا سلسلہ شروع کرنے کی ابھی ضرورت نہیں ہے۔

اردو ادب کی تاریخ کا ایک رخ

ہم ایسے اہل قلم کی تلاش میں ہیں جو ہندستان کے اون قدیم چھاپہ خانوں، اور کتب فروشوں کے حالات کے جمع اور مرتب کرنے میں ہماری امداد کرسکیں جنہوں نے اردو ادب کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ گذشتہ صدی میں متعدد پریس ایسے تھے جنہوں نے اردو ادب کی اشاعت میں جدوجہد کرکے ہماری زبان پر احسان کیا ہے۔ ان کی یاد کو تازہ کرنا چاہئے اور اوسے ہماری زبان کی تاریخ کا ایک جزو ہونا چاہئے۔ تعجب ہے کہ اس وقت تک زبان کی جو تاریخیں مرتب کی گئیں اون میں یہہ رخ بالکل نظر انداز ہوتا رہا۔ انجمن اب اس تمام مواد کو ایک کتاب کی صورت میں مرتب کرنا چاہتی ہے۔

جو اہل قلم اس کام میں ہماری مدد کر سکیں اون کی خدمت میں معقول معاوضہ پیش کیا جائیگا۔

خط و کتابت **جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ** سے جاسکتی ہے۔

کچھ دوسروں کی باتیں

غالب انسائکلو پیڈیا

کے سلسلے میں عرصے سے کام کر رہا ہوں خیال یہہ ہے کہ مرزا پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اور جن جن کتابوں میں مرزا کے تذکرے ہیں اُن کے نام، سن طباعت، مصنف کی حیثیت اور نفس مضمون پر ہلکے پھلکے اشارات ایک جگہ جمع کر دئے جائیں ۔ اس وقت تک ڈیڑھ سو سے زیادہ کتابوں کا پتہ چلایا جا چکا ہے جو مرزا پر کسی نہ کسی عنوان سے لکھی گئی ہیں ۔ لیکن قیاس کہتا ہے کہ ابھی بہت سی کتابیں ایسی ضرور ہونگی جن میں مرزا کی بابت کچھہ نہ کچھہ ہوگا اور وہ میرے علم میں نہیں ہیں ۔

اُن جرائد و رسائیل پر بھی کام کرنا ہے جن میں مرزا کے متعلق مخالف یا موافق مضامین شائع ہوئے ہیں، دوسو سے زیادہ ایسے رسالوں کے حوالے میرے پاس محفوظ ہیں جن میں مرزا کے متعلق مختلف عنوانوں سے کچھہ نہ کچھہ لکھا گیا ہے مگر ایسے رسالے بھی بہت ہوں گے جن میں مرزا پر کوئی نہ کوئی مضمون ہوگا اور وہ میری نگاہوں سے نہیں گذرے ۔ اس کے علاوہ اس سرمائے کی بابت بھی معلومات فراہم کر رہا ہوں جو غیر مطبوعہ ہے اور کہیں نہ کہیں محفوظ ہے، اس لئے تمام غالب پسند اصحاب سے سہارا طلب ہوں کہ وہ مرزا کے بارے میں جو معلومات بھی رکھتے ہوں مجھے بھیج دیں ۔ ایسے تمام اصحاب کے اسمائے گرامی دلی شکریہ کے ساتھہ غالب انسائکلو پیڈیا میں درج کرکے مسرت محسوس کرونگا ۔

مرزا کی تصویروں کے متعلق بھی معلومات بہم پہنچا رہا ہوں کہ صحیح تصویر کون سی ہے اور کس زمانے کی ہے اور کہاں سے حاصل کی گئی ہے، اس سلسلے میں بھی جو صاحبان میری امداد فرمائیں گے وہ دلی شکرئے کے مستحق ہوں گے ۔

اخبار و رسایل کے لائق ایڈیٹر صاحبوں سے گذارش ہے کہ میری یہہ ادبی اپیل شائع فرماکر ممنون کریں ۔

خبر بھوروی ۔ نمایندۂ خصوصی انجمن
ترقی اُردو (ہند) علی گڈھ

اتر پردیش میں اردو

یہہ شکایت عام ہے کہ اُتر پردیش (یعنی یو۔ پی۔) کے مدارس میں طرح طرح سے اُردو کی تعلیم میں رکاوٹیں پیدا کی جا رہی ہیں ۔ یہہ بھی سنا گیا ہے کہ وزرائے تعلیم کی کانفرنس مین جو اُصول مرکزی حکومت کے مشورے سے طے پائے تھے اون کی پابندی بھی نہیں ہو رہی ہے ۔ انجمن اس معاملہ میں چھان بین کر رہی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ان شکائیتوں کا صحیح اور کافی مواد ہمارے پاس جمع ہو جائے تاکہ ہم موثر طریقہ سے حکومت کو ان شکایات پر متوجہ کر سکیں ۔ اس لئے صوبہ میں اُردو کے حامیوں اور تعلیمی اداروں کے اُستادوں اور منیجروں سے ہم بہ اصرار خواہش کرتے ہیں کہ ایسی معیّن اور صریح مثالیں معہ ثبوت کے ہمارے لئے مہیا کرین جن سے ان شکائتوں کا حق بجانب ہونا ثابت ہو سکے تاکہ اس معاملہ کو جلد سے جلد آگے بڑھایا جا سکے ۔

سکریٹری ۔ انجمن ترقی اُردو، (ہند)

اسان اردو کا ایک نمونہ

(اکمل یزدانی)

ننھو بچارا اپنا پڑوسی، حیران، پریشان
میلے کچیلے کپڑوں میں لپٹا
چہرے سے ظاہر آثار غم کے ـ غم شدت غم
وہ غم جو بچوں کو بھی پیر کر دے
ایک عفریت، جو انسان کی ہڈی کو بھی چاٹ جائے
وہ آفت جو انسان کی لائی ہوئی ہے ـ
کئی روز سے بیوی بچوں کا فاقہ
لرزتا سہمتا، مجسم فسانہ غم زندگی کا،
سر شام آیا میرے بیٹھکے میں
کہ میرے پتا سے کچھ امداد مانگے،
پتا جی تھے اندر
کئی کرسیاں بیٹھکے میں لگی تھیں
نہ دیکھا کسی کو تو بیچارہ ننھو
وہیں ایک ٹوٹی سی کرسی پہ بیٹھا
مگر اس کی آنکھیں حویلی کی جانب لگی تھیں،
اچانک ایک آواز آئی کڑک سی
پتا جی کہاں سے آئے تھے لال سرخ آنکھیں
یہہ ورما رشی تھے:
اٹھو سالے الو حرامی کے بچے،
مرے باپ نے سالے دیکھی تھی کرسی
جو تو آکے بیٹھا ہے مہاراج بن کر؟
وہ بیچارہ ننھو!
جھکائے حسیں شانہ اندھے کھڑا تھا
کوئی بھولا بھالا سا معصوم دہقان
کسی پیر کی بارگاہ میں ہو جیسے
"معافی ہو بابو، غلط ہو گئی ہے"
"مرے ننھے بچے ـ کئی دن سے بے آب و دانہ
پڑے ہیں"
لرزتے ہوئے ہونٹوں سے کہہ رہا تھا ـ چلا جا
یہاں سے
حرامی کے بچے تیرے واسطے ایک دانہ نہیں ہے،
تو انسان نہیں بے ادب، جانور ہے،
پتا جی مسلسل بکے جا رہے تھے،
بچھاون پہ اپنے جو میں لیٹتا ہوں
تو راتوں کو اکثر وہ منظر مرے سامنے ناچتا ہے
میں مجبور ہوتا ہوں یہہ سوچنے پر:
پتا جی بھی انسان ننھو بھی انسان،
بنایا ہے دونوں کو جب ایک خدا نے
تو پھر ایک کیوں یہہ کہے دوسرے کو
جو ٹوٹی سی کرسی پہ وہ بیٹھ جائے:
"اٹھو سالے الو حرامی کے بچے
تو انسان نہیں ہے ادب جانور ہے"

(ماہنامہ کرن)

March 2, 1950.

EK SAWAAL

Batlaeay ise aap "Urdu" kahengay ya 'Hindustaani' ya "Hindi"?

Kisan ki Faryaad

(Najm Effendi)

SHAHR ke rahney sahney walo,
Ganoon ko jungal kahney walo,
YEH hai ek niralee bastee,
Maaya mahngi bipta sastee,
CHOWREE chaklee dhartee dekho,
Khuli hawa ki bhartee dekho,
KAISA thanda meetha paani,
Suthra saf quain ka paani,
CHAR taraf bastee raoshun
Purab, pachchham, urttar, dkkhan,
SAREY khait harey haryaley
Taal tallieyan naddee naley,
PHIR bhi mun ko chain naheen hai
Chain kabhi din rain naheen hai,
BHAID yeh kiaa hai saaf batadoon
Dunya ka insaaf batadoon,
KHETI ka kia kaam anukhaa
Kam kaa hai inaam anukhaa
MEHNAT ka yeh phal hai niyaara
Bhusa meraa naaj tumhara.

(Naya Hind).

رسالوں کی تازہ اشاعتیں

سنگ میل

نیا مکتبہ ـ پشاور ـ ترتیب دینے والے، فارغ بخاری اور رضا ہمدانی ـ قیمت سالنامہ دو روپیہ آٹھہ آنہ ـ سالانہ پانچ روپیہ ـ

یہہ خاص اشاعت، سرحد نمبر ہے جس میں بہت سے مشہور لکھنے والوں نے آردو ادب کے اچھے اچھے نمونے پیش کئے ہیں ـ اس خاص اشاعت کا مقصد یہہ بتانا ہے کہ باوجود اس کے کہ صوبہ سرحد کی مقامی زبان پشتو ہے لیکن وہاں ہر طرف آردو کا سکہ جاری ہے ـ لکھنے والوں نے زیادہ تر سرحدی افکار کو اپنی ادبی نقاشی میں پیش کیا ہے ـ پشتو ادب پر محمد اجمل خان ختک کا مضموں بہت دلچسپ ہے ـ "سرحد کی آردو" "سرحد کی موسیقی" "سرحد کی شاعری"، "پشتو لوک گیت" اور ایسے متعدد مضامین نے آردو ادب میں اس خاص نمبر کو ایک کام کی چیز بنا دیا ہے ـ ان ۵۰ صفحات میں ہم سرحد کے ادب کی ممتاز شخصیتوں سے بھی روشناس ہوتے ہیں ـ

ماہنامہ پرواز

محمد علی روڈ ـ ناگپور ـ ترتیب دینے والے: شاہزادہ اسلم، قادر نیازی اور شاہد الہاشمی ـ قیمت فی پرچہ آٹھہ آنہ ـ چھوٹا سا رسالہ ہے، لیکن آردو کے پرجوش اور مخلص کارکنوں کا پہلا قدم ہے ـ آردو اور ہندی کے معاملہ میں آرڈن جی کے یو ـ پی سے شکلاجی کا سی ـ پی، کاندھے سے کاندھا ملائے ہوئے چل رہا ہے ـ اس کے علاوہ سی ـ پی میں ایک کروڑ اقلیت کی زبان آردو ہے، اس لئے یہہ ادبی کوشش اور بھی زیادہ قابل تحسین ہے ـ

ماہنامہ کرن

گیا (بہار) ـ مدیر عبدالغنی عزیزی ـ چندہ سالانہ پانچ روپیہ ـ

بہار کے گوشہ گوشہ میں آردو ادب کروٹیں بدلتا رہا ہے اور وہاں کے ادیبوں کے کارنامے آردو ادب کی تاریخ میں بہت نمایاں ہیں، اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ مخالف حالات کے باوجود ہماری زبان زندہ رہنے کی جدوجہد کر رہی ہے ـ ہمیں یقین ہے کہ آخرکار وہ کامیاب ہوگی اسلئے کہ آسنے عوام سے زندگی پائی ہے اور حکومتوں کے سہارے وہ کبھی بھی زندہ نہیں رہی ـ ہم آردو اور ہندستانی کے ہر پریمی سے صرف ایک ہی بات کہتے ہیں ـ زبان کو آسان بناؤ اور بڑھے چلو ـ

اقبال

مدراس ـ مرتب محمد کمال الدین اکبر کمال ـ آردو کے لئے سی ـ پی سے بھی زیادہ ریگستانی مدراس کا علاقہ ہے لیکن اقبال جیسے رسالوں کی اشاعت سے معلوم ہوتا ہے کہ آردو کی جڑیں وہاں بھی بہت گہری ہیں ـ بزم آردو کا یہہ دوسرا سالنامہ ہے جسکا پیش لفظ پریسیڈنسی کالج کے فاضل پرنسپل ڈاکٹر عبدالحق نے لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدراس میں آردو کے حامی نوجوانوں کی تحریک آگے بڑھ رہی ہے ـ اس سالنامہ کی غرض یہہ ہے کہ ہر سال جنوبی ہند کے آردو ادیبوں کے مضامین کا ایک مجموعہ شایع ہوتا رہے تاکہ وہی اس علاقہ میں آردو کی ترقی کا پیمانہ بنے ـ سالنامہ کے مضامین، زیادہ تر جنوبی ہند کے ادیبوں کی ادبی کوششیں ہیں اور آن کو پڑھکر اندازہ ہوتا ہے کہ جنوبی ہند میں آردو کے لئے کس قدر وسیع میدان موجود ہے ـ

ویمنس کالج میگزین سنہ ۱۹۴۹ ع

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ ـ مدیرہ شہناز ہاشمی ـ زیادہ تر مضامین کالج کی طالبات نے لکھے ہیں ـ کئی بہنوں نے اپنے مضامین میں آردو ادب کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے ـ عام طور پر اس رسالہ کے مضامین کو پڑھکر اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ کالج کی طالبات کا ادب ابھی ابتدائی مدارج طے کر رہا ہے، لیکن بعض لکھنے والیوں کے صحیح ذوق کا بھی پتہ چلتا ہے ـ اگر یہہ ادبی تحریک بڑھتی رہی تو کوئی وجہ نہیں کہ میگزین کا ادبی معیار روز بروز بلند نہ ہوتا جائے ـ بڑی ضرورت صحیح اور گہرے مطالعہ کی ہے اور جن بہنوں کو لکھنے کا شوق ہو آنہیں یہہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ لکھنے کے لئے پڑھنا ضروری ہے ـ

مطالعه جس قدر وسیع هوگا ادب اتنا هی ٹهوس هوگا ـ بهر حال یهه میگزین طالبات کی جس ادبی تحریك كا نمائنده هے وہ هر طرح قابل تحسین هے ـ

ماهنامه عالمگیر

لاهور ـ مدیر نجمی نگینوی ـ قیمت سالانه ٦ روپیه چار آنه ـ

هندستان کی ادبی دنیا میں "عالمگیر" اچهے رسالوں میں شمار هوتا تها اب تقسیم کے بعد سے جب سب کچهه تقسیم هوگیا تو ادب بهی تقسیم هوگیا ـ ایسے بهت سے ناخن گوشت سے جدا کر دئے گئے ـ لیکن ادبی دنیا میں کوئی ایسی تقسیم تسلیم نهیں کی جا سکتی ـ ادب کی دنیا ایك هے ' اس لئے هم هندستان اور پاکستان کی ادبی تحریك کے دو ٹکڑے نهیں کر سکتے ـ جس ادب کی پیشانی پر سیاسی پارٹیوں کے لیبل چپکا دئے جائیں وہ عالمگیر قدروں اور سچائیوں کو پیش کرنے کا فرض پوری طرح ادا نهیں کر سکتا ـ پاکستان کے متعدد ادبی رسالوں نے اپنی قدیم روایات کو قایم رکها هے ' لیکن جو ادیب اس راہ سے بهٹکے هیں اور جماعتی سیاست میں الجهه گئے هیں اون کے اس رخ سے قطع نظر کر کے هم خالص ادب کے معیار پر انهیں پرکهتے هیں ـ تقسیم سے پهلے لاهور کے رسالوں نے ادب کی خدمت میں نمایاں حصه لیا تها اور آج بهی آن میں سے اکثر جماعتی سیاست کے گرد و غبار سے اپنا دامن بچا کر ادب کی خدمت کر رهے هیں ـ "عالمگیر" نے اپنے معیار کو قایم رکها هے ـ

ماهنامه ادبی دنیا

لاهور ـ اڈیٹر صلاح الدین احمد ـ قیمت فی پرچه ایك روپیه ـ فروری سنه ۱۹۵۰ع کی اشاعت اس ماهنامه کے دور جدید کی پهلی اشاعت هے جس میں دور گذشته کی ادبی روایات کو قایم رکها گیا هے ـ جاوید و جعفری کا مضمون "جاگ کے پاك پرور دگار" نظیر لدهیانوی کی بحث غزل کے ارتقا پر اور بعض دوسرے مضامین جدید ادب کا رنگ رکهتے هیں ـ اکثر مضامین نوجوان لکهنے والوں کے هیں اور یهه امید بیجا نهیں که اون کی سطح آینده اور بهی بلند هوگی ـ به لحاظ تعداد کے پنجاب اور پاکستان کا پله هندستان سے بهاری هے ' لیکن عام طور رهم یهه دیکهه رهے هیں که تحریر اور افکار کا معیار همارے همسایه کی سرزمین پر پهلے سے کچهه گر گیا هے ـ بعض اشاعتیں ادب کی سنجیدگی سے دور جا رهی هیں ـ اس رحجان کو روکنا سنجیدہ رسایل کا کام هے ـ

حسب ذیل کتابیں وصول هوئی هیں

تاریخ اولیا ـ مرتبه خواجه حسن نظامی صاحب ـ ملنے کا پته :ـ دفتر حلقه مشایخ دهلی ـ قیمت ۳ روپیه ـ

هندو مذهب کی معلومات ـ از خواجه حسن نظامی صاحب ـ ملنے کا پته حلقه مشایخ بك ڈپو ـ دهلی ـ قیمت آٹهه آنه ـ

کرشن کنهیا ـ نوشته خواجه حسن نظامی صاحب ـ ملنے کا پته دفتر اخبار منادی ـ دهلی ـ قیمت ایك روپیه دس آنے ـ

تاریخ رسول ـ مرتبه خواجه حسن نظامی صاحب ـ ملنے کا پته ـ دفتر منادی ـ دهلی ـ قیمت دو روپیه ـ

مادر همدرد ـ یورپ امریکه اور روس کے کلچر پر ایشیا اور اسلام کے کلچر کی فوقیت ـ از خواجه حسن نظامی صاحب ـ ملنے کا پته ـ امیر خسرو هردیو آردو لائبریری ـ دهلی ـ قیمت ایك روپیه ـ

نواب جمیل الشان ـ ایك ناول ـ مصنفه عبدالروف عباسی صاحب ـ دفتر اخبار حق ـ لکهنو ـ قیمت دو روپیه ـ

اسلام اور جانوروں پر رحم ـ (انگریزی) از علامه محمد القادر حسین ـ جامعه ازهر ـ ملنے کا پته گرانڈ مسلم مشن ـ محبوب منزل ـ مسافر خانه روڈ ' فورٹ ـ بمبئی ـ

اجمیر کے مقدس ولی ـ (انگریزی) از محمد علی الحاج سالمن ـ گرانڈ مسلم مشن ـ محبوب منزل ـ مسافر خانه روڈ ـ فورٹ ' بمبئی ـ

(ہ ـ ز)

به اهتمام سید اعجاز علی (علیگ) منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈہ میں چهپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلیشر نے صدر دفتر انجمن ترقی آردو علیگڈہ سے شائع کیا ـ

P. O. REG. No. A 922

قیمت فی پرچہ، دو آنہ   چندہ سالانہ دو روپیہ

جلد ۸	۱۵ اپریل ۱۹۵۰ء	ایڈیٹر۔ قاضی عبد الغفار	۲۶ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ	نمبر ۸

کچھ اپنی باتیں

حیدرآباد میں انگریزی

حیدرآباد میں انگریزی کی PARAMOUNTCY (اقتدارِ اعلیٰ) نے قدیم جاگیرداری نظام کو عوام کے سر پر سوار رکھا تھا۔ اس کے ختم ہونے کے بعد ہی اُس کے بنائے ہوئے بہت سے نقشوں کو بھی مٹ جانا چاہیئے تھا۔ پولس ایکشن کے بعد ہونا یہ چاہیئے تھا کہ حیدرآباد کی عوامی زندگی کا ایک نیا نقشہ بنتا مگر اسباب ایسے پیدا ہوئے کہ وہ اب تک نہیں بن سکا۔ برخلاف اس کے ہوا یہ کہ ہند کی حکومت کے جو لوگ وہاں کے حالات کو درست کرنے بھیجے گئے انھوں نے یہ بات نہ سمجھی کہ انسانوں کی زندگی کی بعض چیزوں کی اصلاح REVOLUTION (انقلاب) سے ہوتی ہے اور بعض کی EVOLUTION (عمل ارتقا) سے اور اگر EVOLUTION کی جگہ REVOLUTION کے طریقے اختیار کرلئے جائیں تو کوئی نقشہ بنتا نہیں بلکہ بنے بنائے نقشے بگڑ جاتے ہیں۔ آج پولس ایکشن کے دو سال بعد بھی حیدرآباد کی عوامی زندگی کا کوئی نقشہ صرف اس لئے نہ بن سکا کہ جو عہدہ دار اور افسر باہر سے حیدرآباد کا انتظام کرنے بھیجے گئے انھوں نے ہر چیز کو پہلے ہی دن سے ہندیانے کی اس قدر کوشش کی کہ ایک آپادھاپی کی صورت پیدا ہو گئی۔ ہمیں سیاسی مسائل سے تو کچھ بحث نہیں لیکن زبان کے مسئلہ کی حد تک حیدرآباد میں جو ٹیڑھی چال چلی جا رہی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ جس کام میں EVOLUTION کی ضرورت تھی وہاں REVOLUTION کی خواہش ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک رات میں ملک کی زبان کو بدل دینے کا ارادہ ہے۔ مگر زبانیں اس طرح بدلی نہیں جاتیں۔

حیدرآباد میں آصف جاہیوں نے اور کوئی کام کیا یا نہ کیا لیکن اپنی ریاست میں ایک مشترک کلچر ضرور پیدا کیا۔ کلچر میں ساجھا زبان ہی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج حیدرآباد میں باوجودیکہ تلنگی اور مرہٹی جیسی ترقی یافتہ زبانیں موجود ہیں لیکن سب فرقوں کے میل ملاپ کی زبان وہی اُردو ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اسی زبان اور کلچر کے ساجھے نے اُس وقت بھی حیدرآباد کو فرقہ پرستی کے اُس زہر سے محفوظ رکھا تھا جبکہ ہندستان میں لاکھوں ہندو اور مسلمان اپنے خون میں نہا رہے تھے۔ ایسی زبان کو حاکموں کی آنکھ کے اشارے یا قلم کی حرکت ایک دن میں ختم نہیں کرسکتی۔ زبان کو رات بھر میں بدل دینے اور چلتے کلچر کو دو چار دن میں ختم کردینے کے لئے جو آپادھاپی ہندستان کے بعض صوبوں میں شروع ہوئی ہے اُسی کا ایک نمونہ ہم حیدرآباد میں دیکھ رہے ہیں۔

پولس ایکشن کے بعد جب بدلے ہوئے حالات میں یہ بات سامنے آئی کہ آسان ہندستانی زبان ہی عربی فارسی سے لدی ہوئی اُردو کا بدل ہو سکتی ہے تو حیدرآباد کے تمام سمجھ دار لوگوں نے فیصلہ کیا کہ مہاتماجی کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا چاہئے۔ جہاں تک لکھاوٹ کا سوال تھا دونوں لکھاوٹوں کا اصول بے تکلف قبول کیا گیا چنانچہ تعلیمات کے محکمہ تک اس قسم کے فیصلے ہو بھی گئے تھے لیکن بہت جلد اس بات پر زور دیا جانے لگا کہ ہندی زبان حیدرآباد کی سرکاری زبان فوراً قرار دی جائے۔ کہنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ ہندی کبھی بھی حیدرآباد کی مقامی زبانوں میں شامل نہ تھی۔ اس لئے وہاں جب تک سرکاری زبان سکھانے کی بجائے اُسکا محض جاری کر دینا بیکار ہے۔ چند ہی روز بعد اُن افسروں اور عہدہ داروں کو جو ایک انقلاب پیدا کر کے حیدرآباد کو ہندیانے کا ارادہ کر رہے تھے معلوم ہو گیا کہ حکومت کا کاروبار چلانا ہے تو یہ انقلابی طریقے کام نہ دینگے اور اپنے مقصد کے لئے پہلے زمین تیار کرنی ہوگی۔

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ جب تک اس ملک کی زبان بدل جا سکے اور عوام سرکاری زبان کو مقامی زبانوں کے مقابلہ میں بھی قبول کرنے پر آمادہ کئے جا سکیں، حکومت کا کاروبار کس طرح چلایا جائے۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ اس درمیانی زمانہ میں جو زبان استعمال کی جا رہی تھی اور جس سے ہندو اور مسلم عوام واقف تھے اُس کو باقی رکھا جاتا اور اُسکو آسان بنانے کی کوشش کی جاتی اور سرکاری رسم الخط لوگوں کو سکھایا جاتا۔ لیکن نہیں، ہو یہ رہا ہے کہ انگریزی واپس لائی جا رہی ہے اور اور جس سنگھاسن سے اُتاری جانے والی تھی اُس پر اس طرح بٹھائی جا رہی ہے کہ اب نہ جانے کب تک اُس کے سکے چلتے رہیں گے۔

اس انگریزیت کا سبب عوام کے فائدے اور آسانی کا خیال نہیں بلکہ اس مشکل کو رفع کرنا تھا کہ باہر کے افسر اور عہدہ دار جو ہر اہم عہدے پر بٹھائے گئے ہیں گزری ہوئی انگریزی حکومت کے عہدہ دار ہیں اور اُن میں سے اکثر سوائے انگریزی کے کسی دوسری زبان میں حکومت کا کاروبار کر ہی نہیں سکتے۔ مدراس سے، بمبئی سے سی پی اور یو پی سے ان عہدہ داروں کا ایک سیلاب حیدرآباد میں آیا۔ یہ لوگ حیدرآباد کی سماجی حالت وہاں کے کلچر، وہاں کی روایات سے بالکل ناواقف تھے، وہ ایک سخت ضرورت کے وقت اس لئے بھیجے گئے تھے کہ حیدرآباد میں امن و امان قایم کریں۔ اور نظم و نسق کے بکھرے ہوئے شیرازے کو درست کر دیں۔ لیکن وہ جب آ گئے تو پھر اُن کے واپس جانے کا کوئی ذکر نہیں آتا۔ ان لوگوں کی ناواقفیت کا اثر حیدرآباد کے حالات پر اچھا نہیں پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کثرت کے ساتھ ایسے عہدہ داروں کی درآمد جو حیدرآباد سے بالکل واقف نہ تھے، صحیح پالیسی نہ تھی۔ زبان کے معاملہ میں انگریزی کے اقبال اور اعزاز کا قایم رہنا صرف ان ہی عہدہ داروں کی موجودگی کا نتیجہ ہے۔

ہم نہ تو سرکاری زبان کے رواج کے مخالف ہو سکتے ہیں اور نہ انگریزی زبان کے دشمن ہیں، اس لئے کہ انگریزی زبان نے جو احسانات ہم پر کئے ہیں انہیں ہم بھول نہیں سکتے۔ لیکن یہ ہماری قطعی رائے ہے کہ اگر حیدرآباد میں اُس ہندی کی تعلیم کا انتظام کیا جاتا جسے مہاتماجی نے ہندستانی کا نام دیا تھا اور درمیانی زمانہ میں آسان اُردو کو جاری رکھا جاتا اور اردو کے بجائے انگریزی کو مسلط رکھنے پر اصرار نہ کیا جاتا تو یہ EVOLUTION کا صحیح طریقہ ہوتا۔ بجائے اس کے انگریزی کو بعض اہم محکموں میں قایم رکھنے اور اُردو کی جگہ جاری کرنے کا فیصلہ ایک بے تکی اور غیر منطقی بات معلوم ہوتی ہے۔ یہ اُلٹے پانوں چلنے کی پالیسی ہے۔

زیادہ افسوس کے قابل یہ بات ہے کہ حیدرآباد کی اسٹیٹ کانگریس اپنی پارٹیوں کے ووٹ گننے اور بانٹنے میں اور انتخابی الیکشن بازی میں اس قدر مصروف ہے کہ وہ حیدرآباد کے قدیم مشترکہ کلچر کی تباہی سے بالکل بے پروا ہو گئی ہے۔ بلکہ اُس کے بعض لیڈر تو جو حیدرآباد کو تقسیم کرانے کے نعرے بلند کر رہے ہیں جان بوجھ کر مشترکہ کلچر کی بنیادوں کو کھود رہے ہیں اب وہ سیدھی سمت میں جس سمت میں مہاتماجی دیکھتے تھے۔ دیکھ ہی نہیں سکتے۔ اگر اسٹیٹ کانگریس کا توازن اتنا خراب نہ ہو گیا ہوتا اور وہ مقامی حکومت کو صحیح مشورے دے سکتی تو ہمیں یقین ہے کہ اُس کے مشورے مانے جاتے۔ حیدرآباد کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ اس وقت وہاں کوئی قومی جماعت ایسی نہیں جو اپنا کوئی صحیح مسلک رکھتی ہو اور پارٹی کے فائدوں کا خیال چھوڑ کر حکومت کو عوام کے فائدے کی باتیں بتا سکے۔

بہرحال انگریزی کو قایم رکھ کر اُردو کو ختم کرنے کی پالیسی تو

کسی طرح بھی حق بجانب اور صحیح نہیں کہی جاسکتی۔

ہلکے ہلکے اشارے

ہندستانی اکیڈمی کے ایک فاضل رکن نے اکیڈمی کی کونسل کے آیندہ اجلاس میں پیش کرنے کے لئے ایک تجویز بھیجی ہے۔ ہمیں اس تجویز کے مقصد سے سروکار نہیں، صرف الفاظ نقل کرتے ہیں:۔

"ہندی کی راشٹر بھاشا کی مانیتا پراپت ہو جانے پر راشٹر کے سانسکرتک سا ماجک اور راج نیتک کاریوں اور اُن کی سمسیاوں کا اُتردائتو ہندی پر ہے آیتہ بیاوی آوشکتاوں کی درشٹی سے اکیڈمی کو ہندی کے اپیوگی سے انرُودھ کرنی ہے کہ وہ اس کاریہ کے لئے اکیڈمی کو وشیش گرانٹ دینے کی کرپا کرے۔"

—— سوچنے کی بات صرف اتنی ہے کہ آخر اکیڈمی کا نام "ہندستانی" اکیڈمی کیوں ؟

مدھیا بھارت کے چیف سکریٹری شری لال کو یہ دقت پیش آرہی ہے کہ انھیں "سکریٹری" کے لئے کوئی ہندی کا لفظ نہیں ملتا۔ وہاں اب تک "سکریٹری" کو منتری کہتے تھے مگر اب منتری کے معنی وزیر کے ہوگئے ہیں۔

لینگویج کانفرنس نے بھی "سکریٹری" کے لئے کوئی جدید اصطلاح پیدا نہیں کی —— زبان کے ناپاک ہوجانے کا اندیشہ نہ ہو تو انگریزی کے اسی لفظ کو اپنا بنا لینے میں کیا مضائقہ ہے ؟

—— اکھل بھارتیہ راشٹر بھارت پرچار سمیتی کو گورنر اڑیسہ آصف علی صاحب نے ایک پیام بھیجا ہے جس میں انھوں نے فرمایا ہے کہ: "میری رائے میں کوئی وجہ نہیں کہ محض پاکیزگی کے خیال سے ہندی کا دائرہ تنگ رکھا جائے۔ ہر ترقی پسند زبان دوسری زبانوں سے الفاظ مانگ کر ہی اپنا خزانہ بھرا کرتی ہے...... مثلاً انگریزی زبان جو مشرق اور مغرب کی مختلف زبانوں سے الفاظ حاصل کرتی ہے ... اس نے محض اینگلو سیکسن پاکیزگی کا لحاظ کرنے کے بجائے اپنے کو بین الاقوامی بنا لیا۔"

آصف علی صاحب کے ہم خیال لوگوں کو کوئی کس طرح سمجھائے کہ اگر آزادی کے بعد ہم اپنے ملک کی ہندیت کو "ترقی" سے پاک نہ رکھ سکیں تو پھر بھارتیت کی آزادی کے کیا معنے ہوئے!!

—— بھارتیہ ہندی پریشد کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے لکھنؤ یونیورسٹی کے وائس چانسلر اچاریہ نریندر دیو نے کہا کہ: "اس وقت یوپی میں ہندی کے پرچار کرنے والوں پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ اب ہندی سرکاری زبان ہوگئی ہے ہندی کو مکمل زبان بنانے کے لئے متحدہ کوششوں کی ضرورت ہے لیکن اس میں صوبہ کے دوسرے باشندوں کی خواہشات کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ مناسب تو یہ ہوگا کہ پورے ملک کی رائے لیکر ایسی زبان بنائی جائے جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔"

—— ہندی کے "سرکاری" بن جانے کے بعد اُسے قابل قبول بنانے کی شرط کچھ ایسی ضروری نہیں! رہا پورے ملک کی رائے لینے کا سوال تو وہ ہم نے لینگویج کانفرنس میں دیکھ لیا کہ یہ رائے کس طرح لی جاتی ہے! اچاریہ جی سے عرض ہے کہ ابھی تو پنڈتانی ہندی کو چلنے دیجئے! شاید "سرکاری" ہونے کی شرط ہی یہ ہوگی کہ جو زبان عام طور پر سمجھ میں نہ آئے وہ "سرکاری"!

—— البتہ جب آپ اس "سرکاری" کو "قومی زبان" کہینگے تب غالباً عوام کی رائے کا وزن بھی محسوس ہوگا —— رفتہ رفتہ دھیرے دھیرے!

ادب —— قانون کی گرفت میں

بار بار اخباروں میں ایسی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ ادیب، مصنفین اور اہل قلم پکڑے گئے، نظر بند کردئے گئے یا جیل خانے بھیج دئے گئے۔ بہت کم یہ بات سننے میں آتی ہے کہ کسی ادیب یا لیکھک پر اُس کی کسی تحریر کی وجہ سے مقدمہ چلایا گیا۔ ادب اور قلم کی اس دنیا پر جو وار ہوتا ہے وہ اکثر ہنگامی قانون کے تحت ہوتا ہے اور یہ وار بھی زیادہ تر ترقی پسند ادیبوں اور مصنفوں پر ہوتا ہے۔ یہ عمل ہندستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں جاری ہے۔

کسی ایسے ادیب یا مصنف کی حمایت میں ایک حرف نہیں کہا جاسکتا (خواہ وہ ترقی پسند ہو یا کچھ اور ہو) جس کی کوئی تحریر قانون کے تحت قابل سزا قرار پائی ہو۔ قانون کی نظر میں ادیب اور غیر ادیب شاعر اور نثر لکھنے والے سب برابر ہیں مگر برخلاف دوسرے سیاسی کام کرنے والوں کے ادیب اور لیکھک کے

خلاف قانونی کارروائی بہت آسان ہے اس لئے کہ اُس کا لکھا ہوا سامنے ہوتا ہے اور اُس کی بُرائی اور اچھائی کا فیصلہ عدالت کرسکتی ہے کوئی ادیب جو اپنے ملک اور وطن کا وفادار نہ ہو محض سول آزادیوں کا نام لیکر اپنے کو قانون کی گرفت سے نہیں بچا سکتا۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اہل قلم اور مصنفوں پر ملک کے عام قانون کا وار بہت کم ہوتا ہے البتہ وہ غیر معمولی اور ہنگامی قانون کی زد میں آتے ہیں، اس لئے نہ وہ عدالت کے سامنے آتے ہیں اور نہ انہیں اپنی صفائی پیش کرنے کا موقعہ ملتا ہے سول آزادیوں سے اہل قلم کا آزاد ہندستان میں اس طرح محروم ہونا ایسی بات نہیں جو نظر انداز کی جاسکے۔ ادب اور علم کی دنیا میں ضمیر اور رائے کی آزادی ایک بہت بڑی دولت ہے جس پر مہذب حکومتیں صرف اُسی حالت میں ہاتھ ڈالتی ہیں جب کسی ادیب کا قلم حکومت کے خلاف بغاوت اور ملک کے ساتھ غداری کے اشارے کرنے لگے۔ اُس وقت بھی اُس کی تحریروں کی جانچ کھلی عدالت ہی میں ہوتی ہے۔ ادب اور علم کے حلقوں میں کسی قانون کی ایسی گرفت جو عدالت کی امداد کے بغیر ضمیر اور رائے کی آزادی کو سلب کرتی ہو ہر حکومت کے دامن پر بدنامی کا دھبہ بن سکتی ہے۔ وہ ملک تہذیب اور تمدن کا دعوے نہیں کرسکتا جس کے سوچنے اور لکھنے والے اس آسانی کے ساتھ سول آزادیوں سے محروم کئے جاسکتے ہوں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آزادی کے بعد بھی انگریز کے زمانہ کی بعض حاکمانہ روایات ہمارے دامن سے لپٹی ہوئی ہیں۔ حکومت کی اونچی سطح پر یہ معاملہ گہری توجہ کا محتاج ہے۔

علم اور ادب کو دنیا کے تمام دوسرے کام کرنے والوں سے زیادہ میدان ملتا ہے۔ اگر یہ میدان وسیع نہ ہو تو قوم کی فکر اور سوجھ بوجھ کا دائرہ تنگ ہو جائے۔ ادیب جب آزادی کے ساتھ لکھ نہ سکیں تو عوام کی فکر مجہول ہو جاتی ہے۔ انسانی خیالات کی کھیتیوں کو پانی دینے والے ادیب اور اہل قلم ہی ہوتے ہیں۔ ان ہی کے چشموں سے یہ کھیت سیراب ہوتے ہیں۔ اگر ان چشموں اور دریاؤں کا بہاؤ محض "انتظامی" کارروائیوں سے روک دیا جائے تو اس میں ملک کے عوام اور جمہوری حکومت دونوں کا خسارہ ہے۔

حکومتوں کو جو غیر معمولی مشکلات پیش آیا کرتی ہیں ان سے ہم ناواقف اور بے پروا نہیں ہیں، لیکن حکومت کو بھی محض ٹکمانہ اقتدار پر بھروسہ کرکے اس بنیادی معاملہ میں ناواقف اور بے پروا نہ ہونا چاہئے۔ اگر ان چشموں کا بہاؤ اس طرح روکا جائیگا تو ملک کی ذہنی ترقی میں سخت رکاوٹیں پیدا ہونگی۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اہلِ قلم کے متعلق اکثر صوبوں کی حکومتوں کا موجودہ مسلک نظر ثانی کا محتاج ہے۔

"وقت کی آواز"

ایک قوم ایک زبان

اگر آپ ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے ایک قوم ہیں تو اُردو لکھنا، اُردو پڑھنا اور اُردو بولنا آپ کا قومی فرض ہے۔ اُردو کا اپنے سپوتوں پر فطری اور پیدائشی حق ہے جو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اُردو کی خدمت کیجئے۔ یہ آپ اس طرح کرسکتے ہیں کہ

۱۔ انجمن ترقی اُردو امروہہ کے ۸ آنے سال کے ابتدائی ممبر بنئے۔
۲۔ انجمن کو چھ روپئے سالانہ مرحمت فرماکر معاون بنئے۔
۳۔ انجمن کو بارہ روپئے سالانہ مرحمت فرماکر انجمن کی سرپرستی قبول فرمائیے۔
۴۔ زیادہ سے زیادہ تعداد میں انجمن کے ممبر بنائیے۔
۵۔ اُردو لکھئے اُردو پڑھئے اُردو بولئے اور بچوں کو اُردو پڑھائیے۔
۶۔ اُردو جونیر ہائی اسکول کھولنے میں ہماری مدد کیجئے۔
۷۔ تمام کاروبار اُردو میں کیجئے اور اُردو کی ہر طور حفاظت کیجئے تاکہ یہ سدا سہاگن رہے۔

(محمد احسان حسین سکریٹری انجمن ترقی اُردو۔ امروہہ)

اُردو ٹیچروں کی فریاد

مکرمی تسلیم۔ حکومت نے محکمہ تعلیم میں اُردو کو آپشنل قرار دیا ہے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایڈڈ اسکولوں اور کالجوں نے اُردو کو ختم کردیا اور اُردو ٹیچروں کو جو کہ ۲۲ سال کے ملازم تھے ملازمت سے الگ کردیا اب وہ گزشتہ مرجولائی سے بے کاری اور فاقہ کشی کی بلا میں ہیں اور ان کے بال بچے مبتلا ہیں اور حکومت خبر گیر نہیں۔

انصاف تو یہ کہتا تھا کہ اُردو ٹیچروں کو کم از کم ایک سال کا موقع دیا جاتا تاکہ وہ ہندی کا کوئی امتحان پاس کر لیتے اور بجائے اردو کے ہندی پڑھاتے لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور ان کو ۸ جولائی ۴۹ء سے معطل کر دیا۔ حکومت سے انھوں نے فریاد کی مگر کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ یا محکمہ تعلیم اُردو کو دیگر زبان قرار دیتا یا ہندی کے ساتھ اُردو کو بھی لازمی قرار دیتا۔

انگریزی کے ساتھ اُردو اور ہندی کا سیکھنا انگریزی حکومت میں ضروری تھا۔ مگر اس دیسی حکومت نے انگریزی اور ہندی کو لازمی قرار دیا اور اُردو کو ختم کیا۔ کانگرس حکومت کے پہلے آٹھویں درجہ تک اُردو پڑھنے والے کے لئے ہندی اور ہندی پڑھنے والے کے لئے اُردو ضروری تھی مگر اس حکومت نے اُردو کو سکنڈ فارم کا بھی درجہ نہیں دیا جس کی باعث اُردو ٹیچر بیکار ہو گئے اور ۲۲، ۲۳ سال کی ملازمت ختم ہو گئی۔

اب بھی اگر حکومت اُردو کو سکنڈ فارم کی حیثیت قرار دے تو جو ٹیچر بیکار ہو گئے ہوں وہ اپنی اپنی جگہ پر جا سکتے ہیں۔ اور ان کی تکالیف دور ہو سکتی ہیں۔

موہن لال سکسینہ۔ ساکن جوہنی ٹولہ لکھنؤ

(قومی آواز)

اپنے دیس کی خبریں

چاند پور ضلع بجنور ۲۰ مارچ کو حکیم آل حسن صاحب کے مکان پر زیر صدارت حکیم صاحب ایک جلسہ ہوا جس میں انجمن ترقی اُردو کی شاخ کے حسب ذیل عہدہ دار منتخب کئے گئے:- حکیم آل حسن صاحب صدر، نواب محمد حسین آزاد، [illegible] ابرار واجد حسن، رؤف، حسین الدین، ضمیر، عبداللہ، ڈاکٹر کرن سنگھ، محمد اکبر، رحمٰن صاحبان و دیگر حضرات اراکین چنے گئے۔ قرار پایا کہ انجمن کا جلسہ ہر مہینے ہوا کرے۔

مظفر پور مظفر پور ضلع اسکول کے اسسٹنٹ ماسٹر کاظم رضوی صاحب راز نے ہندی زبان کے امتحان میں اول درجہ حاصل کیا اور وہ تمام ہندو اساتذہ سے بھی بازی لے گئے۔

الہ آباد لکھنؤ یونیورسٹی کے وائس چانسلر آچاریہ نریندر دیو نے الہ آباد یونیورسٹی بھارتیہ ہندی پریشد کے آٹھویں سالانہ اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ زبان کے مسئلہ کے سیاسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس اہم مسئلہ کو حل کرتے وقت ملک کی پچھلی تاریخ کو بھی سامنے رکھنا پڑے گا۔

آچاریہ جی نے کہا کہ ہندوستان کی وحدت برقرار رکھنے کے لئے ایک قومی زبان بہت ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جنوبی ہند اور دوسرے صوبوں کی خواہشات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے اور کانگرس کے اس وعدہ کو نہیں بھولایا جا سکتا جس میں اس نے کہا تھا کہ وہ برسر اقتدار آنے پر لسانی صوبوں کے خواب کو عملی جامہ پہنائے گی۔

انھوں نے کہا جنوبی ہند کے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شمالی یا ترے لسانی سامراجیت کی حمایت کر رہے ہیں۔ یہ غلط فہمی ہمیں دور کرنا چاہئے۔ ہندی کی بھلائی کے لئے ہمیں صوبائی زبانوں سے ترجمے کرنا چاہئیں اور اپنی زبان کے ادبی سرمایہ کو صوبائی زبان میں منتقل کرنا چاہئے۔ اس وقت یو۔پی میں ہندی کے پرچار کرنے والوں پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ اب ہندی سرکاری زبان ہو گئی ہے۔ ہندی کو مکمل زبان بنانے کے لئے متحدہ کوششوں کی ضرورت ہے لیکن اس میں دوسرے صوبے کے باشندوں کی خواہشات کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ اور مناسب تو یہ ہوگا کہ پورے ملک کے لئے لیکر ایسی زبان بنائی جائے جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔

پریشد نے ایک تجویز کے ذریعہ یونیورسٹیوں پر زور دیا کہ وہ بی اے میں ہندی لازمی کر دیں اور یونیورسٹی کمیشن کے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا کہ یونیورسٹیوں میں ذریعہ تعلیم سرکاری یا قومی زبان ہونا چاہئے اور یونیورسٹیوں سے اس پر فوری عمل کا مطالبہ کیا۔

ایک اور تجویز میں اس بات پر اظہار افسوس کیا گیا کہ ہندی کو ۱۵ سال کے بعد سرکاری زبان مانا جائیگا اور صدر جمہوریہ ہند پر زور دیا کہ اس مدت سے پہلے ہی ہندی کو سرکاری زبان بنا لیا جائے۔

قصبہ مئو ضلع اعظم گڈھ ۲۱ مارچ ۵۰ء کو انوار لائبریری کا سالانہ اجلاس ہوا جس میں حسب ذیل تجاویز پاس ہوئیں۔

(۱) لائبریری کا نام بدل کر پبلک لائبریری کر دیا جائے۔

(۲) اسی لائبریری کا انجمن ترقی ادب کے ساتھ الحاق کر دیا جائے۔

(۳) ۱۵ اپریل ۱۹۵۰ء کو لائبریری کا افتتاح کیا جائے۔

جناب امرناتھ سری واستوا صاحب اثر۔ صدر، شبیر احمد انصاری سکریٹری جناب انوار الحسن صاحب ایم۔ اے۔ نگراں

اور جناب محمد شفیع صاحب خازن منتخب ہوئے۔

۲۶ مارچ سنہ ۵۰ء کو زیر صدارت جناب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اعظم گڑھ انجمن ترقی ادب کی جانب سے مشاعرہ کوی سمیلن ہوا تقریباً ۲۰ شعراء نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔ جن میں قابل ذکر منظر پیا۔ س. فطرت لکھنوی۔ امرناتھ سری واستو آشفتہ نیر اور زخمی ہیں۔

امروہہ احسان حسین صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو امروہہ اطلاع دیتے ہیں :-

انجمن ترقی اُردو امروہہ کی زیر نگرانی امروہہ میں اُردو کالج کھل گیا ہے۔ جس کے لئے قابل اساتذہ کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔ ادیب، "ادیب ماہر، ادیب کامل" کے درجات کھولدیئے گئے ہیں اور داخلہ شروع ہوگیا ہے۔ سال گذشتہ جو طلبا شریک امتحانات ہوئے تھے اُن کے شاندار نتائج (۹۰ فی صدی) برآمد ہوئے ہیں۔ امتحانات کے لئے انجمن کی کوششوں سے امروہہ مستقل سینٹر (امتحان گاہ) ہوگیا ہے۔ معمولی خرچ کے بعد اُردو کے اعلیٰ امتحانات پاس کئے جاسکتے ہیں۔

بمبئی پبلک اور نجی اردو پرائمری اسکولوں میں اُردو کی درسی کتابوں کے متعلق جو احکام حکومت نے نافذ کئے تھے اُن پر اب نظرثانی کی گئی ہے۔ اور اب اُردو کی درسی کتابیں بھی استعمال کی جاسکیں گی۔

حیدرآباد حیدرآباد۔ ۱۹ مارچ کیٹی وکلا، ریاست حیدرآباد نے اپنی ایک منظورہ قرارداد کو مختلف انجمنوں اور اداروں کے نام روانہ کیا ہے تاکہ عدالت کی زبان کے بارہ میں عوامی رجحان معلوم کیا جائے۔ قرارداد کی نقول صدر جمہوریہ ہند راجپرمکھ حیدرآباد چیف منسٹر اور چیف جسٹس حیدرآباد کے پاس بھی روانہ کی گئی ہے۔ قرارداد حسب ذیل ہے:- "ہندوستان میں انگریزی کاروبار ہونے کی وجہ انگریزوں کی حکومت تھی مگر انھوں نے یک لخت اپنی زبان کو اس ملک میں رائج نہیں کیا بلکہ اس کو بتدریج رواج دیا۔ ان سے پہلے ملک کی زبان فارسی تھی اس لئے انھوں نے بھی ابتداءً اسی زبان کو قائم رکھا اور رفتہ رفتہ دیگر ملکی زبانوں کے ساتھ ساتھ اپنی زبان کو ترقی دی۔ موجودہ حکومت ہندی زبان کو رائج کر رہی ہے اور انگریزی کے ختم ہونے پر پھر ہندی زبان میں کاروبار کو جاری کرنے میں مزید مشکلات پیش آئیں گی اور پندرہ سال میں حیدرآبادی جنتا کو دو زبانوں پر عبور حاصل کرنے پر مجبور کرنا ہوگا۔ اُردو زبان کو یک لخت ختم کر دینے سے بیروزگاری میں بھی اضافہ ہوگا۔ اس بیروزگاری کے شکار ملک کے جملہ طبقات بلالحاظ ملت و قومیت ہوں گے ان حالات میں مناسب یہ ہے کہ جس طرح ہندوستان میں انگریزی کو قایم رکھتے ہوئے ہندی زبان کو رواج دینے کی کوشش کی گئی ہے اسی طرح حیدرآباد اسٹیٹ میں اُردو زبان کو قایم رکھتے ہوئے ہندی زبان کو رواج دیا جائے اور اسی طرح دستور ہند کے دفعہ (۳۴۸) ضمن (۲) کے مطابق عمل کیا جائے جس میں راج پرمکھ کو اختیار دیا گیا ہے کہ بمنظوری صدر جمہوریہ ہند اپنی اسٹیٹ میں موجودہ دفتری زبان کو قایم رکھے۔"

(مملکت۔ حیدرآباد)

مختصر رپورٹ انجمن ترقی اُردو امروہہ

آج سے تقریباً دس سال قبل سنہ ۱۹۴۰ء میں جبکہ کل ہند انجمن ترقی اُردو (دتی) میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کے ساتھ اور پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی کی سرپرستی میں اُردو کا کام ہورہا تھا اس وقت میری خواہش ہوئی کہ امروہہ میں بھی جو گہوارہ ادب رہا ہے انجمن ترقی اُردو کا قیام عمل میں لایا جائے، حالات نامساعد ہونے کے باعث سنہ ۱۹۴۰ء میں تو نہیں لیکن سنہ ۱۹۴۲ء میں انجمن قایم کرنے میں کامیابی ہوئی اور کام ہوتا رہا۔ عثمانیہ لائبریری قایم کی گئی جس میں اُردو ادب کا ڈھائی سو معیاری کتب کا ذخیرہ ہے۔ مرکز تعلیم قایم کیا گیا جو کامیاب ہے، بالغوں کے لئے شبینہ مدرسہ قایم کیا ۱۴ طلبا کامیاب ہوئے یہ ادارے بلا امداد غیرے قایم ہوئے جو انجمن ترقی اُردو کی مقصد براری کی عملی شکل ہیں اس کے علاوہ متعدد محافل مشاعرہ و مناثرہ کا انعقاد ہوا سنہ ۱۹۴۷ء میں فسادات کے باعث مرکزی انجمن ختم ہوگئی اور اس کے بُرے اثرات شاخوں پر بھی پڑے۔ جس سے امروہہ شاخ بھی محفوظ نہ رہ سکی اور کام میں رکاوٹ پڑگئی اب سنہ ۱۹۵۰ء سے چند جواں ہمت ہمدردان اُردو کے جذبۂ ایثار اور اردو کے لئے بلند ارادوں کے حامل حضرات خصوصاً پروفیسر مولوی تہمبرداس صاحب بھٹناگر

منشی مٹھن لال صاحب سکسینہ اور مولوی عزیز احمد صاحب عباسی وغیرہ کی مساعی سے انجمن کو نئی زندگی حاصل ہو گئی ہے اور یہ انجمن کے مجدد حضرات قابل صد شکریہ ہیں جناب زبیری صاحب کی خدمات بھی قابل فراموش نہیں۔ انجمن کی کارگزاری مختصراً یہ ہے کہ

(۱) گرلز اسکول امروہہ میں اُردو جاری کرائی گئی۔

(۲) سپرنٹنڈنٹ تعلیم میونسپل بورڈ سے اسکولوں میں اُردو پڑھائے جانے کی سفارش کی گئی۔

(۳) جامعہ اُردو کے امتحانات کا سینٹر امروہہ میں قایم کرایا گیا جس کے پہلے امتحان کے شاندار نتائج ۹۰ فیصدی طلبا کی کامیابی کی صورت میں نکلے۔

(۴) جامعہ اُردو کے امتحانات کی تعلیم کا نہایت معقول انتظام انجمن کی جانب سے کیا گیا۔

المشتہر۔ محمد احسان حسین جنرل سکرٹری انجمن ترقی اُردو امروہہ

جامعہ نگر۔ دہلی

جناب عبدالحلیم صاحب ندوی کی صدارت میں سہ پہر ½ ۳ بجے غفار منزل میں انجمن تعمیر پسند مصنفین کا جلسہ ہوا۔ شرکا کی تعداد کوئی ۲۵ سے زائد تھی۔

ایجنڈا کے مطابق سب سے پہلے صادق صاحب نے قرآنی ادب پڑھ کر سنایا۔ جناب خالدی صاحب نے ایک نعت اور ایک نظم آخری تمنا' سنائی۔ جو پسند کی گئیں۔ زین العابدین صاحب نے ایک سنجیدہ مقالہ بعنوان 'تعمیری ادب' پڑھ کر سنایا۔ تشریح طلب امور پر مقالہ نویس نے مزید روشنی بھی ڈالی۔ اس طرح واضح طور پر تعمیری ادب کا نقشہ شرکا کے ذہن میں آسکا۔ ناظم انجمن اکمل یزدانی صاحب نے اپنی ایک نظم 'زندہ لاش' سنائی۔

پروفیسر قیصر زیدی نے اپنی ایک پرانی نظم بعنوان "سائلہ" سنائی جو ایک خاص واقعہ سے متاثر ہو کر کہی گئی تھی۔

اکمل یزدانی صاحب نے ایک مقالہ پڑھا جس کا عنوان تھا تعمیری شاعری و شاعری کی بنیادی قدریں"

انجمن کی نئی کتابیں

گذشتہ تین چار مہینوں کی ابتدائی مشکلات سے کشتی لڑنے کے بعد اب انجمن کی نئی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے پہلی کتاب' آصف علی صاحب (گورنر اڑیسہ) کی تصنیف۔

(۱) "پرچھائیں"

ہے' جو بمبئی کے کیو پریس نے اعلیٰ درجہ کے ٹائپ سے اعلے درجہ کے کاغذ پر چھاپی ہے۔

ان اوراق میں آصف علی صاحب نے ایک نئے انداز سے زندگی کے وجدان کی نقش آرائی کی ہے۔ وہ اپنے فلسفہ کو وجدانیات کی ایسی سرحدوں تک لے گئے ہیں جہاں منطقی ادکا کے پر جلتے ہیں۔

آصف علی صاحب کی ادبی زندگی کے مشاغل سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احمد نگر کے قلعہ میں انگریزی سرکار کی طویل مہمان نوازی نے انہیں سیاسی خلفشار سے یکسو ہو کر خیال اور فکر کی اس دنیا میں قدم رکھنے کا موقعہ دیا جس سے اپنی ابتدائی زندگی کے بعد وہ جدا ہو چکے تھے۔ احمد نگر کے قلعہ میں وہ ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے اور وہاں سے ایک نازک خیال ادیب کے روپ میں باہر آئے۔ سیاست کی صہبائے تلخ کا کیف بے اختیار انہیں وجدان کی ان ہری بھری وادیوں سے بہت دور لے گیا' بارے اب جو وہ اس طرف واپس آئے تو اردو ادب کی دنیا کے لئے چند تحفے ساتھ لائے یہی تین تصانیف ہیں جو موصوف نے انجمن کو عنایت کی ہیں' یہ پہلی کتاب ہے جسے ہم شائع کر رہے ہیں۔

دوسری کتاب جو عنقریب شائع ہوگی

(۲) مہاتما جی اور قومی زبان

ہے جس میں مہاتما جی کی اُن تمام تحریروں اور تقریروں کے خلاصے جمع کئے گئے ہیں جن سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ کس طرح قومی زبان کے مسئلہ پر مہاتما جی کے خیالات درجہ بدرجہ پختہ ہوئے۔ شروع سے آخر تک ہم نے اس مسئلہ پر مہاتما جی کے خیالات کا وہ ارتقا تاریخ وار پیش کیا ہے جس کی آخری منزل "دونوں رسم خط میں ہندستانی زبان" کا نظریہ تھا جس کے لئے آخری دم تک مہاتما جی کوشش کرتے رہے۔ آخر میں اس دنیا کا یہ ایک روزنامچہ ہے جو آج بھی اپنے اندر وہی روشنی رکھتا ہے جو ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو…

رکھتا تھا۔ جو کوئی آج بھی یہ سوچنا چاہے کہ بھارت کے باپو نے ہندستان کے تہذیبی اتحاد کا کیا نقشہ بنایا تھا اور کیوں بنایا تھا اُس کے لئے ان اوراق میں بہت کچھ ہے۔ لیکن جو لوگ مہاتما جی کو بھول چکے اور صرف رسماً یا دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے اُن کا نام لیا کرتے ہیں وہ اس کتاب کو ہاتھ بھی نہ لگائیں۔

انجمن نے خوشنما حیدرآبادی ٹائپ میں یہ کتاب چھپوائی ہے۔

قیمت { "پرچھائیں" چار روپے
"مہاتما جی اور قومی زبان" پانچ روپے

مہتمم۔ انجمن ترقی اُردو۔ (ہند) علی گڑھ

چند اور کتابیں

نورالرحمٰن ترجمہ و تلخیص کتاب انوار الرحمٰن مصنفہ مولانا محمد نور اللہ صاحب مترجم و ناشر مولوی نورالرحمٰن صاحب (بچھرایوں)۔

"انوار الرحمٰن" فارسی زبان میں پہلی بار ایک صدی پہلے ۱۲۶۳ھ ہجری میں شائع ہوئی تھی اور اُس کے بعد اُس کی کئی اشاعتیں ہو چکی ہیں۔ اس کتاب کا موضوع مولانا شاہ عبدالرحمٰن موحد لکھنوی کے حالات زندگی اور ملفوظات ہیں۔ غالباً اس نوع کی یہ پہلی کتاب ہے جو ایک صدی پہلے شائع ہوئی اُس کے بعد بزرگان دین کی جو ملفوظات بکثرت شائع ہوتی رہیں اُن سب میں اسی کتاب کی تقلید کی گئی۔ اس طرح ملفوظات کے لکھنے کا ایک خاص ڈھنگ پیدا ہو گیا۔ قابل مترجم نے اس کے ضروری اجزا کو فارسی سے اُردو میں منتقل کر کے اُردو لٹریچر میں بھی اس موضوع کی ایک بہترین کتاب کا اضافہ کیا ہے۔

راہِ وفا عراق، شام، فلسطین، مصر اور حجاز کے سفر کا روزنامچہ۔ جس کو مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب وفاؔ ڈبائیوی نے مرتب کیا۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

ملنے کا پتہ۔ قریشی اینڈ کو چوک بازار۔ علی گڑھ

یہ سفرنامہ ان لوگوں کے لئے بہت ہی مفید ہے جو کعبۃ اللہ شریف کی زیارت اور مدینہ منورہ کی خاک بوسی کرنا چاہتے ہیں یا اسلامی ملکوں کے سفر کا ارادہ رکھتے ہیں۔

وفا کا پیام پاکٹ سائز پر ایک جزو کا رسالہ ہے، جس حاجی الحرمین مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب وفاؔ ڈبائیوی نے اپنی صاحب زادی کو جہیز کے ساتھ دیا ہے اس میں کام کی باتوں کے علاوہ نصیحتوں کی ایک مالا بھی ہے جس میں تیس موتی ہیں۔

فریادِ مسلم وفاؔ صاحب کی ایک جذباتی نظم ہے جس میں بادِ سحر کے ذریعہ سلطانِ مدینہ کی خدمت اپنی بدحالی۔ شکست پائی اور دوسرے حالات کھلوائے گئے ہیں۔

روحِ رواں ڈبائی ضلع بلند شہر کے ایک مشاعرے اور مناظمے کی روداد ہے۔ جس کو وفاؔ صاحب ڈبائیوی سکریٹری مشاعرہ نے ترتیب دیا ہے۔ کتاب پر قیمت درج نہیں ہے۔ "ارشاد بک ڈپو۔ موتی مسجد علی گڑھ" سے مل سکتی ہے۔ یہ مشاعرہ اُردو کے مشہور شاعر جگت موہن لال رواںؔ آنجہانی کی صدارت میں ہوا تھا۔

سمن زار (مرتبہ شاکر اورنگ آبادی۔ نشرگاہ ادب۔ ناگپور قیمت دو روپے) ان اوراق میں صوبہ متوسط و برار کے ایسے شعرا کے مختصر حالات اور کلام کے نمونے جمع کئے گئے ہیں جن کی شہرت زیادہ تر صوبہ ہی تک محدود ہے۔ جیسا کہ شاکر صاحب نے اپنے پیش لفظ میں بتایا ہے اس مجموعہ کی اشاعت کا مقصد یہ بتایا ہے کہ یہ عام خیال کہ اس صوبہ میں شعر و سخن اور ادب کا ذوق کم ہے صحیح نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال غلط ہے اور ہم جانتے ہیں کہ سی۔ پی کے صوبہ میں نوجوانوں کی ایک جماعت اردو ادب اور شاعری کی خدمت کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں۔ اس کتاب کی اشاعت اس لحاظ سے یقیناً مفید ہے کہ وہ ہندستان کے ادبی حلقوں کو صوبہ سی۔ پی کے ادیبوں اور شاعروں سے روشناس کرتی ہے۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ مسلمان اسے ہر غیر مسلم لائبریری، اسکول اور تمام ممتاز غیر مسلم افراد تک پہنچا دیں قیمت غیر مجلد ۱۲؍ مجلد ۱؎

قصرِ بلند از ایچ۔ ایچ۔ امام اکبر آبادی صاحب مطبوعہ شمسی مشین پریس آگرہ۔ ترقی پسند نظر سے مطالعہ قرآن کی یہ ایک کوشش ہے جس کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم اوہام کو قرآن کی تعلیمات سے رد کیا جائے اور عوام کو قرآن کی حقیقی تعلیم سے روشناس کیا جائے اس بحث میں بعض ایسی باتیں کہی گئی ہیں جو عام طور پر کہی جاتی ہیں مگر غلط فہمیاں پیدا کرتی ہیں مثلاً یہ کہ قرآن کریم میں "تقریباً وہ سب کچھ موجود ہے جو آج سائنس پیش کر رہا ہے" قرآن کی حقیقی تعلیمات بلاشبہ ان خیالات اور توہمات سے بالاتر ہیں جو لکیر کے فقیر پیش کرتے ہیں، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم نے زندگی کی اخلاقی قدروں کا تعین کیا ہے لیکن انسانی خیالات اور سائنس کے ارتقا کی تفصیلات کو انسانی عقل کی گرہ کشائی کے لئے چھوڑ دیا ہے اس قسم کے دعوے سے غلط فہمی یہ پیدا ہوتی ہے کہ سائنس کی جدید تحقیقات کی بھی قرآن کریم نے صراحت کر دی ہے حالانکہ قرآن کریم کی بنیادی اور اصولی حیثیت کو ایسی غلط فہمیوں سے صدمہ پہنچتا ہے۔ "قصرِ بلند" کے اس رجحان سے قطع نظر ان اوراق میں کلام مجید کی ترجمانی کے بعض پہلو بہت بصیرت افروز ہیں۔ لیکن انداز تحریر زیادہ تر خطیبانہ ہے اور مضامین کی ترتیب میں بھی انتشار کی کیفیت نظر آتی ہے۔ مبحث اتنا وسیع ہے کہ اس کے لئے ڈیڑھ سو صفحے کی یہ چھوٹی سی کتاب بالکل ناکافی ہے۔ اور یہ مبحث نازک بھی اتنا ہے کہ اسے اختصار کے ساتھ پیش کرنا غلط فہمیاں پیدا کر سکتا ہے۔ بہرحال قرآن کریم کے زیادہ گہرے مطالعہ کے لئے "قصرِ بلند" کی حیثیت ایک پیش لفظ کی حیثیت ہے۔ جس میں اس مطالعہ کے لئے ایک نئے اور ضروری پہلو کی نشاندہی کی گئی ہے۔

اسلام کا پریچیہ اس کتاب میں بہت مفید موضوعات پر بحث کی گئی ہے، مثلاً (۱) اسلام کی حقیقت (۲) اسلام دین فطرت ہے (۳) اسلام بنی نوع انسان کا مشترکہ دین ہے (۴) اسلام کے تین بنیادی عقائد (۵) ایمان باللہ (۶) ایمان بالرسول (۷) ایمان بالآخرت (۸) اسلام میں عبادت (۹) اسلامی عقائد کے اثرات (۱۰) اسلام میں اکراہ نہیں (۱۱) اسلام اور جنگ۔ ہندی زبان میں ہر قسم کے لٹریچر کی اشاعت بلاشبہ بہت سی غلط فہمیوں کو رفع کرنے کا ذریعہ ہو سکتی ہے قیمت ایک روپیہ

رحمت اللعالمین از مولانا قاضی سلیمان منصور پوری کی بلند پایہ اور اہم کتاب کا ہندی ترجمہ۔
یہ کتاب وقت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ قیمت چار روپیہ۔

ہندی ماسٹر حصہ اوّل یہ ہندی سیکھنے کا قاعدہ ہے۔ اس قاعدے میں حروف اعراب اور دوسرے مسائل اردو کے طریق پر سمجھائے گئے ہیں، اس لئے اردو کی مدد سے بغیر استاد چند ہفتوں میں ہندی سیکھ لی جا سکتی ہے۔ قیمت صرف ۶/

ہندی ماسٹر حصہ دوم اس حصے میں مشق کے مضامین دئے گئے ہیں جو نہایت سادہ اور سہل ہیں۔ قیمت ۴/

ہندی ماسٹر حصہ سوم اس حصے میں ہندی گرامر کی ضرورت بھی بڑی حد تک پوری کر دی گئی ہے۔ اس میں لغات کا بھی ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ قیمت ۱۲/

ہندی اردو لغت اس لغت کے دو حصے ہیں حصہ اوّل میں ہندی الفاظ اور اردو معانی ہیں، ہندی کے کسی لفظ کے معنی دیکھنا ہو تو اس میں دیکھئے۔ حصہ دوم میں اردو الفاظ اور ہندی معانی ہیں اس لئے کسی اردو لفظ کی ہندی معلوم کرنا ہو تو اس حصے سے کام لیجئے دونوں حصوں کے زیادہ تر الفاظ الگ الگ ہیں، ان میں عام ضرورت کے سیاسی معاشرتی مذہبی صنعتی علمی اور سائنٹفک مفرد الفاظ کے علاوہ بیسے مرکب اصطلاحی الفاظ بھی بڑی تلاش و جستجو سے جمع کر دئے گئے ہیں جو اخباروں رسالوں اور کتابوں و دفتروں میں استعمال کئے جاتے ہیں لیکن لغات کی کتابوں میں نہیں ملتے۔ قیمت حصہ اول ۲/ حصہ دوم ۲/
اچھا ہوتا اگر اس لغت میں ہندی کے الفاظ رومن رسم الخط میں بھی دیدئے جاتے۔

ہماری زبان کی زندگی میں پہلا حادثہ

اس پرچہ کو دیکھ کر "ہماری زبان" کے پڑھنے والے سوال کریں گے کہ ہمارا کاغذی لباس یکایک کیوں بدل گیا اور ٹائپ کا روپ لیتھو کے روپ میں کیوں منتقل ہوا ــــــ یہ ایک حادثہ ہے جس کا ذکر کرنے کے ساتھ ہی ایسی باتوں کی طرف بھی اشارہ کرنا پڑیگا جن کا ذکر ان صفحات پر نہ آتا تو اچھا تھا۔

علی گڑھ کے فتنہ وفساد میں جو لوٹ مچی اس میں گویا "ہماری زبان" کے کپڑے لتّے بھی چوری گئے!

صحیح بات یہ ہے کہ بلوہ کے بعد فرقہ پرست اشخاص اور جماعتوں کی طرف سے مسلمانوں کو ڈرانے اور دھمکانے کی جو تدبیریں اختیار کی گئیں اُن کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام مسلمانوں نے جن میں زیادہ تر کاریگر اور پیشہ ور لوگ شامل ہیں، بھیڑ بکریوں کی طرح پاکستان کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ نہ تو حکومت کی دلدہی انہیں روک سکی اور نہ مقامی کانگریس کے یا دوسرے لیڈروں کا اتنا اثر تھا کہ وہ حماقت کے اس سیلاب کو روک سکتا۔ چنانچہ اس بھگدڑ میں سینکڑوں بلکہ ہزارہا کاریگر اور پیشہ ور علی گڑھ سے چلے گئے۔ اُن ہی بھاگنے والوں میں ہمارے وہ کمپوزیٹر بھی تھے جنہیں خاص طور پر حیدرآبادی ٹائپ کمپوز کرنا سکھایا گیا تھا۔ یہ دفعتاً ایک دن بغیر اطلاع کئے غائب ہوگئے اور اس لئے عین وقت پہ کوئی دوسرا انتظام نہ ہوسکا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ علی گڑھ کی لوٹ میں ایک طرح "ہماری زبان" کی دوکان بھی کسی حد تک لُٹ گئی! ناچار عارضی انتظام یہ کرنا پڑا کہ لیتھو میں اخبار چھاپا جائے۔

یہ حالت ہمارے لئے کتنی ہی تکلیف دہ ہو لیکن حیرت انگیز نہیں۔ فرقہ پرستی کے فتنہ کے جو تماشے ہم دیکھتے رہے ہیں اُن کی اب اس قدر عادت ہوگئی ہے کہ جب کبھی کوئی ایسا حادثہ پیش آتا ہے تو ہم شاعر کی زبان سے یہ کہہ کر بس کرتے ہیں کہ

میرے دریائے بیتابی میں ہے ایک موجِ خون یہ بھی!

یہ سب تو زہر آلودہ ذہنوں اور دماغوں کے لازمی نتائج ہیں جو پیدا ہو رہے ہیں۔ خدا کے نیلے آسمان کے نیچے اس وقت کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس جنون کی آگ کہاں تک پھیلے گی اور ہمارے ملک کی آزادی جمہوریت کے نقشے اس فتنہ کا کب تک مقابلہ کرسکیں گے لیکن جس کسی کے دل میں اپنے وطن کی آزادی کا پرچم زندہ ہے وہ تو اس فتنہ کو رفع کرنے کے لئے اپنی جان کی بازی لگائے گا اور بزدلوں کی طرح بھاگنے کے بجائے اپنی جگہ پر ہر خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے جما رہیگا۔ ملک میں ایسے لوگوں کی تعداد کچھ کم نہیں ہے اس لئے ہم آج بھی ہر طرف چھائی ہوئی تاریکی میں روشنی کی کرنیں دیکھ رہے ہیں۔

"ہماری زبان" ہر حال میں اور ہر قیمت پر جاری رہیگا اور اُس کے لباس کی یہ تبدیلی محض عارضی ہے۔ اس ناگہانی حادثہ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ انجمن بغیر اپنے پریس کے اپنا کام پوری طرح نہیں کرسکتی۔ ابتدائی تنظیم کے مرحلوں کو طے کرکے ہمارا پہلا کام یہی ہونا چاہیئے کہ انجمن کا ایک پریس قایم کیا جائے۔

(منیجر۔ ہماری زبان)

باہتمام سید اعجاز علی (علیگ) منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلیشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علیگڈھ سے شائع کیا۔

P. O. REG. NO. A 922

جلد ۸ | یکم مئی ۱۹۵۰ء | مدیر - قاضی عبدالغفار | ۱۴ رجب المرجب ۱۳۶۹ھ | نمبر ۹

کچھ اپنی باتیں

شاخسانے

ملک کے دستور میں زبان کا مسئلہ طے ہو جانے کے بعد اس مسئلہ سے کچھ کم اہم وہ شاخسانے بھی نہیں ہیں جو اب پیدا ہو رہے ہیں۔ حال ہی میں حکومت بمبئی نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ جن مدارس میں سندھی زبان پڑھائی جاتی ہے وہاں اس زبان کی تعلیم کے لئے دیوناگری رسم الخط اختیار کیا جائے۔ اس خبر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حکومت بمبئی کا یہ فیصلہ حکومت ہند کے اس فیصلہ پر مبنی ہے کہ سندھی زبان کا رسم الخط عربی کے بجائے دیوناگری ہونا چاہیئے۔

اگر یہ خبر صحیح ہے تو حکومت بمبئی اور مرکزی حکومت کے اس فیصلہ کے نتائج پر تمام ایسے لوگوں کو جن کی مادری زبان کا رسم الخط دیوناگری سے مختلف ہے بہت سوچنا اور غور کرنا پڑے گا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جو عمل بمبئی میں سندھی زبان پر آزمایا جائیگا وہی دوسرے صوبوں میں دوسری زبانوں پر بھی شروع ہوگا۔

حکومتوں کے لئے تو شاید یہ سوال محض انتظامی ہو لیکن ذرا اس کی گہرائی میں جائیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ عوام کے لئے تو یہ ایک بہت بڑا بنیادی سوال ہے اس لئے کہ اس کا بہت گہرا تعلق مختلف علاقوں اور زبانوں کے قدیم ادب اور قدیم تہذیب سے بھی ہے۔ اگر زبانوں کا رسم الخط بدل گیا تو اُن کے قدیم اور بنیادی ادب سے نئی نسلوں کا تعلق ختم ہو جائیگا اور نئی نسلیں اپنی مادری زبان کی روایات سے ناواقف رہیں گی آئندہ زبانوں کی عمارتیں ایسی عمارتیں بن جائیں گی جن کی بنیادیں ہی نہ ہوں۔ کوئی ادب اپنے قدیم ذخائر سے بے تعلق ہو کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس طرح گویا ماضی سے ہماری نئی نسلوں کا رشتہ کاٹا جا رہا ہے اور یہ ایک بہت ہی خطرناک منصوبہ ہے۔ یہ ایک ایسا انقلابی منصوبہ ہے جس کے فائدے اگر کچھ ہیں تو اس کے نقصان سے بہت کم ہیں۔

ملک میں تہذیبی اور قومی یکسانیت اور ایک مشترکہ تہذیب پیدا کرنے کے لئے اگر اس فیصلہ کو ضروری سمجھا گیا ہے اور رفتہ رفتہ ملک کی دوسری زبانوں پر بھی یہ فیصلہ عائد ہونیوالا ہے تو ذرا ایک لمحہ توقف کرکے یہ بھی تو سوچنا چاہیے کہ تمام ایسی زبانوں کے (جن میں سے بعض بلاشبہ بہت ترقی یافتہ ہیں) قدیم ادب کو ختم کرکے کتنی بڑی قیمت اس منصوبہ کی ادا کی جائیگی جو بغیر اس قربانی کے بھی تکمیل پا سکتا ہے ——

اگر اس قدر عجلت نہ کی جائے اور ٹھہر ٹھہر کر اور سوچ سمجھ کر قدم اُٹھایا جائے۔

دنیا میں ایسے ملک بھی ہیں جہاں عام طور پر دو دو رسم الخط رائج ہیں۔ اسی طرح ہندستان میں بھی دو لکھاوٹوں کا رائج رکھنا کسی مشترک کلچر اور تہذیبی اتحاد کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتا۔ مہاتما گاندھی تو بیک وقت دو لکھاوٹوں کا سکھانا بہت آسان سمجھتے تھے اور اپنی تحریروں اور تقریروں میں بار بار اسی بات پر زور دیا کرتے تھے — لیکن اب ہم گاندھی جی کا نام کیوں لیں؟ حالات کچھ ایسے ہیں کہ وہ نام تو موجودہ ہنگامہ میں کسی بات کی بھی سند نہیں ہو سکتا!!

ہندستان کے دستور کی دفعہ ۲۹ میں مختلف علاقوں کے لوگوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی مادری زبان کی حفاظت اور سیوا کریں۔ یہ ایک بنیادی حق ہے جسے تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن حکومت بمبئی کا یہ فیصلہ اس بنیادی حق میں مداخلت کرتا ہے۔ ذرا اس فیصلہ کی سطح کو کریدئے تو معلوم ہوتا ہے کہ تعلیمی نظم و نسق کے اس بظاہر رسمی اور معصوم حکم کے اندر مقامی زبانوں کے قدیم خزانوں کی بربادی کا سامان موجود ہے۔ دستور کی دفعہ ۲۹ اور اس حکم کو سامنے رکھ غور کیجیے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ایک ہاتھ سے دیا گیا وہ دوسرے ہاتھ سے واپس لیا جا رہا ہے۔ سندھی یا کسی دوسری زبان کی حفاظت اور سیوا کا موقعہ ہی کیا باقی رہتا ہے جب بچے اپنی مادری زبان کے قدیم ادب سے بے خبر اور محروم ہو جائیں گے اور جب رسم الخط کو بدل کر ادب کی ان بنیادی روایات سے اُن کی دلچسپیاں ختم کر دی جائیں گی۔ اگر زبانوں کے درختوں کو اُن کی جڑ سے الگ کر کے بھی سرسبز رکھا جا سکتا ہے تو وہ تدبیر ہمیں معلوم نہیں!

کہنے کو تو شاید یہ بھی کہا جا سکتا ہے — آج کل بہت سی ناقابل قیاس باتیں سرکاری اقتدار کے بھروسہ پر کہدی جایا کرتی ہیں — کہ ایسی زبانوں کے قدیم ادب کو بھی دیوناگری میں منتقل کر دیا جائیگا۔ لیکن کون یقین کر سکتا ہے کہ ہندستان کی کم از کم دس بارہ ترقی یافتہ زبانوں کے قدیم ادب کو اس طرح منتقل کیا جا سکتا ہے۔ ایسا ہو گا بھی تو شاید ہمارے بچوں کے پوتوں کے زمانہ میں اُس کی تکمیل ہو سکے — درحقیقت یہ تو اہل سیاست کی طفل تسلیاں ہیں۔ صاف بات تو یہ ہے کہ اس وقت جن لوگوں کو سوچنا چاہیے وہ سوچتے ہی نہیں یا پھر دوسری تمام زبانوں کو ختم کرنے کے لیے پچھلے دروازوں کے راستے پیدا کئے جا رہے ہیں تاکہ کہنے کو تو دستور کے بنیادی اصول بھی قایم رہیں لیکن علاقہ داری زبانوں کے کفن دفن کا بھی پورا پورا انتظام ہو جائے۔

اگر فوراً ہی اس ٹیڑھی چال کو نہ روکا گیا تو علاقہ داری اور اقلیتوں کی زبانوں کے لئے اس سمت میں بہت بڑا خطرہ درپیش ہے۔

ہلکے ہلکے اشارے

— میسور اسمبلی میں ایک ممبر صاحب نے بجٹ پر بحث کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ ریاست کے اردو اسکولوں کو جن پر تقریباً دس لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے بند کر دیا جائے۔ وزیر اعظم نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔

— لیکن سوال یہ ہے کہ صرف اُردو ہی کے سکول کیوں بند کئے جائیں۔ اگر قومی وحدت اور توحید کا تصور پیش نظر ہے تو پھر سوائے سرکاری زبان کے ہر دوسری زبان کے مدرسوں کو بند کر دیا جائے اور صاف کہدیا جائے کہ زبان تو صرف ایک ہی رہیگی — جنوبی ہند کی زبانوں کی حفاظت کے متعلق مرکزی پارلیمنٹ میں اتنی تسلیاں دی جا چکی ہیں کہ اب ذرا یہ کام آسان نہیں۔ درحقیقت ان زبانوں کی پوری پوری حفاظت کے وعدے ہی کی بنا پر جنوبی ہند کے ممبران پارلیمنٹ کا ووٹ ہندی کے حق میں حاصل ہو سکا تھا! — فی الحال وہ زبانیں تو یوں محفوظ ہوئیں اب رہی ایک اُردو زبان تو یوں سمجھئے کہ اُس کا تو اس وقت وہی حال ہے جیسے پرانے مکتبوں میں ملّاجی کسی ایک بچے کو اپنی مرمت کے لئے مخصوص کر لیا کرتے تھے تاکہ اُس کی گوشمالی سے باقی لڑکے بھی ڈر جائیں!۔

— شیعہ کانفرنس کے محترم صدر سید سلطان احمد نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ: "اپنی حیثیت سے ہندی کو ملک

نئی صدی

جالندھر اور دہلی سے نند لال عیش صاحب یہ ماہوار رسالہ شائع کرتے ہیں۔ ہمارے پڑھنے والوں کو شاید یہ معلوم کرکے تعجب ہو کہ مشرقی پنجاب میں اب بھی اردو زبان کے پریمی موجود ہیں اور اپنا کام کر رہے ہیں۔ لیکن ہمیں تعجب نہیں ہوا، اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری زبان کی جڑیں بہت گہری ہیں اور اس کا پھیلاؤ ایسا نہیں کہ سیاسی جھگڑے اسے ختم کر سکیں۔ حال ہی میں امرتسر کے سکھ بھائیوں نے وہاں انجمن کی ایک شاخ قائم کی ہے اور مشرقی پنجاب کے مختلف مقامات سے اردو کے اکثر پریمی ہمیں ایسے خطوط لکھ رہے ہیں جس سے ہماری ہمت افزائی ہوتی ہے۔ نئی صدی کے قابل اڈیٹر جس قوت کے ساتھ اردو زبان کی حمایت کر رہے ہیں اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ انجمن کے لئے شمالی ہندستان میں بھی کام کرنے کا میدان کتنا وسیع ہے۔ نئی صدی کی اشاعت سے ہم اڈیٹر کے حسب ذیل خیالات نقل کرتے ہیں:-

"......سوال محض یہ ہے کہ اردو کا کیا بنے گا۔ کیا اسے محض اس لئے ملک بدر کر دیا جائے گا کہ پاکستانیوں کے رویہ کے باعث ہمارے دل میں اس کے لئے نفرت پیدا ہو گئی ہے اور اس نے ہندی کی سوکن کی سی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہندی اپنی جگہ پھلے پھولے۔ لیکن اردو کو بھی زندہ رہنے کا موقعہ دیا جائے اور ہندستانی زبان جہاں دیوناگری لپی میں لکھی جائے۔ وہاں اردو لپی میں بھی چلتی رہے۔ بدقسمتی سے فضا ایسی پیدا ہو چکی ہے کہ اردو کے حق میں کہی گئی کوئی بات کسی کو اچھی نہیں لگتی۔ یہ آواز کتنے بھی زور سے اٹھائی جائے صدا بصحرا معلوم ہوتی ہے اور اس پہ پاکستانی دوست ہیں کہ وہ آئے روز کوئی نہ کوئی ایسی بات کہہ دیتے ہیں کہ اردو کے حامی خود بخود بے بس ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی یہ دلیل کمزور پڑ جاتی ہے کہ اردو کوئی غیر ملکی زبان نہیں یا اردو کوئی غیر ملکی رسم الخط نہیں۔ جس طرح غیر ممالک سے آئے ہوئے مسلمان صدیوں تک یہاں رہنے کے باعث ایسے ہی ہندستانی بن گئے ہیں جیسے خود ہندو اور جس طرح لیاقت علی کے بار بار چلانے کے باوجود کہ ہندستان کے تین کروڑ مسلمان غلام ہیں وہ سیکولر سٹیٹ میں پوری پوری آزادی سے زندہ ہیں اور انہیں برابر کے شہری حقوق حاصل ہیں۔ اسی طرح اردو کو بھی اس کی حیثیت کے مطابق حقوق دئے جائیں۔ اسے "مسلم مغویہ عورت" نہ سمجھا جائے اور خالص نکاسی جائیداد بھی قرار نہ دیا جائے بلکہ اسے بھی ایک ہندستانی چیز سمجھا جائے جیسے مسلمان پاکستان میں بھی آزاد ہیں اور یہاں بھی اسی طرح جیسے اردو پاکستان میں زندہ ہے اسے یہاں بھی زندہ رہنے دیا جائے اور پھر کروڑوں غیر مسلم بھی تو ایسے ہیں جو اردو میں کاروبار کرتے ہیں بلکہ جن کا ذریعہ روزگار ہی اردو ہے۔ اردو کو ملک بدر کرنے سے ان کو بھی تو بھاری نقصان پہنچے گا اور وہ بھی ملک کا ہی نقصان ہوگا۔"

اردو ادب کی تاریخ کا ایک گوشہ

جو ابھی تک اہل قلم کی توجہ سے محروم رہا ہے۔ ان قدیم چھاپہ خانوں اور مطبعوں کے کارنامے ہیں جنہوں نے ایک زمانہ میں اردو ادب کے دریا بہائے تھے۔ انہوں نے ۱۹ ویں صدی میں اردو ادب کے خزانے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالے اور دونوں ہاتھوں سے تقسیم کئے۔ اس فہرست میں فورٹ ولیم کے بعد پہلا نام نولکشور پریس کا ہے۔ اور پھر کانپور آگرہ اور دلی کے بعض قدیم پریس تھے، جنہوں نے بلا مبالغہ اردو کی ہزاروں کتابیں اور سینکڑوں ترجمے شائع کئے۔ ان چھاپہ خانوں اور ان کے مالکوں کا نام اردو ادب کی تاریخ کے صفحات پر سنہری حرفوں میں لکھا جائیگا۔

عجیب بات ہے کہ ہمارے جن ادیبوں نے اردو ادب کی تاریخ لکھی وہ ان چھاپہ خانوں اور اردو کتابوں کی اشاعت کرنے والوں کو بالکل بھول گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اردو زبان کے ان قدیم محسنوں کے حالات کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ شاید چند ہی پرانے لوگ باقی ہیں جن سے ہم کچھ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

انجمن نے اردو ادب کی تاریخ میں اس کمی کو پورا کرنے کا ارادہ کیا ہے اور یہ سمجھ کر ایسا کیا ہے کہ اگر اب بھی توجہ نہ کی گئی تو چند روز بعد ادب کی تاریخ کا یہ رخ کھوکھلا رہ جائیگا۔

اردو زبان کے ادیبوں اور مصنفین کے حالات تو

کچھ نہ کچھ مختلف اوراق میں جمع ہو چکے ہیں لیکن تاریخ ادب کی تکمیل کے لئے ضرورت ہے کہ قدیم چھاپہ خانوں کے متعلق کافی مواد جہاں سے بھی ملے اور جس طرح بھی ملے حاصل کیا جائے۔ انجمن اس حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کر سکتی کہ ادب کے ہر پہلو کی ترقی کے لئے اس کی قدیم بنیادوں سے ربط قدیم رکھنا کس قدر ضروری ہے۔

لہٰذا یہ استدعا کی جاتی ہے کہ جو اصحاب ان قدیم چھاپہ خانوں کے حالات جمع کر سکیں یا جن کے پاس اس قسم کا مواد جمع ہو وہ ہماری مدد کریں۔ ہر صورت میں اہل قلم کو معقول معاوضہ دیا جائے گا جن اصحاب تک ہمارا یہ پیام پہنچے وہ انجمن کے سکریٹری کو لکھیں اور بتائیں کہ کس حد تک وہ اس کام میں ہماری امداد کر سکتے ہیں۔

ڈیرہ دون میں بزم شعرا

ڈیرہ دون کی اشد ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک بزم شعرا قائم کی گئی ہے۔ جس کے مقاصد یہ ہیں کہ:۔

ڈیرہ دون شہر میں ادبی (ہندی۔ پنجابی۔ اردو اور انگریزی) محفل مشاعرہ کے ذریعہ ہندیونین کی پالیسی اور مقاصد کے مطابق بھارت ورش کو اصلی روپ میں ڈیموکریٹک سیکولر سٹیٹ بنانے کی کوشش کی جائے ہر ماہ میں کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چار محفل مشاعرہ منعقد کی جائیں اور بیرونی شعرا حضرات کو مدعو کرکے مشاعروں کو کامیاب بنایا جائے غریب ادیبوں کی مالی امداد اور ان کے کلام کو شائع کرانے میں مدد دی جائے ہر مشاعرہ کی اچھی اچھی غزلوں کو پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا جائے اور ہر سال کا اچھا پروگرام ایک کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے۔

فی الحال بزم کے انتظام کے لئے اور مندرجہ ذیل اصحاب آنریری کام کریں گے جب تک کہ ممبران اپنے درکرز نہ چن لیں۔

(۱) پریذیڈنٹ شری۔ بی۔ ایس کنول نیو ملٹری ڈیری فارم ڈیرہ دون (۲) آنریری سکرٹری سی۔ بی۔ پریم۔ ایم۔ اے (۳) ڈپٹی سکرٹری (۱) شری اے۔ این بھاٹیہ۔ اراکین شری رام لال۔ شری کیسر داس جی آنریری اکاؤنٹنٹ شری کرشن لال جی بھاٹیہ۔

راقم سی بی پریم (المعروف آتم ڈیرہ دی) ایم اے (الف سی ایس) بی ٹی منشی فاضل

باہتمام عزیز حسین عزیز نیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڑھ سے شائع کیا۔

P. O. RGD. No. A 229

قیمت فی پرچہ دو آنہ — چندہ سالانہ دو روپیہ

جلد ۸ | یکم جون سنہ ۵۰ | اڈیٹر قاضی عبدالغفار | ۲ شعبان ۱۳۶۹ ھجری | نمبر ۱۱

کچھ اپنی باتیں

انجمن کے مقاصد

انجمن کا نیا دور شروع ہونے کے بعد یہ تعجب نہیں اگر انجمن کے حامیوں اور دوستوں کو یہ فکر تھی کہ اب انجمن کن مقاصد کو سامنے رکھ کر اور کن طریقوں اور تدبیروں کو اختیار کر کے میدان میں آئیگی - ملک کے بدلے ہوئے حالات میں یہ فیصلہ ہو جانے کے بعد کہ آزاد ہندستان کی سرکاری زبان ہندی ہوگی اردو کے حامی قدرتاً سوچنے لگے تھے کہ اب اردو کی حفاظت اور ترقی کا کیا ڈھنگ اختیار کیا جائے - بعض گوشوں میں تو اس مسئلہ کے متعلق کسی قدر بےصبری اور بے اطمینانی کا اظہار بھی ہونے لگا تھا - ظاہر ہے کہ انجمن کے اراکین کی سوچی اور سمجھی ہوئی رائے کی اشاعت سے پہلے ہمارے لئے اس مسئلہ پر کسی قطعی بات کے کہنے کا کوئی محل نہ تھا - ہم منتظر تھے کہ انجمن کے اراکین کا پہلا جلسہ عام ہو جائے اور وہ انجمن کے مقاصد اور اصول کار کا کوئی اعلان کر دیں تو اوسی اعلان کو ہم تمام اون استفسارات کے جواب کی صورت میں پیش کر دیں جو ہم سے کئے جا رہے تھے - گذشتہ پہلی مئی کو اراکین کا جلسہ عام منعقد ہوا جسمیں ملک کے مختلف اطراف سے انجمن کے سب سے زیادہ اراکین نے شرکت کی اور بڑی بات یہ ہے کہ تمام فیصلے متفقہ طور پر ہوئے - یہ متفقہ فیصلے اس امر کی ضمانت ہیں کہ انجمن کے معاملات پوری ہم آہنگی اور اتحاد کے ساتھ کام ہوگا - ہمارا یہ کہنا خودبینی پر محمول نہ کیا جائے کہ اسوقت ملک میں اردو کی تحریک کا انجمن ہی سب سے بڑا ادارہ ہے اور وہ اپنی مالی اور دیگر وسایل کی وجہ سے جسقدر موثر طریقہ پر کام کر سکتی ہے کوئی دوسرا ادارہ نہیں کر سکتا - انجمن کے اراکین نے کام کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد جو بنیادی اصول قرار دیے انہیں ہم ذیل میں منظور کردہ میمورنڈم آف ایسوسی ایشن سے نقل کرتے ہیں

....

دفعہ (۲) ۔ انجمن کے مقاصد حسب ذیل ہونگے

(۱) آردو زبان اور آدب کی ترقی اور اوسکی اسان شکل ,,ہندستانی'' پھیلانے کے لئیے ہر ممکن ذریعہ سے کوشش کرنا ۔

(۲) اردو ادب کی معیاری (اونچی) اور عام پسند (اسان) کتابون کو دیو ناگری اور رومن حروف میں منتقل کرنا تاکہ ہندستان کی قومی زبان کی تعمیر میں آردو بھی شریک رہے (۳) دوسری ترقی یافتہ ہندستانی زبانون کی معیاری اور عام پسند کتابون کے ترجمے آردو زبان میں شایع کرنا ۔

(۴) ایسے ادبی اور سائنٹفک رسالون کا شایع کرنا جو انجمن کے مقاصد کے لئیے مفید ہون ۔

(۵) ہندستان کی کسی زبان میں ارٹ سائنیس، ادب اور دوسرے مضامین کی کتابون اور لغت کو مرتب کرنا، تصنیف کرنا، ترجمہ کرنا اور شایع کرنا ۔

(۶) ایک کتاب گھر (پبلیشنگ ہاوس) اور مطبع قایم کرنا ۔ (۷) انجمن کے صدر مقام پر ایک کتب خانہ قایم کرنا اور اوسمین آردو کے قلمی نسخے، نادر کتابین اور ہر زبان کی مطبوعات فراہم کرنا ۔

(۸) دوسرے پبلیشرس اور کتب فروشون کو انجمن کا ایجنٹ مقرر کرنا ۔

(۹) انجمن کی صوبائی شاخین اور ہندستان کے بڑے شہرون میں مرکز قایم کرنا اور شاخون کے کتب خانے اور اسکول قایم کرنے کے لئیے امداد دینا ۔

ان مقاصد کا تجزیہ کیا جائے تو پہلی بات کو یہ واضح ہوتی ہے کہ انجمن نے اس حقیقت کو تسلیم کیہ ہے کہ باوجودیکہ ایک سرکاری زبان معین ہو چکی ہے لیکن قومی اور عوامی زبان کی تعمیر کا کام ابھی باقی ہے اور اوسمین آردو کی اسان اور عام فہم صورت کو وہی حصہ پانا چاہئیے جسکی وہ مستحق ہے اسی لئیے اردو کی اسان صورت کی ترویج اور ترقی پر زور دیا گیا ہے تاکہ ہندستان کی قومی زبان مین آردو ایسے اوسی مقام پر جو اوسے تاریخی حیثیت سے حاصل ہے قایم رہے ۔ اسی نقطہ نظر کے تحت دیوناگری اور رومن رسم الخط مین بھی آردو کی کتابون کی اشاعت کو مقاصد مین شریک رکہا گیا ہے اسی طرح یہ بھی ضروری سمجھا گیا ہے کہ ہندستان کی دوسری ترقی یافتہ زبانون کا لیٹریچر آردو مین شایع کیا جائے تاکہ اوس اجنبیت کی دیوارین توڑی جائین جنھون نے ہندستان کی لسانی اور تہذیبی تقسیم مین الگ الگ ریزرویشن خانے بنادئیے ہین ۔ یہ علیحدگی ایک مشترکہ قومی زبان کی تعمیر مین ہمیشہ حایل رہی ہے ۔ لیکن جب تمام ہندستانی زبانون مین میل جول زیادہ ہوگا تو اس میل جول کا سب سے زیادہ فایدہ آردو ہی کو حاصل ہوگا جو اب بھی اس میل جول کی بہترین اور زندہ مثال ہے انجمن نے اپنے مقاصد مین ملک کے عام حالات اور زمانہ کے تقاضون کو تسلیم کرکے اپنی حقایق شناسی کا ثبوت دیا ہے ۔ اوس نے اب اپنے کام کا میدان اتنا وسیع کرلیا ہے کہ وہ ہر سمت مین اپنا ایک محاذ قایم کرسکتی ہے اوس نے آردو زبان کو ایک جزیرہ بناکر کسی ایک دایرے مین محدود کرنے سے انکار کردیا ہے اور حقیقتاً اپنے اس دعوے کو زیادہ مضبوط کرلیا ہے کہ آردو کی عام فہم صورت ہی ہندستان کی قومی زبان کی مستحکم بنیاد بن سکتی ہے اسکے علاوہ انجمن نے مستقبل

محمود درانی - تابش - درماں - کلیم - مہر وغیرہ حضرات قابل ذکر ہیں -

اس دور میں جب کہ اردو علم و ادب کا سفینہ باد مخالف کے طوفانی تھپیڑوں میں ہچکولے کہا رہا ہے ، اس قسم کے اجتماعات کی اشد ضرورت ہے' یہہ مشاعرہ الیان کی ادبی تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھنے کے قابل تھا - خصوصاً انجمن ترقی تعلیم کلیان سے میری التجا ہے کہ کلیان میں انجمن ترقی اردو کو وجود میں لائیں' اور اس کے ماتحت ایک اردو دار المطالعہ بھی ہو جس کی عوام شدت سے ضرورت محسوس کر رہے ہیں -

بستی

انجمن ترقی اردو کا سالانہ اجلاس زیر صدارت بابو دولت رام استھانا ایڈوکیٹ ایک وسیع شامیانہ میں ۳۰ اپریل کو صبح آٹھ بجے شروع ہوا - صدارتی تقریر کے بعد قاضی محمد عدیل عباسی صدر انجمن ترقی اردو نے رپورٹ کارگزاری پڑھی - مقالات اور نظموں کے بعد جناب حیات اللہ انصاری ایڈیٹر قومی آواز نے ایک معرکہ آرا تقریر فرمائی جس میں آپ نے اردو ادیبوں کی توجہ مہاتما گاندھی کے فلسفہ کی طرف دلائی اور آہنسا نے جس طاقت کا مظاہرہ کیا ہے اس سے ادیبوں کی بے توجہی اور لا علمی پر اظہار افسوس کیا آپ نے فرمایا کہ پندرہ سال قبل پریم چند نے اس جانب رہنمائی کی تھی کہ ادب کو منطق سائنس اور ٹھوس حقیقتوں کا آئینہ دار ہونا چاہئے پہلے لوگوں نے اس کا مضحکہ اڑایا مگر رفتہ رفتہ یہہ خیال مستولی ہوتا گیا ادیب ہر چیز کو جانچتا اور پرکھتا ہے اور کسی چیز کو منطقی دلیل کے بغیر تسلیم نہیں کرتا - دنیا میں کارل مارکس کی تعلیم آئی اور اس نے بنی نوع انسان کی بڑی خدمت انجام دی لیکن اس کے بعد گاندھی کا فلسفہ آیا - اور اس نے دنیا میں ایک نیا انقلاب کیا کہا گیا ہے کہ جادوگر تنکے کو ہلا سکتا ہے تو امکان ہے کہ وہ ہمالیہ پہاڑ کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دے -

جلسہ نے بہ اتفاق رائے یہہ قرارداد منظور کی کہ -

انجمن ترقی اردو کا یہہ جلسہ حکومت ہند کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ اس نے چالیس ہزار روپیہ سالانہ کی رقم اس سال کے لئے انجمن ترقی اردو (ہند) کو بطور امداد عطا فرمائی ہے - اور اپنے صوبہ کی حکومت کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے کہ اسنے اردو کی ترقی و بقا کے لئے صوبہ کی لائبریریوں کو اردو کی معیاری کتابیں فراہم کی ہیں اور نیز اردو کو پرائمری درجات میں ذریعہ تعلیم بنانے اور اونچے درجات میں بطور دیگر زبان تعلیم دیئے جانے کا حکم جاری کیا ہے - یہہ جلسہ ضلع کے حکام تعلیم اور پریسیڈنٹ ڈسٹرکٹ بورڈ بستی سے اپیل کرتا ہے کہ وہ حکومت کے احکام اور منشا کی تعمیل میں ضلع کے پرائمری مدارس میں جو طلباء اردو کو ذریعہ تعلیم بنانا چاہتے ہیں ان کو پوری پوری سہولت دیں اور اس سلسلہ میں جو دقتیں محسوس ہو رہی ہیں ان کو رفع کریں - حسب ذیل قرار داد بھی منظور ہوئی :-

انجمن ترقی اردو بستی کا یہہ جلسہ اردو کے تمام ہمدردوں سے درخواست کرتا ہے کہ وہ ہندی پڑھیں اور سیکھیں اور اس طرح اردو زبان کو اور زیادہ وسیع بنانے کی راہیں پیدا کریں -

یہہ جلسہ تمام پبلک سے یہہ اپیل کرتا ہے کہ وہ ضلع کے اندر انجمن ترقی اردو بستی کی شاخ قایم کریں اور اردو کی تعلیم اور اسکی ترقی کے لئے مکاتب اور دار المطالعہ قایم کریں -

نیز حکومت یو-پی سے اپیل کی گئی کہ وہ ہندستانی اکاڈمی کے شعبہ اردو کو قایم رکھے -

جناب شمیم کرہانی جناب نانک چند عشرت اور محضر لکھنوی نے درمیان میں اپنا کلام سنایا -

رات میں مشاعرہ کی ایک محفل منعقد ہوئی جس میں مقامی اور بیرونی شعراء نے اپنا کلام پیش کیا -

بنارس

۱۳ - مئی کو حضرت نزیر بنارسی کے مکان پر ایک مخصوص ادبی نشست ہوئی جس میں ہندی اور اردو کے مشہور ادیبوں نے حصہ لیا

جوش ملسیانی کا یہ شعر بہت پسند کیا گیا

ہمہمہ گیر رحمت نو ملی ہے لیکن
حرِ یب کی تلوار ہے اب تک لگی

حضرت نزیر نے ایک گیت سنایا جو بہت پسند کیا گیا

ظفر الاسلام صاحب بی - اے سکریٹری انجمن ترقی اردو بنارس اور اشتیاق صاحب نے متعدد نظمیں اپنے مخصوص لب و لہجے کی کافی داد حاصل کی

ہندی کے پرانے خیال اور نئی ڈگر پر چلنے والے شاعر سناتن جی نے جو گیت سنایا ہے اس کے ٹیپ کا یہ مصرعہ تھا

"میں آج ہوں دھرتی کا باسی"

اس جلسے میں ایک دوسرے کے خیالات پر رائیوں کا اظہار نہیں کیا گیا۔

الہ آباد کو اگر اس بات پر فخر ہے کہ وہاں گنگا اور جمنا کا سنگم ہے تو بنارس اس بات پر ناز کر سکتا کہ یہاں "ہندی اردو کا سنگم بن رہا ہے۔

بمبئی

بزم ادب بمبئی کا طرحی مشاعرہ بروز شنبہ مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۵۰ء شبکو بھنڈی بازار میں زیر صدارت خان بہادر علامہ احمد شبلی منعقد ہوا۔

مصرعہ طرح یہ تھا

انہی انکھوں سے دیکھی ہیں بہار زندگی میں نے

علی گڑھ

اردو زبان کی ترقی اور اشاعت کے پیش نظر محلہ بنی اسرائیلان کے اردو ہمدردوں نے ایک دارالمطالعہ قایم کیا ہے جس میں کئی ایک اخبار اور رسالے منگائے جاتے ہیں - اس کے عہدے دار حسب ذیل ہیں : -

۱. مولانا عبدالشاہد خان صاحب شروانی صدر
۲. محمد خلیل الرحمن سالک (علیگ)
۳. مولوی محمد موسیٰ صاحب اسرائیلی خازن

"افکار ابو الکلام آزاد"

(از قاضی عبدالغفار)

حضرت مولانا آزاد کی علمی زندگی اُن کی نفسیاتی زندگی سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ جس وقت اس کتاب کی ترتیب کا خیال آیا تھا تو مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ حضرت مولانا کی شخصیت کا خود اُن کے ادب کے آئینہ میں جو عکس نظر آتا ہے اُسے پیش کیا جائے لیکن پبلشرز کے اصرار پر اس ادبی تبصرہ میں سوانح عمری کے ایک باب کا بھی اضافہ کرنا پڑا۔

بہر حال کتاب کی روح اُس کا وہی حصہ ہے جس میں حضرت مولانا کے ادب کے آئینہ میں اُن کی جینوس کے عکس کو پکڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اردو زبان کے ادب میں اس قسم کا "مطالعہ" بہت ہی کمیاب ہے۔

قیمت چھ روپیہ

مہتمم انجمن ترقی اردو - علی گڑھ

باہتمام سید عزیز حسین عزیز نے مسلم یونیورسٹی پریس چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڑھ سے شائع کیا۔

P. O. RGD. No. A 228

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ ۲ آنہ — چندہ سالانہ دو روپیہ

جلد ۸ | ۱۵ - جون سنہ ۱۹۵۰ | مدیر قاضی عبدالغفار | ۲۹ شعبان ۱۳۶۹ ہجری | نمبر ۱۲

کچھ اپنی باتیں

انجمن کی شاخیں

ملک کے مختلف گوشوں میں انجمن کی شاخیں اب بھی موجود ہیں اور انمیں سے بعض تو مرکزی انجمن کے گزشتہ تعطل کے باوجود اپنا کام کرتی رہی ہیں۔ اب مرکزی انجمن نے شاخوں کے الحاق کے متعلق اپنے نئے قواعد میں جو شرطیں قائم کی ہیں وہ صرف دو ہیں۔ ایک یہ کہ ہر شاخ الحاق کے وقت تسلیم کی جائیگی جب اوسکے اراکین کی تعداد کم از کم ۲۵ ہو اور دوسری یہ کہ ہر شاخ کو اپنے ممبروں سے جو فیس داخلہ وصول ہو اسکا ½ وہ مرکزی انجمن کو دیدے۔ یہ شرط صرف فیس داخلہ کی حد تک ہے اور اس لئے محض برائے نام اور رسماً ہے تاکہ مرکز اور شاخ کے درمیان ربط زیادہ پائیدار ہو۔ اگر اس بات کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ مرکزی انجمن بنیادی کاموں میں اپنی شاخوں کو مالی امداد بھی دیگی تو ہمیں یقین ہے کہ الحاق کی یہ فیس جو محض برائے نام ہے کسی جماعت پر بھی گراں نہ گذریگی۔ قواعد کی عملی تفصیلات ابھی زیر غور ہیں لیکن تمام شاخوں کو اور ان جماعتوں کو جو مرکز سے ربط پیدا رکھنا چاہینگی معلوم ہونا چاہئے کہ تعلیم بالغان، مدارس شبینہ، ریڈنگ روم اور کتب خانے قایم کرنے کے لئے مرکز سے انہیں مالی امداد مل سکتی ہے اور اس مالی امداد کے بھروسہ پر شاخوں کو اپنے کام کا پروگرام بنانا چاہئے۔

ہر سمت سے اردو کے کام کرنے والے ہم سے شاخوں کے قائم کرنے اور مرکز سے اونکے الحاق کے متعلق سوالات کر رہے ہیں۔ اس لئے مختصراً ہم نے انجمن کے جدید قواعد کی طرف یہ اشارہ کر دیا ہے۔ جن بڑے شہروں اور صوبوں کے صدر مقامات پر کام کرنے والوں کی کافی تعداد موجود ہے وہاں مرکزی انجمن کی شاخ بغیر کسی تاخیر کے قایم ہو جانی چاہئے۔ انجمن کے نمایندے عنقریب ملک کے مختلف گوشوں میں دورہ شروع کر دینگے تاکہ مقامی کام کرنے والوں

ہے ملاقات کرکے انجمن کی شاخوں کے قیام کرنے میں اونکی مدد کریں۔

توقع کی جاتی ہے کہ ہر شاخ "ہماری زبان" کی ترقی اشاعت میں پوری پوری کوشش کریگی۔ یہ بات بہر حال یاد رکھنی چاہئیے کہ مرکزی انجمن کوئی تجارتی ادارہ نہیں ہے، بلکہ زبان کی صرف ایک علمی اور ادبی تحریک ہے جسکا مقصد قدیم زبان اور اوسکی آسان اور زیادہ عام فہم صورت کی حفاظت اور ترقی کے لئے کام کرنا ہے۔ اوسکی آمدنی اور اوسکی مطبوعات کا سارا منافع اوسی کے کاموں میں خرچ کیا جاتا ہے اور اس لئے اونکی شاخیں مرکز کی آمدنی اور منافع کے اضافہ میں جو اچھی سے اچھی کوشش کریگی وہ گویا اپنے ہی لئے کریگی، اس لئے کہ جو کچھ انجمن کی جیب میں جائیگا وہ ان ہی حلقوں پر صرف ہوگا جو انجمن کی شاخوں کی بیشتر سے کام کریگی۔

انجمن کی ۶ نئی کتابیں عنقریب شائع ہونے والی ہیں۔ لیکن ہمارے ارادوں اور حوصلوں سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ اک سال میں ہم کم از کم ۳۰ کتابیں شائع کرنا چاہتے ہیں اور کرینگے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئیے کہ صرف کتابیں شائع کرنا ہی کوئی بڑا کام ہے ہمیں تو اپنے عوام کے دلوں اور دماغوں تک پہنچنا ہے جو حرف شناس بھی نہیں ہیں۔ اونکے دلوں اور دماغوں تک پہنچنے کے لئے ہمیں تعلیمی تحریکوں میں زیادہ وقت اور زیادہ قوت صرف کرنی ہوگی۔ جسدن ہم نے آردو کے مکاتب اور مدارس کا ایک جال ملک میں بچھا دیا، ہماری زبان کا مستقبل محفوظ ہو جائیگا۔ یہ سچ ہے کہ ہمیں ان کوششوں کے نتائج کا عرصہ تک انتظار کرنا پڑیگا، لکن کوئی دشوار معارکے صرف ایک اشارے سے تو کبھی نہیں ہوجاتی۔ اگر ہماری شاخیں اپنا کام بنیادی اصولوں کے مطابق شروع کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ چند سال کے اندر ہماری اجتماعی کوششیں نتائج نہ پیدا کریں۔

ایسے تعمیری کاموں میں اضطراب اور بے صبری نتیجہ خیز نہیں ہوا کرتی۔ اگر انجمن کی پہلی تاریخ پر نظر کی جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ کسطرح قدم قدم انجمن نے اپنے مرحلے طے کیا ہے، لیکن اب جس منزل پر وہ ای ہے وہاں دفعتاً دنیا بدل گئی، وہ سازگار حالات ختم ہو گئے جنمیں انجمن نے کام کیا تھا۔ اب اس نئی دنیا میں ہمیں نئی راہیں تلاش کرنی ہونگی، اور وہ ہم تلاش کر رہے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو لوگ غور و فکر کرنے کے بجائے اپنے جذبات کے اشاروں پر رقص کرنے لگتے ہیں وہ حقیقت شناسی کو بزدلی اور شکست خوردہ ذہنیت سے منسوب کر دیتے ہیں اور اختلاف نظر کو اپنے طعنوں کا ہدف بناتے ہیں۔ حقایق کو دیکھنے سے انکار کئے جانا اور ابھی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے پر اصرار کرنا ایک قسم کا احساس کمتری ہے، یعنی اس عمل سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ زمانہ کے انقلابوں سے مرعوب ہوکر ہم کوئی تاریک حجرہ یا کوئی غار تلاش کر رہے ہیں جہاں حالات کی آندھیاں ہمارے دامن کو نہ چھو سکیں۔ یہ علامت زندگی کی نہیں ہے، یہ علامت موت کی ہے۔

انجمن کی شاخوں اور اونکے کام کرنے والوں کو اس قسم کے ذہنی جمود سے بچ کر مردانہ وار میدان میں آنا ہے اور کام کرنا ہے۔

ہم اپنے دوستوں کو ہر وقت یاد دلانا چاہتے ہیں کہ باوجود یکہ ملک کی سرکاری زبان کے متعلق ایک فیصلہ ہوچکا ہے لیکن "قومی زبان" کے انتخاب کا فیصلہ ابھی نہیں ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ وہ فیصلہ

رسالے اور کتابیں

ایشیا بمبی -

ماہنامہ سالانہ چندہ ۸ روپیہ - ملنے کا پتہ کورٹ وایل کرایسٹ چرچ روڈ - بایکلہ - بمبی ۸ -

ادبی ایشیا کے ایڈیٹر جناب ساغر نظامی ہیں جو ملک کے مشہور شاعر ہیں - بچپن سے شعر ادب کی دنیا میں رہتے رہتے شعر و ادب کی خدمت کا ذوق اُن کا مزاج بن گیا ہے - مضامین کی ترتیب و تہذیب اور کتابت وطباعت کی شان کا جو سلیقہ ساغر صاحب کو میسر ہے وہ اچھے اچھوں کو نصیب نہیں -

ایشیا اُنہی کی نگرانی اور ایڈیٹری میں ان کی روایتی خصوصیات کے ساتھہ ماہانہ شایع ہوتا ہے اور ہر پرچہ پڑھنے کے لایق ہوتا ہے -

---

ہماری آواز

سالانہ چندہ دس روپئے - ایک پرچے کی قیمت ۶ آنہ - ملنے کا پتہ فلم نگر - چاندنی چوک - دہلی

" راہ نور پبلی کیشنس " دہلی کے چند ادیب نوجوانوں کا ایک ادارہ ہے جو بہت اچھا کام کر رہا ہے - " ہماری آواز " اسی ادارے کے طرف سے باتصویر ہفتہ وار شایع ہوتا ہے اس کے ادبی سرپرستوں میں ملک کے اچھے ادیبوں اور شاعروں کے نام نظر آتے ہیں - جیسے حضرت جگر مرادابادی، فضل الرحمان عثمانی وغیرہ - خامیاں کم ہیں خوبیاں زیادہ - امید ہے کہ ادارہ اس پرچے کو زیادہ کامیاب بنانے کی سعی کرے گا -

---

مخزن

سالانہ چندہ پانچ روپئے، ایک پرچے کی قیمت آٹھہ آنے - ملنے کا پتہ - مال روڈ - شاہ دین بلڈ نگ - لاہور

علمی اور ادبی مخزن شیخ عبدالقادر مرحوم نے پہلے پہل ۱۹۰۱ مین جاری کیا تھا - اس وقت ملک مین مخزن اپنی گوناگون صفات کے اعتبار سے اپنا ایک مقام رکھتا تھا - اس کی نشاہ ثانیہ بدلے ہوے حالات مین قابل قدر ہے اور لایق مطالعہ - اس کے ایڈیٹر جناب حامد علی خان صاحب ہیں جو ادبی دنیا مین اپنی ایک جگہ رکھتے ہیں - " تبرکات مخزن " کا اضافہ قابل قدر ہے -

---

عدل -

بمبی - سالانہ چندہ پانچ روپئے - فی پرچہ ۸ آنہ ملنے کا پتہ ادارہ تبلیغ الاسلام نمبر ۵۰ اسٹریٹ کھڑ نڈ - بمبی -

عدل ادارہ تبلیغ الاسلام بمبی کا ماہانہ ترجمان ہے - جو اپنے مقاصد کے لحاظ سے کامیاب پرچہ ہے اور اپنے طور پر قوم کی اچھی خدمت انجام دیتا ہے - اخیر مین کچھہ صفحے بچون کے لئے بھی مخصوص ہیں -

ادارۂ ادبیات اردو

حیدرآباد دکن کے مرکزی " ادارہ ادبیات اردو " نے اپنی مختلف مجلسون شعبون اور شاخون کے ذریعہ سے اردو زبان اور ادب کی جو خدمات ۱۹۲۷ سے اخیر ۱۹۴۹ع تک انجام دی ہین اُن کا یہ رسالہ ایک مجمل تذکرہ ہے جسکو خواجہ حمید الدین صاحب شاہد ایم - اے ایڈیٹر رسالہ (سب رس) نے مرتب کیا ہے - ۸ آنہ مین ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن سے مل سکتا ہے - یہ ادارہ ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور دکن مین اوس نے زبان کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے -

متحدہ ہندوستانی

قیمت فی جلد ایک روپیہ
علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ۔ ادبی مرکز ہند پبلیشرز۔ بمبئی ۸۔

ڈاکٹر سید محمود صاحب کا شمار ہندوستان کے ان چند محسنین میں کیا جاتا ہے جنہوں نے ملک اور قوم پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ "متحدہ ہندوستانی قومیت" انہی کے متفرق مقالات کا مجموعہ ہے جو پہلے رسالہ ایشیا بمبئی میں شائع ہوا تھا اب اسکو کتابی شکل میں ڈاکٹر صاحب کے تمہیدی الفاظ کے ساتھ حسب ساغر نظامی ایڈیٹر رسالہ ایشیا نے شائع کیا ہے۔

اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ یہ اوراق انہوں نے مہاتما گاندھی کی خدمت میں پیش کئے ہیں جن کا مقصد یہ تھا کہ ان کو آنے والے خطروں سے آگاہ کر دیا جائے۔

جن خطروں کی طرف ڈاکٹر صاحب نے اشارے کئے تھے ان کا خیال ہے کہ وہ سامنے آگئے پھر بھی ڈاکٹر صاحب مایوس نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہندوستان کے ہندو اور مسلمان اگر اب بھی سچائی اور محبت سے مل کر رہیں تو نیا ہندوستان گہوارہ تمدن بن سکتا ہے ——— کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس نے موضوع کو جذباتی بحث کے رنگ میں پیش نہیں کیا ہے۔ جو تاریخی حقایق پیش کئے گئے ہیں اور آن سے جو نفسیاتی نتائج اخذ کئے گئے ہیں وہ سوچنے والوں کے لئے ایک بہت وسیع میدان رکھتے ہیں۔

اسٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری

مرتبہ انجمن ترقی اردو

جس قدر انگلش اردو ڈکشنریاں اب تک شائع ہوئی ہیں ان میں سب سے زیادہ جامع اور مکمل یہ ڈکشنری ہے۔ اس میں تخمیناً دولاکھ انگریزی الفاظ اور محاورات کی تشریح کی گئی ہے۔ انگریزی زبان میں اب تک جو تازہ ترین اضافے ہوئے ہیں وہ تقریباً تمام کے تمام اس میں آگئے ہیں۔ ایسے الفاظ جن کے مختلف معنی ہوں اور ان کے نازک اختلافات کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا ان کی وضاحت مثالیں دے دے کر کی گئی ہے ڈیمائی سائز حجم ۱۶۶۰ صفحات قیمت۔ (۳۰) تیس روپیہ علاوہ محصولڈاک۔

ہندوستان کا سب سے بڑا ادبی مرکز۔ بک ڈپو انجمن ترقی اردو دہلی ہے جہاں انجمن ترقی اردو دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دارالمصنفین اعظم گڈھ ندوۃ المصنفین دہلی وغیرہ کی معیاری مطبوعات اور ہر علم و فن کی کتابیں ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ اگر آپ کو کتابیں پڑھنے کا شوق ہے تو ہم سے خدمت لیں ہم کتابوں کی فراہمی میں خواہ وہ کہیں کی چھپی ہوئی ہوں زیادہ سے زیادہ سہولت اور کفایت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ مہتمم

بک ڈپو انجمن ترقی اردو
اردو بازار۔ جامع مسجد۔ دہلی

باہتمام عزیز حسن عزیز منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ میں چھپا اور قاضی عبد الغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڈھ سے شائع کیا۔

P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱ | یکم اپریل سنہ ۱۹۵۱ء | ایڈیٹر قاضی عبد الغفار | ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۷۱ ھجری | نمبر ۱۳

کچھ اپنی باتیں

زبان اور مردم شماری

اتر پردیش میں مردم شماری کے اندراجات کے متعلق جو شکایتیں عام ہو رہی ہیں ان سے زیادہ پیچیدگی مشرقی پنجاب میں پیدا ہو گئی ہے جہاں مردم شماری میں پنجابی زبان کے بجائے ہندی درج کرنے پر سخت شورش پیدا ہو گئی ہے۔ حتی کہ پارلیمنٹ میں سرکاری طور پر یہ اعلان کیا گیا ہے کہ ایسی شکایتوں کا لحاظ کیا جائیگا اور زبان کی حد تک مردم شماری کے اعداد کو صحیح نہ سمجھا جائیگا۔ لیکن اس اعلان کا کوئی تعلق ان شکایتوں سے نہیں ہے جو اتر پردیش میں کی جا رہی ہیں۔ یہاں معاملہ اردو کا ہے جو ایک کمزور اقلیت کی زبان ہے اور جسکو علاقہ واری حیثیت سے تسلیم ہی نہیں کیا جاتا۔

در حقیقت مشرقی پنجاب اور اتر پردیش کے معاملوں میں ایک بڑا فرق ہے جسکا لحاظ رکھنا چاہئیے۔ مشرقی پنجاب کے اس قضیہ کی بنیاد سیاسی ہے اس لئیے کہ سکھ اور پنجابی اپنی ایک ریاست علیحدہ چاہتے ہیں اور اسی لئے وہ زبان کے معاملہ میں ہندی کے خلاف پنجابی زبان کو قایم رکھنا چاہتے ہیں لیکن اتر پردیش میں اردو کی حفاظت کا معاملہ سیاسی نہیں ہے، یہاں تو صرف اتنا ہی معاملہ ہے کہ اردو کو (جو اس صوبہ کی عام زبان ہے اور تھی) اب اس علاقہ کی زبان تسلیم نہیں کیا جاتا اور حکومت کے ماتحت افسران جو فرقہ پرستی کے جذبات کو اپنا رہنما بناتے ہیں اردو کو غیر ملکی اور صرف مسلمانوں کی زبان قرار دیکر ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ مشرقی پنجاب میں پنجابی زبان کے حامیوں نے ہندی والوں کے خلاف ایک زبردست محاذ بنا لیا ہے لیکن اتر پردیش میں اردو اور ہندی کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ اردو والے نہ تو کوئی لسانی ریاست بنانا چاہتے ہیں نہ وہ ہندی کو ملک کی سرکاری زبان تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں اور نہ انہیں ہندی پڑھنا اور اپنے بچوں کو پڑھانا ناگوار ہے بلکہ وہ سرکاری زبان کی ترقی میں ہر طرح مدد

کرنے پر آمادہ ہیں البتہ وہ آردو زبان کو جسمیں ہندستان کی مشترکہ تہذیب کا بہت بڑا سرمایہ محفوظ ہے ایک علاقہ واری زبان کی حیثیت سے محفوظ کرنا چاہتے ہیں اور اوسکے آن جایز حقوق پر اصرار کرتے ہیں جو ملک کی باقی بہرہ زبانوں کو حاصل ہین - اگر پنجابی اور ہندی کی رقابت اور آردو کے مسئلہ کے اس فرق کو ملحوظ رکھا جائے تو انصاف یہہ تھا کہ وہی اعلان جو پنجابی زبان کے حامیوں کو مخاطب کرکے کیا گیا ہے (یعنی یہہ کہ زبان کی حد تک مردم شماری کے اعداد کو صحیح نہ سمجھا جائیگا) سب سے پہلے آردو کے متعلق بھی کیا جاتا -

ہلکے ہلکے اشارے

.... ہندپور نیمنٹ میں وزیر اطلاعات کی زبانی یہہ سنکر سیٹھ گوونڈ داس کو نہایت خوشی ہوئی کہ گذشتہ سال ہندستان میں ہندی کی کتابوں کی اشاعت میں ۵۰ فی صدی اضافہ ہوا ہے -

.... سردار کیانی کرتار سنگھہ نے سوال کیا کہ کیا ان کتابوں کی زبان ایسی ہے کہ آپ سے عام لوگ سمجھہ سکیں تو وزیر متعلقہ ذرا رکے اور فوراً ھی جناب صدر نے اس ضمنی سوال کو مسترد کردیا!

.... اعظم گڈھ یو-پی- کانگریس کے جنرل سکریٹری مسٹر النگو رائے شاستری نے اخباری نمایندوں کو ایک بیان دیتے ہوئے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ "ھندستانی" کو زبانوں کی فہرست میں چور دروازہ سے لایا جارہا ہے - یہہ دستور اساسی میں دی ہوئی مراعات کے بالکل خلاف ہے - انہوں نے کہا کہ دستور کی آٹھویں دفعہ میں جہاں ملک کی زبانوں کو گنایا گیا ہے اس میں ھندستانی کا نام تک نہیں لیا گیا ہے -

اب ھندستانی کے موئدین باہر آ سے ہندی کے مقابلہ میں کھڑا کرنا چاہتے ہین - یہہ اس سمجھوتہ پر قاتلانہ حملہ کی حیثیت رکھتا ہے جو باہمی خیر اندیشی کے جذبات پر ہوا تھا - انہوں نے اس بات پر بھی تعجب کا اظہار کیا کہ مردم شماری کے ذمہ دار حکام ان لوگوں کی مردم شماری کیسے کررہے ہیں جو ایسی زبان بولتے ہیں جو ملک کی مسلمہ زبان نہیں ہے -

اگر ملک کا ایک باشندہ بھی ھندستانی بولنے کا دعوی کرتا ہے تو یہہ ہندی کی سراسر توہین ہے -

مین امید کرتا ہوں کہ حکومت آن لوگوں کو جو اپنی زبان ھندستانی لکھا چکے ہین ہندی بولنے والا تصور کریگی -

مجھے یقین ہے کہ حکومت اس مضرت رساں کارروائی کو فوراً پہنچان لے گی اور زبان کی بنیاد پر مردم شماری میں ھندستانی قوم کو صرف انہیں چودہ زبانوں میں تقسیم کرے گی جو دستور اساسی میں بتائی گئی ہین -

.... اتر پردیش کانگریس کے سکریٹری صاحب کا ہندی کی توہین کے اندیشہ کے ساتھہ اس امر پر اصرار کہ دستور کی تسلیم کی ہوئی ۱۴ زبانوں کے علاوہ کسی زبان کا اندراج مردم شماری کے کاغذات مین نہ کیا جائے --- اگر اجازت ہو تو ہم کہیں --- قدرے غیر منطقی معلوم ہوتا ہے - وہ بیچارہ کیا کرے جو رہتا ہو ھندستان میں ہے مگر اسکی مادری زبان انگریزی ہے یا ۱۴ زبانوں کے علاوہ کوئی دوسری زبان ہے --- گویا شاستری جی کی رائے میں ایسے شخص کی مادری زبان کا اندراج اگر غلط کیا جائے تو جائز ہے"!

.... بقول ایک نامہ نگار کے مادری زبان آردو بتانے پر شمار کنندہ نے کہا کہ مادری زبان تو سب ھی کی ہندی ہے بچوں کو دیکھو پیدا ہوتے ھی آآ آو آو ای ای کے سوا کچھہ نہیں بولتے!

--- آغا خان بہار کہینگے کہ ہر بچہ کی زبان عربی یا ایرانی ہوتی ہے اس لئے کہوہ پیدا

جو پاکستان نہیں گئے اور جو اردو ادب کی آبیاری میں مصروف ہیں عرش نے خود اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ وہ جو داہنے ترقی پسند رجحانات کے ہوں نے شعر و ادب کی قدیم روایات سے بھی اپنا رشتہ نہیں توڑا ہے - آج کی اشاعت میں ہم انکے کلام کے چند نمونے "دھنک رنگ" سے نقل کرتے ہیں، ان کو پڑھنے سے یہہ اندازہ آسانی حاصل ہوتا ہے کہ عرش کی شاعری کا زیادہ دلنواز اور نمایاں پہلو انکا تغزل ہی ہے - لیکن خود اس تغزل کا رنگ قدیم راہ و رسم سے ہٹا ہوا ہے اور اسکے ترقی پسند رجحانات صاف ظاہر ہیں - کوئی شبہ نہیں کہ اب تک عرش کی شاعری نے ترقی پسند ادبی حلقوں کو جسقدر اس سے زیادہ وہ انہیں گرمانے والی ہے - ہمیں ایسے صاحب فکر شعرا اور ادیبوں کی ضرورت ہے اور ہمیں یقین ہے کہ خود انکے کلام کی خوبیاں انکی شہرت کی پوری پوری ضمانت ہیں -

ذو رنگ - ماہنامہ

[پتہ : کتاب محل - کراچی - قیمت سالانہ
۸ روپیہ دس آنہ]

یوں تو پہلے بھی پنجاب اردو کے اچھے رسالوں کا مرکز تھا مگر اب تو پاکستان میں جنہی رسالوں کی تعداد بڑی ہو گئی ہے - ان ہی میں ترقی پسند ادب کا ماہنامہ ذو رنگ بھی ہے جس کی دوسرے کی اشاعت پیش نظر ہے - مدیر کے افتتاحیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذو رنگ کسی جماعت یا پارٹی سے وابستہ ہو کر کام نہیں کر رہا ہے کہ اس کی کوشش یہہ ہے کہ ادب کے تمام ترقی پسند عناصر پارٹی اور جماعت کی تفریق سے قطع نظر کرکے ترقی پسندی کے ایک مرکز پر جمع ہو جائیں -

زیر نظر شمارہ میں کرشن چندر، شاہد احمد اور بعض دوسرے حضرات کے مضامین بہت خوب ہیں - سالک اور جگن ناتھ آزاد کا کلام بھی رسالہ کی خوبیوں میں اضافہ کرتا ہے - بعض تحقیقی مضامین کو (جیسے انگریزی شاعری) زیادہ تحقیقی ہونا چاہئے تھا - بعض موضوعات کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ اگر انہیں زیادہ مختصر کیا جائے تو وہ بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں اور پڑھنے والے کو یہہ محسوس ہوتا ہے کہ مضمون صرف اڈیٹر کے تقاضوں سے نجات پانے یا محض اپنا نام شایع کرانے کے لئے لکھا گیا ہے - ہمارے اہل قلم کو علمی موضوعات پر قلم اٹھاتے ہوئے ایسی کمزوریوں سے بچنا چاہئے -

"تارے" (بچوں کا رسالہ)

[اڈیٹر مسلم ضیائی، ایم اے - ملنے کا پتہ
حیدرآباد (دکن) - قیمت سالانہ ۲ روپے]

ہندوستان میں بچوں کے لئے اردو کے اخبار اور رسالے پہلے ہی بہت کم تھے اور تقسیم کے بعد تو بہت ہی کم ہو گئے - در حقیقت بچوں کے لئے دلچسپ اور اچھا لٹریچر پیدا کرنا اتنا آسان کام نہیں جتنا کہ سمجھا جاتا ہے - لکھنے والوں کے لئے بچوں کی نفسیات سے پوری طرح واقف ہونا ضروری ہے بغیر اسکے اس قسم کے مفید اور دلچسپ لٹریچر کا پیدا کرنا مشکل ہے - "تارے" کے صفحات کو بچوں کے لئے دلچسپ بنانے کی ضیائی صاحب نے پوری کوشش کی ہے - لیکن ابھی رسالہ کی ظاہری شان میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے - ہمیں اس حقیقت کا احساس ہے کہ ایسے کاموں میں مالی دشواریاں حائل ہوتی ہیں اور عام طور پر ایسے مخصوص رسالوں کے لئے خریدار بھی زیادہ نہیں ملتے لیکن پھر بھی ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اچھے مالی وسائل گوارا کرکے اس قسم کی اشاعتوں کو زیادہ دلچسپ بنایا جاسکے تو آخر کار وہ اپنے پاؤں پر کھڑی کی جاسکتی ہیں - حیدرآباد کے اردو دوستوں کو اس کام میں ضیائی صاحب کا ہاتھ بٹانا چاہئے -

علیگڈھ میگزین کا "اکبر نمبر"

[اڈیٹر، شبیہہ الحسن (نونہروی)، ایم - اے - ایل ایل - بی - (علیگ)]

معلوم ہوتا ہے کہ طلبائے مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے اس علمی اور ادبی رسالے نے اپنی خاص اشاعتوں کے ذریعہ سے اردو زبان کی شاعری اور ادب کے اساتذہ کی یاد کو تازہ کرنے کا ایک بڑا کام اپنے ذمہ لیا ہے جسے وہ نہایت سلیقہ اور قابلیت سے انجام دے رہا ہے۔

چند روز پہلے علی گڈھ میگزین کا غالب نمبر شایع ہوا تھا جس کی ترتیب اور مضامین کے اعلی معیار نے تمام ملک کے ممتاز ادیبوں اور "غالبیات" کے ماہرین سے خراج تحسین وصول کیا - اب اس رسالہ کا "اکبر نمبر" ہمارے سامنے ہے جس میں ترتیب اور مضامین کے معیار کو قایم رکھنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے - غالب بحیثیت ایک موضوع کے شاید ارباب ذوق کے لئے کچھہ زیادہ کشش رکھتا ہے، لیکن اکبر کا مقام بھی ادب اور شعر کی دنیا میں بحیثیت ایک 'جی نی اس' کے جس نے اردو ادب کو اپنے بلند پایہ ظریفات اور مزاحیات سے مالا مال کردیا کچھہ کم نہیں ہے - اگر ہم تغزل کے نقطہ نظر سے اکبر کو اس سطح پر نہ بھی رکھہ سکیں جو غالب کی ہے لیکن پھر بھی طنز اور مزاح کے علاوہ (جو اکبر کی ایک ایسی خصوصیت ہے جس میں اردو کا کوئی قدیم یا جدید شاعر اکبر کی برابری نہیں کرسکتا) ان کے تغزل کا رنگ بھی اپنی جگہ بہت پاکیزہ ہے - اکبر نمبر میں مضامین اسی فکر اور محنت سے جمع کئے گئے جو غالب نمبر کی ترتیب سے ظاہر ہوتی تھی - لیکن اس قدر ہم ضرور کہینگے کہ تلاش اور تحقیق کے نقطہ نظر سے بعض مضامین معیاری نہیں ہیں اور لکھنے والوں نے ان کے زمانہ کے پس نظر میں اکبر کی روح کو ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی - اکبر کے مزاح اور تفنن میں ان کے فلسفہ زندگی کو تلاش کرنے کی جس قدر کوشش کی گئی ہے اس سے زیادہ کی جاسکتی تھی - تاہم بعض مضامین بلا شبہ ایسے بھی ہیں جن میں فکر و نظر کی گہرائی موجود ہے اور بحیثیت مجموعی اسمیں شک نہیں کہ غالب نمبر کے بعد اکبر نمبر علی گڈھ میگزین کا دوسرا کارنامہ ہے جس کے لئے ہم رسالہ کے فاضل نگران مولوی رشید احمد صاحب اور قابل اڈیٹر سید شبیہہ الحسن (نونہروی) کو مبارکباد دیتے ہیں -

بے محل نہ ہوگا اگر ہم اس سلسلہ میں یہہ تجویز پیش کریں کہ میگزین کا آیندہ خاص نمبر فانی نمبر ہونا چاہئے - فانی مرحوم کو علی گڈھ سے خاص تعلق ہے اور وہ ہمارے ان شعرا میں سے تھے جن کے ساتھہ دنیا نے انصاف نہیں کیا اور جنکی دنیا مقروض ہے - 'غم' کا فلسفہ آرٹ کی جان ہے اور اس صنف میں فانی کے غزل کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا - لیکن یہہ ایک المیہ ہے کہ زمانہ کے حالات نے فانی جیسے شاعر کو دنیا میں اس اعلی مقام سے محروم رکھا جس کے وہ مستحق تھے - علی گڈھ میگزین ایک بڑا قرضہ ادا کریگا اگر ان کے متعلق اچھا لٹریچر اپنے کسی خاص نمبر میں جمع کردے -

باہتمام عزیز حسین منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڈھ سے شائع کیا -

P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۰ | ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۵۱ء | مدیر: قاضی عبدالغفار | ۸ رجب المرجب ۱۳۷۰ ھجری | نمبر ۴

کچھ اپنی باتیں

کچھ "اردو والوں" سے

جب سے ہندی کو راج بھاشا کا درجہ دیا گیا ہے "اردو والوں" پر عموماً دو طرح کی کیفیتیں طاری ہیں۔ کچھ ہم لے مارے اردو کی موت پر دو چار آنسو بہا کر اور اس حال عزیز کے ماتم اور مرثیئے میں اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کر کے یک گونہ "لذت وداع" محسوس کرنے لگے ہیں اور "تکلیف پردہ داری زخم جگر" سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو اب بھی اپنے غصے کے اظہار کا سب سے اچھا طریقہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہندی کی جان کو سو سو طرح سے کوسیں اور اس کو "رقیب روسیہ" یا سوکن مان کر اپنے جلاپے کا شکار بنائیں، ہندی کی آل اولاد کو بد دعائیں دیں اور ہندی والوں کے ظلم و ستم کی ہزاروں داستانیں سنائیں۔ زیادہ تر لوگ ایسے ہیں جن پر یہ دونوں کیفیتیں یکے بعد دیگرے طاری ہوتی رہتی ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے

[illegible]

اس [illegible] یہ مطلب نہیں ہے کہ اردو کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں ہوئی یا اس کو کسی قسم کا خطرہ ہی نہیں ہے۔ جو لوگ "ہماری زبان" کو برابر پڑھتے ہیں وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ہندی کے بہت سے نادان دوست اردو کی تباہی اور ہندی کی فلاح کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اس میں حکومت کے زیادہ تر کارکن اور مقامی اداروں کے ارباب حل و عقد شامل ہیں لیکن اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد "اردو والوں" کی سعی و عمل کی رفتار کو اور زیادہ تیز ہونا چاہیئے اور غم و غصہ کے اظہار کے بدلے جدوجہد کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی۔
حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی۔

"اُردو والوں" کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ موجودہ حالات میں توقعات کی بلند آہنگی کو ایک حد تک کم کرنا پڑیگا۔ اب اس مملکت میں اُردو کو وہ درجہ تو نصیب نہیں ہو سکتا جس کے خواب ہم ایک مدت سے دیکھتے آئے ہیں لیکن اُردو کو بھی زندہ رہنے اور ترقی کرنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا کسی دوسری زبان کو اور اس حق کے لئے جد و جہد کرنا ہر جمہوریت پسند کا فرض ہے۔ "اُردو والوں" کو عموماً اس حقیقت کا احساس نہیں ہے کہ ہندی زبان کے بولنے والوں میں اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اس فطری اور جمہوری حق کو تسلیم کرتے ہیں اور کسی ایک زبان کو بہ زور پھیلانے کے مخالف ہیں۔ اس سے زیادہ اہم یہ حقیقت ہے کہ ہندی کے ادیبوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو نہ صرف موجودہ مصنوعی ہندی کے مخالف ہیں بلکہ اس کو خود ہندی کے لئے مضر سمجھتے ہیں کہ اسے نامناسب طور سے دوسرے علاقوں پر مسلط کیا جائے۔ اُردو کے ہمدردوں کو چاہئے کہ وہ اس قسم کے لوگوں کو پہچانیں اور اُن سے مل کر مشترکہ عمل کا ایسا راستہ تلاش کریں جس سے ہندوستان کے لسانی مسائل عقل اور انصاف کی بنا پر طے ہو سکیں اور ہر زبان کو پھلنے پھولنے کے لئے برابر کے مواقع حاصل ہو سکیں۔

اپنی راہ عمل کو طے کرنے کے لئے ہمیں اس تعلق کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے جو اُردو اور ہندی میں ہے اور جس کو نظر انداز کرنے سے نہ اُردو ترقی کر سکتی ہے نہ ہندی۔ اس حقیقت پر چاہے کتنا ہی پردہ کیوں نہ ڈالا جائے لیکن چھپ نہیں سکتی کہ اُردو اور ہندی ایک ہی بنیادی زبان کی دو ترقی یافتہ صورتیں ہیں۔ اس کو چاہے کھڑی بولی کہئے یا ہندوستانی مقصد ایک ہی ہے۔ اس تعلق کو ایک مثال سے واضح کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایک عمارت کا تصور کیا جائے جس کی بنیاد ایک ہے اور ایک دو منزلیں بھی مشترک اور مسلسل ہیں لیکن اس کے بعد اس عمارت کے دو سروں پر دو خوبصورت مینار کھڑے کئے گئے ہیں جو ایک دوسرے سے کافی فاصلہ رکھتے ہیں تو ہمارے سامنے ہندوستانی اُردو اور ہندی کی تصویر آجائیگی۔ ہندی اور اُردو کی گرامر مشترک، ان کا بنیادی ذخیرہ الفاظ مشترک اور اُن کا وطن بھی مشترک۔ کوئی ایسا علاقہ نہیں ہے جہاں ہندی موجود ہو اور اُردو یک لخت معدوم ہو۔ ایسی حالت میں اس رشتے کو قطع کرنے کی جتنی کوشش کی جائیگی وہ آخرکار ناکام رہیگی لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ جیسے جیسے یہ دونوں مینار بلند ہوتے جائیں گے اُن کا فاصلہ نہ صرف ایک دوسرے سے بلکہ بنیاد سے بھی بڑھتا جائیگا۔ اس لئے وہ تمام لوگ جو عوام کی فلاح و بہبود کے حامی ہیں اور جو زبان کی ترقی کو عوام کی ترقی سے وابستہ رکھنا چاہتے ہیں جلد یا بدیر لازمی طور پر اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اُردو اور ہندی کو ایک دوسرے کے قریب آنا چاہئے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قریب لانے کا طریقہ کیا ہے کیا اُردو اور ہندی کی موجودہ شکلوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے اور ہندوستانی کو تخت پر بٹھا دیا جائے؟ کیا اُردو اور ہندی کو ملا کر ایک معجون مرکب تیار کی جائے اور ایک گنگا جمنی زبان کو چالو کرنے کی کوشش کی جائے؟ یہ دونوں صورتیں نہ ممکن ہیں اور نہ مناسب نہ کوئی ہندی کو مٹا سکتا ہے اور نہ اُردو کو اور نہ یہ ہی ممکن ہے کہ کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا لے کر بھان متی کا کنبہ جوڑ دیا جائے اور اُس کا نام ہندوستانی رکھ دیا جائے۔ یہ کوشش کی جا چکی ہے اور ناکام بھی ہو چکی ہے۔ اس کی صرف ایک ہی ترکیب ہے اور وہ یہ کہ ہندی اور اُردو کے ادیب اور معلم برابر اس بات کی کوشش کریں کہ عام فہم اور آسان زبان زیادہ سے زیادہ رواج پائے اور بول چال کے لفظ اور محاورے ادبی زبان میں پھر جگہ

پانے لگیں۔ بناوٹی اور جٹل بھاشا کی جگہ سندر اور کومل بولی کا چلن ہو اور ادق عبارت آرائی کی جگہ سیدھی اور سادی زبان رواج پائے۔ ہندی اور اردو جس قدر عوام کے قریب ہونگی اسی قدر ایک دوسرے کے قریب ہونگی۔ گویا دونوں میناروں کو قریب کرنے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ دونوں کو زبردستی جھکا کر ایک دوسرے سے گلے ملا دیا جائے اس لئے کہ اس کوشش میں دونوں ٹوٹ جائینگے اور سارا ملبہ ہمارے سروں پر آرہے گا بلکہ ان کو ملانے کی ترکیب یہ ہے کہ نچلی منزلوں کے اوپر مشترک عمارت کو بلند کیا جائے یہاں تک کہ دونوں مینار الگ الگ آسمان سے باتیں کرنے کے بجائے ایک متحدہ عالیشان عمارت کے ستون بن جائیں۔

یہ کام مشکل بھی ہے اور اس کے لئے کافی مدت بھی درکار ہے لیکن اس کو کبھی نہ کبھی شروع کرنا ہے اور اگر آج "ہندی والوں" میں سے بہت بڑی اکثریت کی اس کی طرف توجہ نہیں ہے بلکہ وہ اس کی مخالف ہے تو "اردو والوں" کو چاہئے کہ وہ نہ صرف اپنے مفاد کے لئے بلکہ عوام کی بھلائی کو سامنے رکھ کر اس کام کا بیڑا اٹھائیں۔ آج کل "اردو والوں" پر جو کیفیت طاری ہے اس سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ اس قسم کی تجویز کو شکست خوردہ ذہنیت کا نتیجہ سمجھیں اور اس بات پر اصرار کریں کہ ہم کو اپنی زبان کے تحفظ میں اور زیادہ شدت کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ یہ ردعمل نفسیاتی اعتبار سے یک گونہ فطری ضرور ہے لیکن اگر ہم ٹھنڈے دل سے اپنی حکمت عملی کو حالات کے مطابق لچکدار نہیں بنائیں گے تو حالات پر قابو پانے کے بدلے ہم تباہی اور بربادی کی طرف بڑھتے چلے جائیں گے۔ اپنی زبان کو آسان بنانے اور عوام کی بول چال سے قریب تر لانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنے ادبی ورثے کو پس پشت ڈال دیں۔ اردو کا ادبی سرمایہ نہ صرف اردو والوں کے لئے بلکہ سارے ہندستان کے لئے ایک قابل قدر تہذیبی دولت ہے اور اس کی حفاظت سب سے زیادہ خود ہمارا فرض ہے لیکن ہمیں اس حقیقت کو بھی نظرانداز نہ کرنا چاہئے کہ اردو زبان اور ادب کے وہ عناصر جن کی نشوونما جاگیرداری کی گود میں ہوئی ہے اب بہت دنوں تک اسی شکل وصورت میں قائم نہیں رہ سکتے۔ زمانے کی رفتار کے مطابق ان میں تبدیلی لازمی ہے اور اگر ہم اس تبدیلی کا ساتھ نہ دے کر اس کی رفتار کو تیز نہیں کریں گے تو وقت کا دھارا تو رک نہیں سکتا، اردو کی ترقی البتہ رک جائیگی

اردو زبان اور ادب میں جمہوری روایات کی کمی نہیں ہے۔ ان کو اجاگر کرنے اور ان میں اضافہ کرنے کی ضرورت کا اگر ہمیں احساس ہو جائے تو ہم ترقی کے میدان میں کسی سے پیچھے نہیں رہینگے۔ ہندستان کی آزادی کی جدوجہد میں اردو کے ادیبوں نے جو شاندار کارنامے پیش کئے ہیں ان سے دوسری ہندستانی زبانوں والے تو تقریباً بالکل ہی ناواقف ہیں، ہندی والے بھی ان سے پوری طرح آشنا نہیں ہیں۔ اردو والوں کا فرض ہے کہ اپنے اس بیش بہا ذخیرے کو اپنے ہم وطنوں کے سامنے پیش کریں تاکہ وہ اس سرمایے کی قدر کر سکیں اور اس کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں۔ انجمن ترقی اردو نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے لیکن اس کو اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی جب تک اردو کے ہمدرد مایوسی اور بیچارگی کے پنجے سے آزادی حاصل کر کے جدوجہد کے میدان میں قدم نہ رکھیں اور سعی و عمل کی شدت سے یہ مظاہرہ نہ کریں کہ نئے ہندستان کی تعمیر میں ان کا بھی حصہ ہے اور ان کو نظرانداز کر کے ہندستان صحیح معنی میں ترقی کی منزل کی طرف قدم نہیں بڑھا سکتا۔

—— مرکزی حکومت کے وزیر تعلیم نے یہ کیوں فرمایا کہ ہندی زبان نے ابھی بین الاقوامی حیثیت اختیار نہیں کی ہے ——فوراً ہی ایک طرف سے اترپردیش کے وزیر تعلیم نے ایک بیان شائع فرمایا اور ساتھ ہی آن کے لہجے سے لہجہ ملانے کانگرس کے محترم صدر نے!

—— ذرا اس سنگت سے لطف اندوز ہو جئی! ہم زمانے میں مرکزی حکومت کے محترم وزیر تعلیم تاریخی حقایق سے قطع نظر ہی فرمائیں تو بہتر ہے!!

——ہند پارلیمنٹ میں وزیر قانون نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے زبان کے متعلق حکومت ہند کی پالیسی کی وضاحت کی اور کہا کہ عام انتخابات کی فہرست ہائے رائے دہندگان ہر علاقہ کی علاقائی زبان میں تیار کی گئی ہیں۔ اور جہاں کہیں کسی صوبہ میں دو زبانیں ہیں تو وہاں دوسری زبان میں بھی یہ فہرستیں شائع کی جاتی ہیں۔ ایک ممبر نے اس بات کی شکایت کی تھی کہ دہلی کے چیف کمشنر نے صرف اردو زبان میں فہرستیں تیار کرنے کی ہدایت کیوں کی۔ جب کہ ملک کی زبان ہندی کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔

—— وزیر قانون کا جواب اطمینان بخش ہے تاہم ہم یہ نہ جانتے تھے کہ اکثر صوبوں میں اس اصول کی پوری پوری خلاف ورزی کی جارہی ہے!!

—— مسٹر سدھوا کے ایک جواب میں وزیر تعلیم مولانا آزاد نے بتایا کہ صوبہ بمبئی اور دوسرے صوبوں کو ایسی ہدایتیں دی گئی تھیں۔ کہ سندھی زبان کا رسم الخط تبدیل کر دیا جائے۔ لیکن حکومت پر بعض سندھی جماعتوں کی طرف سے اس بات پر اعتراض کیا گیا کہ اسکولوں سے سندھی زبان کا رسم الخط کیوں ختم کر دیا گیا لیکن اس پر ہند کو بہت سے سندھیوں نے سخت اعتراض کیا اور کہا کہ گذشتہ ایک ہزار سال کے اندر جو لٹریچر ہم نے پیدا کیا ہے اس میں اور نئی سندھی زبان کے درمیان ایک ایک دیوار حائل ہو جائے گی ساتھیوں نے دستور ہند کی دفعہ ۲۹ کا حوالہ بھی دیا اور کہا کہ کسی طبقہ پر زبردستی کوئی رسم خط نہیں ٹھونسا جا سکتا۔ گورنمنٹ بھی ایسا نہ چاہتی تھی اس لئے دونوں لکھاوٹوں کی اجازت دیدی۔

—— اترپردیش میں اردو رسم الخط کا معاملہ سندھی کے معاملہ سے کچھ زیادہ مختلف تو نہیں ہے! یا اگر اترپردیش کی سرکار کہتی کہ ہے' تو ہمیں مان لینا چاہئے کہ ہے!—— بغیر یہ سوال کئے کہ کیوں ہے"

انجمن کی خبریں

پٹنہ —— (بہار) جناب خیر بھوروی صاحب نمایندہ خصوصی انجمن ترقی اردو (ہند) کی تحریک پر پٹنہ کے اہل اردو حضرات کا ایک جلسہ انجمن اسلامیہ میں منعقد ہوا۔ جلسے کی صدارت آنریبل ڈاکٹر سید محمود وزیر ترقیات بہار نے کی۔ حضرت خیر بھوروی نے جلسے کی غرض و غائت بیان کی کہ اگرچہ پٹنہ میں انجمن ترقی اردو نام کا ایک ادارہ ہے۔ لیکن وہ کوئی کام نہیں کر رہا ہے۔ اور نہ مرکزی انجمن سے ملحق ہے۔ ایسی حالت میں یہ ضروری ہے کہ صوبہ بہار میں ایک مضبوط اور باضابطہ ادارہ بنایا جائے جس کا الحاق مرکزی انجمن سے ہو۔ اور وہ مرکزی انجمن کی ہدایتوں کے مطابق صوبائی پیمانے پر اردو کی اشاعت و بقا کا کام کر سکے۔ ایک تجویز منظور کی گئی کہ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک عارضی کمیٹی بنادی جائے۔

حاضرین میں آنریبل مسٹر عبدالقیوم انصاری وزیر بہار، مولوی ابو الاحد محمد نور پارلیمنٹری سکریٹری۔ سردار لطیف الرحمن ایم' ایل' اے' مسٹر یسین انصاری ایم' ایل' اے پروفیسر اختر اورینوی'

سہیل عظیم آبادی، غلام سرور ایم اے، بدر عالم جلیلی، عبد الحیی صدیقی بیتاب، قمر التوحید، مولوی ابو ظفر وکیل ہتیا، رضا نقوی، مولوی سلطان الدین محمد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جناب خیر بھوروی کی تقریر کے بعد مندرجہ ذیل تجویز متفقہ طور پر منظور ہوئی۔

تجویز:- بدلے ہوئے حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ بہار میں کل ہند انجمن ترقی اردو (علی گڈھ) کی شاخ قائم کی جائے۔ اور صوبہ میں دورہ کر کے ہر جگہ اس کی ذیلی شاخیں بھی قائم کی جائیں۔ تاکہ باضابطہ مرکزی انجمن ترقی اردو ہند کی ہدایات کے مطابق مسلسل کام کیا جا سکے۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے ایک عارضی کمیٹی کا انتخاب کیا جائے۔ جو ماہ اپریل ۱۹۵۱ع کے اندر اندر صوبہ کے اردو زبان و ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کا ایک نمائندہ جلسہ بلا کر باضابطہ طور پر صوبائی انجمن ترقی اردو کی تشکیل کرے۔ اور مرکزی انجمن ترقی اردو کے صدر جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب اور سکریٹری جناب قاضی عبدالغفار صاحب کو دعوت دی جائے کہ وہ اس موقع پر تشریف لا کر صوبائی شاخ کا افتتاح فرمائیں۔ اور عارضی کمیٹی جناب خیر بھوروی صاحب سے درخواست کرے کہ وہ صوبہ میں دورہ کر کے نمایندہ مجلس کے انعقاد میں مدد دیں۔

تجویز بالا کے مطابق ایک عارضی کمیٹی بنائی گئی جس کے ارکان مندرجہ ذیل حضرات منتخب ہوئے

آنریبل ڈاکٹر سید محمود وزیر ترقیات بہار آنریبل مسٹر عبدالقیوم انصاری وزیر امور عامہ، مسٹر سلطان احمد، راجہ رادھیکارمن آف سورج پورہ، سید شاہ محمد عمر پارلیمنٹری سکریٹری، حکومت بہار، مسٹر اے۔ اے نور پارلیمنٹری سکریٹری، مسٹر ویر چند پٹیل، پارلیمنٹری سکریٹری حکومت بہار، سردار لطیف الرحمان ایم۔ ایل اے، مسٹر یاسین انصاری، ایم۔ایل۔اے، پروفیسر اختر اورینوی، سید مظہر امام ایم۔ایل۔اے۔ حافظ منظور حسین ایم۔ایل۔اے، نواب زادہ سید محمد مہدی ایم۔ایل۔سی، مولانا نور اللہ ایل۔ایم۔سی، بیتاب صدیقی، غلام سرور ایم۔اے، قمر التوحید بی۔اے، پروفیسر حافظ شمس الدین، پروفیسر عبدالمنان بیدل۔ وفا براہی، پروفیسر جمیل مظہری، سید سلطان الدین محمد، عبدالمالک ایم۔ایل۔سی، بدر عالم جلیلی، مولانا عبدالمالک آروی۔ پروفیسر اجتبی رضوی۔ سہیل عظیم آبادی۔

پانچ آدمیوں کی ایک ذیلی کمیٹی بنائی گئی۔ جو سارے بہار کے عمائدین اور اہل الرائے حضرات کو دعوت دیں گے اور بڑے جلسے کا انتظام کریں گے تاکہ انجمن کی صوبائی شاخ کی تنظیم زیادہ مضبوط بنیادوں پر قایم کی جا سکے۔

مندرجہ ذیل حضرات کمیٹی کے رکن چنے گئے۔ پروفیسر اختر اورینوی، سہیل عظیم آبادی، غلام سرور ایم اے، عبدالحئی صدیقی، بیتاب، اور قمر التوحید بی۔اے،

آخر میں حضرت خیر بھوروی نے تمام حضرات کا شکریہ ادا کیا۔

(نامہ نگار)

بانسپار بہوورا۔ حافظ تجمل حسین صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو بانسپار بہوروا اطلاع دیتے ہیں کہ:-

انجمن ترقی اردو بانسپار بہوروا کی نگرانی میں تعلیم بالغان کا ایک شبینہ اسکول "مدرسہ رؤفیہ" بہوروا کھولا گیا ہے۔ جس میں دس بجے رات تک قران اور اردو زبان کی تعلیم دی جاتی ہے۔

بہار شریف ۲۰ مارچ بزم ادب خاص گنج کا ایک غیر معمولی جلسہ زیر صدارت جناب ڈاکٹر یوسف حسن صاحب منعقد ہوا۔ مولانا عاصم بہاری صاحب نے ایک علمی اور تاریخی تقریر فرمائی آپ نے فرمایا کہ مولوی عبدالحق صاحب کے پاکستان چلے جانے سے ہندوستان میں انجمن ترقی اردو ایک حد تک کمزور ہو گئی تھی چنانچہ اسے سنبھالنے کے لئے کچھ لوگ آمادہ ہوئے ہیں اور انجمن ترقی اردو کی نئی تنظیم کر رہے ہیں۔ اس وقت انجمن کے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب اور قاضی عبدالغفار صاحب ناظم ہیں۔ دفتر علی گڈھ میں قایم ہوا ہے۔ مرکزی انجمن ترقی اردو کی طرف سے خیر بھوری صاحب اس وقت بہار کا دورہ کر رہے ہیں پٹنہ میں جلد ہی ایک بہار صوبائی اردو کانفرنس کی جائے گی جس میں بہار کے علاوہ دیگر صوبوں کے اہل علم و علم دوست حضرات تشریف لائیں گے اور یہہ کانفرنس اپنی نوعیت کی زبان کے سلسلہ میں بہت اہم ہوگی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ بہار کے تمام اضلاع و قصبات اور مواضعات کے علمی مذاق رکھنے والے تمام لوگ اس میں شرکت کریں۔

بزم ادب خاص گنج ایک ایسا ادارہ ہے جس کے تحت بزم ادب اردو لائبریری عرصہ دراز سے قایم ہے جس میں کافی تعداد میں کتابیں ہیں اور رسالہ جات و اخبارات آتے ہیں ادارہ کے تحت تحریر و تقریر کی مجالس بھی ہے جس میں لوگ کافی دلچسپی لیتے ہیں۔ اس لئے بزم ادب کو اس کانفرنس سے بھی خاص دلچسپی ہونی چاہئیے۔

بہار شریف ایک قصبہ ہے جہاں علمی سامان درگاہیں اور لائبریریاں کثیر تعداد میں ہیں اور آبادی کا زیادہ حصہ تعلیم یافتہ ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ انجمن ترقی اردو کی ایک شاخ یہاں بھی ہو۔ جس کیلئے بزم ادب کو حوصلہ مندانہ طور پر آگے بڑھنا چاہئے اور فوری طور پر ایک سب کمیٹی تشکیل دیجائے تاکہ آیندہ کسی موقعہ پر بہار شریف کے اہل علم کو مدعو کر کے انجمن ترقی اردو کی شاخ کو قایم کرنے میں آسانیاں ہوں۔

آپ کی تقریر کے بعد یہہ تجویز منظور کی گئی کہ:-

"بزم ادب بہار کا یہہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ بہار شریف میں انجمن ترقی اردو کی ایک شاخ کے قیام کیلئے مندرجہ ذیل حضرات کی ایک سب کمیٹی بنائی جائے۔

مولوی محمود احسن صاحب مدرس دار التربیت مولانا کبیر الحسن صاحب مدرس مدرسہ عزیزیہ۔ مولوی عبدالغفور صاحب جوائنٹ ایڈیٹر "الاکرام" عبدالسبحان صاحب نائب ناظم بزم ادب۔ ہارون رشید قادری صاحب ناظم شعبہ مجلس مذاکرہ بزم ادب مولوی نظام الدین صاحب مدرس مدرسہ انوار اسلام۔ سکریٹری بزم ادب محمد ہارون صاحب کنوینر ہونگے۔

بزم ادب بہار نے مذکورہ کانفرنس کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے یہہ بھی طے کیا کہ صوبائی بہار اردو کانفرنس میں اپنے نمایندوں کو بھیجے۔

اپنے دیس کی خبریں

جون پورا۔ ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۵۱ ع کو محمد حسن انٹر میڈیٹ کالج جونپور میں، اردو ہندی کا ملا جلا مشاعرہ پنڈت آنند نرائن ملا کی صدارت میں ہوا اس مشاعرہ سے ایک نئے دھارے کا پتہ چلتا ہے جو اردو ہندی کے سنگم سے پیدا ہوتا ہے۔ مشاعرہ ۸ بجے شب سے شروع ہوا اور صبح کے سات بجے تک ایک سی گرم جوشی کے ساتھہ قایم رہا۔ پبلک کے اجتماع سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اردو ہندی کے غیر ضروری سوالات سے پرے صرف فن اور کلام کے پجاری ہیں اردو شاعروں کے ساتھہ ساتھہ ہندی کے کویوں نے بھی برابر کا حصہ لیا۔ مشاعرہ محمد حسن انٹر کالج کے امدادی فنڈ کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔

متھرا:- ۱۲ مارچ:- انجمن تحفظ اردو لکھنو کی ایک شاخ یہاں قائم کی گئی - جس کے حسب ذیل عہدے دار منتخب کئے گئے:-

بابو راج بہادر صاحب سکسینہ او ج' ایم اے صدر' سید حبیب الحسن صاحب وکیل ایم اے ایل ایل بی' نائب صدر' متھرا پرشاد صاحب جوہر بساریہ' نائب صدر' ایم اے وحید خانصاحب فاضل ہیڈ ماسٹر سکریٹری' منشی عبدالقیوم خان صاحب نائب سکریٹری - بابو یسین خان صاحب خزانچی -

---

کلکتہ:- ۱۷ مارچ طالبات اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ کے زیر اہتمام ایک غیر طرحی خصوصی مشاعرہ اسکول کی عمارت میں منعقد ہوا - صدارت جناب پروفیسر عباس علی بیخود صاحب نے فرمائی - جلسے کی ابتدا میں جناب ادریس انور صاحب نے ایک افتتاحیہ مقالہ پڑھ کر سنایا -

جلسے کی کارروائی صدر محترم نے اپنی ایک پرمغز و پر معنی تقریر سے شروع کی - جس میں موصوف نے اردو ادب کے موجودہ بحرانی حالات کا بیانی اور تاریخی تجزیہ پیش کرتے ہوئے اردو ادب کے پرشوکت مستقبل پر نہایت عالمانہ روشنی ڈالی - جلسے میں شہر کے قریباً تمام مقتدر شعرا نے شرکت فرمائی -

مالیگانوں:- ۹ مارچ منیو اسپیل ہال میں جناب ڈاکٹر محمد سلیم ایم - بی - بی - ایس - و نائب صدر بلدیہ کی صدارت میں علامہ سیماب مرحوم کی تعزیت میں ایک ادبی اجتماع ہوا - اور مقالات میں حضرت مسلم - عابد انصاری سہیل احسن نذیر اور تقاریر میں مولانا عزیز و ادیب نے علامہ مرحوم کی شاعری' شخصیت اور علمی و ادبی کارناموں پر مختلف زاویوں سے بحث کی -

نظموں میں حضرت قمر ادیب - اختر - عابد زیدی - کمال الدین پرویز - ناصر - جمیل - نثار وغیرہ شعرا نے اپنے عقیدت مندانہ خیالات ظاہر کر کے سامعین کو متاثر کیا -

مقامی تعلیم یافتہ اور قومی معززین میں جناب منگل داس صدر کانگریس و صدر بلدیہ - جناب چھاجیڑ وکیل - عبدالسبحان صاحب صدر انیگلو اردو ہائی سکول - محمد غوث صاحب - ڈاکٹر محمود - یوسف انصاری - بابو جی - اور محمد یوسف حبیب وغیرہ حضرات کی شرکت نے اس اجتماع کو کافی اہمیت دی -

جلسہ میں حسب ذیل قرارداد بھی منظور کی گئی:-

ریاست بمبئی میں ایک بہت بڑا طبقہ ایسا ہے جس کی مادری زبان اردو ہے - ایسی حالت میں ریاست بمبئی کے سرکاری اخبار "قومی راج" کے اردو ایڈیشن کا بند کردینا اردو داں طبقہ کی بڑی حق تلفی ہے - لہذا یہہ ادبی اجتماع سرکار بمبئی سے گذارش کرتا ہے کہ وہ قومی راج کے اردو ایڈیشن کا دوبارہ اجرا فرما کر اردو داں طبقہ کو شکر گذاری کا موقع بخشیں گے -

---

آگرہ:- جمیعتہ علماء اتر پردیش کے سالانہ جلسہ کے خطبہ صدارت میں جناب صدر نے اردو کے مسئلہ پر اپنے خیالات ان الفاظ میں ظاہر کئے:-

"جمیعتہ علماء جارحانہ پالیسی کو نظرانداز نہیں کرسکتی جو حکومت یو - پی کی جانب سے اردو کے خلاف اختیار کی جارہی ہے باوجودیکہ اردو کو کسی ایک فرقہ کی زبان قرار دینا سراسر اس زبان پر ظلم ہے - اور باوجودیکہ جمہوریہ ہند کا دستور اساسی اردو کو ثانوی زبان قرار دے چکا ہے - اسکولوں - دفتروں اور حکومت کے تمام شعبوں حتی کہ سڑکوں اور ریلوے کے تمام بورڈوں سے اردو کو ختم کرنے کے بعد کوشش یہہ کی گئی ہے کہ مردم شماری میں بھی اردو بولنے والوں کی تعداد کم کی جائے بہرحال یہہ صورت حال اگرچہ مایوس کن ہے - مگر ہم کو اس اعتراف میں بھی تامل نہیں کہ وہ

کے مسئلہ کو صرف لسانی نقطہ نظر سے دیکھہ رہی ہے اور اسکی کوشش یہہ ہے کہ اردو کے ساتھہ حکومت وہی معاملہ کرے جس کی ملک کی ایک عام زبان ہونے کے لحاظ سے مستحق ہے لیکن اردو کی حمایت کے دعوی کرنے والوں کو اس طرف بھی توجہ کرنا ضروری ہے -

صرف احتجاج یا ناراضگی کے اظہار سے زبان کی حفاظت نہیں ہو سکتی اب تو یہہ ضروری ہے کہ وہ رسالوں اخبارات اور ان اداروں کی دل کھول کر امداد کریں - جو اردو زبان کی خدمت کر رہے ہیں بیشک ان کو اس سلسلے میں ایثار سے کام لینا پڑے گا - لیکن ایثار کے بغیر کوئی جدوجہد کامیاب نہیں ہو سکتی - اردو کی حفاظت کے ساتھہ ہمارا یہہ فرض ہے کہ ملک کی سرکاری زبان کو نظر انداز نہ کریں - اور اپنے بچوں کو ہندی سے بھی روشناس کرائیں تاکہ وہ ترقی کے دور میں ملک کے دوسرے نوجوانوں سے پیچھے نہ رہ سکیں -

یو - پی کے اردو طلبا متوجہ ہوں

۹ دسمبر سنہ ۱۹۵۰ ع کے اخبارات میں میرا ایک بیان شائع ہوا تھا جسمیں سکنڈری ثانوی تعلیم بورڈ الہ آباد کے سرکلر نمبر ب ۹۸ - ۰ م وی ۱۹ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۰ ع کے مفہوم پر روشنی ڈالتے ہوئے میں نے اتر پردیش کے تعلیمی اداروں کو متوجہ کیا تھا کہ وہ اپنے ان طلبا کو جنکی مادری زبان اردو ہے عام اجازت دیدیں کہ وہ ہائی اسکول کے امتحان میں اگر چاہیں تو اردو میں جواب تحریر کر سکتے ہیں نیز میں نے یہہ بھی درخواست کی تھی کہ سرکلر مذکور کی رو سے تمام اسکولوں کے ابتدائی درجات کے طلباء کو بھی اردو میں جواب تحریر کرنیکی اجازت ہونی چاہئیے -

اس سلسلے میں یو - پی کے طلباء کے متعدد خطوط مجھکو موصول ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکولوں میں اس سرکلر پر عمل نہیں ہو رہا ہے - اور ہندی میں جوابات لکھنے پر مجبور کیا جا رہا ہے - جسکی وجہ سے طلباء کو سخت دشواری پیش آ رہی ہے کیونکہ ان کی ہندی کی استعداد ابھی اتنی نہیں ہے کہ وہ روانی کے ساتھہ ہندی میں جواب تحریر کر سکیں

چونکہ انفرادی طور پر خطوط کا جواب دینا مشکل ہے اسلئے گورنمنٹ ایجوکیشنل کوڈ سے سرکلر مذکور کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے تاکہ صحیح پوزیشن سامنے آ جائے اور منشاء قانون سمجھنے میں سہولت ہو -

ترجمہ سرکلر

منجانب شری جے - کائے - ایم - اے ایل ٹی سکریٹری بورڈ ثانوی تعلیم اتر پردیش

بنام

صدر مدرس صاحبان ادارہ ہائے منظور شدہ برائے امتحان ہائی اسکول نمبر ب ۹۸ - ۰ م وی ۱۹ مورخہ الہ آباد ۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۵۰ ع

جناب - مجھے یہہ لکھنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ بورڈ کے چیرمین ضابطہ ہائے بورڈ جو کہ سنہ ۱۹۵۲ ع کے پراسپکٹس میں درج ہیں آ میں باب ۱۳ کے ضابطہ ۸ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقسام کے امیدوار ہائی اسکول امتحان سنہ ۱۹۵۲ ع و مابعد اگر طلباء چاہیں تو سوالات کے جواب بزبان انگریزی یا اردو دے سکتے ہیں -

۱ وہ امیدوار جن کی مادری زبان ہندی کے علاوہ کوئی دوسری زبان ہے

۲ وہ امیدوار جن کی مادری زبان ہندی نہیں ہے اگرچہ انہوں نے ہندی کا اعلی کورس بحیثیت ایک جدید ہندوستانی زبان کے لیا ہے -

توقع ہے کہ اس واضح بیان کے بعد اردو دان طلباء کے ساتھہ بے انصافی نہ کی جائے گی -

محمد احسان حسین سکریٹری

انجمن ترقی اردو امروہہ

راجستھان میں اردو

جنابمن - اخبار ہماری زبان کے ذریعہ انجمن ترقی اردو کی مساعی کی دل خوش کن اطلاعات نظر سے گذرتی رہتی ہیں - آپ کا قلم جس بےباکی سے اردو کے حق میں اظہار حق کر رہا ہے اسکی داد نہ دینا سخت نا انصافی ہے -

صوبہ یو پی کی طرح ہمارے صوبہ راجستھان میں اردو زبان کے ساتھہ جو برتاؤ کیا جارہا ہے اس کی جانب میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں

جمیعتہ علماء راجستھان اس سلسلے میں برابر کوشش کر رہی ہے - ہنوز کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا ہے اب ایک عرصہ کے بعد حکومت ہند کی وزارت کے سکریٹری کا خط موصول ہوا ہے جسمیں لکھا ہے کہ آپ کے ہاں جن اسکولوں سے اردو خارج کر دی گئی ہے ان کی فہرست بھیجدیجئے - چنانچہ دفتر میں جو شکایات مختلف اضلاع سے موصول ہوئی تھیں ان کی فہرست مرتب کرکے ارسال کردی گئی ہے - اسکی ایک نقل آپ کی خدمت میں بھی ارسال ہے تاکہ جمیعتہ علما اور انجمن ترقی اردو کی متحدہ آواز حکومت کے ایوان پر اثر انداز ہو -

راقم جنرل سکریٹری جمیعتہ علماء راجستھان

[اس فہرست میں صرف ان اسکولوں کے ۲۱ نام ہیں جنہوں نے جمیعتہ علما کو اپنی شکایات پر توجہ دلائی ہے]

بھوپال کے دفاتر سے اردو کا خاتمہ

بھوپال ۲۰ مارچ - سرکاری دفاتر سے جس تیزی کیساتھہ اردو کا کریا کرم کیا گیا ہے اسپر اظہار افسوس کرتے ہوئے مسٹر نذیر رحمانی لکھتے ہیں :-

بھوپال برسہا برس سے اردو علم و ادب کا مرکز رہا ہے، یہاں کی سیاست و صحافت نے ایک اونچا مقام حاصل کیا، اور علمی و ادبی انجمنوں نے اردو کی بیش بہا خدمات انجام دیں لیکن آج بھوپال جس پستی کی طرف جارہا ہے وہ کسی اچھے شگون کا پیش خیمہ نہیں کہا جاسکتا مقامی حکومت نے یہاں کے دفتروں سے اردو کو ایکدم خارج کر دیا اور اردو جاننے والوں کی کثیر تعداد ملازمتوں سے نکالدی گئی، لوگ اردو کی طرف سے مایوس ہوگئے اور پاکستان جانے لگے -

بیکاری، بیروزگاری اور فاقہ کشی پھیلی تو پھیلی عوام کے دل و دماغ میں اردو کی طرف سے جو تڑپ اور لگن تھی وہ سرد ہو کر رہگئی اردو کے ادارے معطل ہیں، جرنلسٹوں کی ایسو سی ایشن خاموش ہوگئی، اقبال لائبریری کے زیر اہتمام یوم اقبال، یوم محمد علی کبھی تزک و اہتمام سے منایا جاتا تھا آج خواب و خیال ہو گیا - اردو کی دو چار لائبریریاں ہیں انمیں بھی پبلک اب کچھہ زیادہ دلچسپی نہیں لیتی اردو کے جو تین چار اخبار جاری ہیں اسکے پڑھنے والوں کی تعداد بھی کم ہوتی جارہی ہے اگر حکومت اردو کے ساتھہ یہہ نا روا سلوک نہ کرتی تو بھوپال کو اس صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑتا، میں حکومت ہند سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ بھوپال کے مسئلہ زبان میں مداخلت کرے مجھے افسوس ہے کہ حکومت بھوپال نے اردو کے خاتمہ میں جس سرگرمی کو روا رکھا وہ ہندی کے لئے بھی کچھہ مفید نہ ہوئی اگر سرکاری دفاتر میں تخفیف نہ کی جاتی تو بیروزگاری میں کمی ہونیکے ساتھہ ساتھہ ہندی بھی ترقی کرتی اور ملازمین اپنی بقائے ملازمت کیلئے ہندی میں اچھی خاصی استعداد پیدا کر لیتے - یہہ عمل بہت آسانی سے ممکن تھا کہ اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں دفتری نظام چلتا رہتا جیسا کہ ہمیشہ سے بھوپال میں اردو اور انگریزی میں کامیابی کے ساتھہ کام ہوتا رہا - آج حکومت جتنی توجہ انگریزی پر صرف کر رہی ہے اس کا عشر عشیر بھی ہندی پر نہیں - چنانچہ انگریزی جاننے والوں کو